ون اُردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

34۔عمران کا اغوا

ابن صفی

صفدران دنوں میک اپ کرنے اور آواز بدلنے کی مشق کر رہا تھا، اس لیے فرصت کے اوقات میں عمران کا تعاقب کرنا اس کا محبوب مشغلہ بن کر رہ گیا تھا۔لیکن اس کا مقصد اپنی مشاقی کے امتحان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔

اکثر عمران نے اسے ٹوکا بھی تھا اور بتایا تھا کہ اس کے میک اپ میں کس قسم کی خامی رہ گئی۔لہجہ اور آواز بدلنے کے اصولوں پر بحث بھی کی تھی۔اور پھر ایسے حالات ہوں تو لاگ ہو ہی جائے گی۔

اب صفدر کو دھن تھی کہ کبھی فخریہ انداز میں عمران کو آگاہ کر سکے کہ وہ فلاں موقع پر اسے پہچان نہیں سکا تھا۔

اور اسی دوران میں یہ حقیقت بھی اس پر واضح ہوئی کہ عمران عادتاً حماقتیں کرتا ہے۔اس سے پہلے وہ سمجھتا تھا کہ اس سے احمقانہ حرکتیں بعض مصالح کی بنا پر ہوتی ہیں۔لیکن ان دنوں اس نے اندازہ لگایا کہ حماقتوں کا زور عموماً تنہائی میں ہی ہوتا ہے؟۔اس سے اس کے علاوہ اور کیا سمجھا جا سکتا تھا کہ حماقتیں اس کی فطرت ثانیہ بن کر رہ گئی ہیں۔

"اس وقت بھی وہ پلازہ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تنہا اداس بیٹھا تھا۔ چہرے پر حماقتیں پھٹ پڑی تھیں۔ البتہ لباس شریفوں اور باسلیقہ لوگوں ہی کا سا تھا۔۔۔ نفیس قسم کا ایوننگ سوٹ۔۔۔۔

صفدر آج بھی میک اپ میں تھا، اور دل ہی دل میں بیحد خوش تھا کہ آج عمران اسے نہیں پہچان سکا۔ حالانکہ کئی بار دونوں کی نظریں بھی ملی تھیں لیکن صفدر نے اس کی آنکھوں میں اس قسم کے آثار نہیں دیکھے جن کی بنا پر وہ سمجھ سکتا کہ اس نے اسے پہچان لیا ہے۔

وہ اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور وہ بھی اپنی میز پر تنہا ہی تھا۔۔۔ اور بڑی دیر سے ان تینوں لڑکیوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن رہا تھا جو اس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر بیٹھی ہوئی کافی پی رہی تھیں۔ صفدر کی پشت ان کی طرف تھی۔۔۔۔۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"میں کہتی ہوں گاودی ہے"۔

"اگر نہ ہوا تو۔۔۔؟"

"میرا ذمہ۔۔۔"

"پھر کیا کیا جائے۔۔۔۔؟"

"چلیں اس کی میز پر۔۔۔ اکیلا تو ہے۔۔۔؟"

"نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔۔"

"پھر بھی کچھ نہیں ہوسکتا۔ تم ڈرتی کیوں ہو، میں کہتی ہوں کہ اگر گاودی نہ ہوا تب بھی ہمارا کیا بگڑے گا؟۔ زیادہ سے زیادہ یہی سمجھے گا کہ ہم فلرٹ ہیں۔۔۔ وقت گزارا چاہتے ہیں"۔

صفدر کو یقین تھا کہ موضوع گفتگو عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔۔۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ صفدر مڑ کر ان لڑکیوں کی طرف دیکھتا، کیونکہ اس سے مزید گفتگو کے سننے سے محروم ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ البتہ کبھی کبھی کنکھیوں سے عمران کی طرف ضرور دیکھ لیتا تھا۔

پھر نہ جانے کیوں لڑکیوں کی آوازیں دب سی گئیں۔ صفدر انہیں صاف نہیں سن سکتا تھا۔

ادھر ہوٹل کے آرکسٹرا نے موسیقی شروع کردی اور ایک رقاصہ میزوں کے درمیان تھرکنے لگی۔ وہ بڑی پھرتیلی اور شوخ وشنگ تھی۔ اس نے مصری رقاصوں کا لباس پہن رکھا تھا، اور ایک بڑا سا ریشمی رومال ہلاتی جارہی

تھی بعض اوقات وہ رومال گاہکوں کے گالوں کو چھوتا ہوا ان کے سروں سے گزر جاتا۔۔۔
شاید وہ بھی عمران کو تاک چکی تھی۔ یک بیک وہ اسی کے میز کے قریب رک کر تھرکنے لگی اور ایک گیت بھی شروع کر دیا۔

"بھونرے بھونرے۔۔۔۔۔کلی ہی اڑ کر تیرے پاس آئی ہے دیکھ۔

کتنی بہاریں لے آئی ہے۔

اس کی پھواریں لے آئی ہے۔

پیاسے، پیاسے۔۔۔ آتش گل نے کیسی چھلکائی ہے دیکھ۔

صفدر نے عمران کو بدحواس ہوتے دیکھا۔۔۔ وہ بوکھلا بوکھلا کر رقاصہ کے رومال سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا، سارا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا اور اسی دوران میں صفدر نے اپنی پوزیشن بدل لی۔ اب وہ ان تینوں لڑکیوں کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ عمران میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھیں۔ ایک ان میں بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی اور دو ہنس رہی تھیں۔ سنجیدہ لڑکی کسی سوچ میں گم معلوم ہوتی تھی۔ ویسے نظریں اس کی بھی عمران پر ہی تھیں۔

ادھر یک بیک رقاصہ نے رومال میز پر ڈال کر تھرکتے ہوئے اس طرح عمران کی طرف ہاتھ بڑھائے جیسے اس کی گردن میں بازو حمائل کر دے گی۔

عمران کرسی سمیت الٹ گیا۔ قہقہوں کے شور سے آرکسٹرا کی موسیقی دب گئی۔

رقاصہ بھی قہقہے لگاتی ہوئی ہال کے دوسرے گوشے میں چلی گئی۔ صفدر نے ابھی اسے ضروری نہیں سمجھا کہ عمران کو اٹھنے میں مدد دے۔ وہ بدقت تمام اٹھا۔ کرسی سیدھی کی۔ اور بالکل اسی انداز میں اپنے کپڑے جھاڑنے لگا جیسے وہاں دوسروں کی موجودگی کا اسے علم ہی نہ ہو۔ جیسے کسی ویرانے میں کسی سائیکل سے گر کر گرد و غبار میں اٹ گیا ہو۔

پھر یک بیک چونک کر چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا ایک بار پھر قہقہے بلند ہوئے اور وہ بھی کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بیٹھ گیا۔

صفدر اس کی ایکٹنگ پر عش عش کر رہا تھا۔ کیا مجال کہ کسی قدم پر تصنع کا ذرا سا بھی اظہار ہو سکے۔

اب اس کے چہرے پر حماقت اور شرمندگی کے ملے جلے آثار نظر آ رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب

وہ اس کرسی سے کبھی نہ اٹھ سکے گا۔
دفعتاً لڑکیوں والی میز سے ایک اٹھی اور تیر کی طرح عمران کی طرف آئی اور عمران اس طرح بھڑ کا جیسے ننھے سے پرندے نے باز کے چنگل سے بچنے کے لیے کوئی لاحاصل سی جدوجہد کر ڈالی ہو۔
لڑکی مسکراتی ہوئی بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گئی تھی۔ اور عمران احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا تھا۔
آرکسٹرا کی موسیقی مدھم سروں میں پھیل رہی تھی۔ اس لیے صفدر کا اندازہ تھا کہ وہ ان کی گفتگو بھی سن سکے گا۔
"یہ رقاصہ بڑی کمینی معلوم ہوتی ہے"۔ لڑکی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔
"جی ہاں۔۔۔ جی ہاں۔۔۔" عمران اس تائید میں ضرور بھرنے کے لیے گردن کو جھٹکے دیتا ہوا بولا تھا۔۔۔ اور پھر اس کے چہرے پر بہت زیادہ ہراسیگی کے آثار دکھائی دیئے تھے۔۔۔۔ اور آنکھوں میں اشتباہ کی جھلکیاں موجود تھیں۔
www.oneurdu.com
پرائیویٹیوز پروڈکشن
"یہ آدمی نہیں پہچان سکتیں"؟ لڑکی پھر بولی۔
"جی ہاں۔۔۔ جی ہاں۔۔۔" اس بار بھی عمران کا لہجہ پہلے ہی کا سا تھا۔
"اب وہ اگر ادھر آئی تو ہم اس کی مرمت کر دیں گے۔ کیا میں اپنی ساتھیوں کو بھی اسی میز پر بلا لوں"؟۔
"ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ بڑی خوشی سے" عمران نے خوشی ظاہر کی۔
پھر وہ دونوں لڑکیاں بھی اسی میز پر نظر آئیں۔
ادھر موسیقی اونچی سروں میں آ گئی اور صفدر کو اس پر تاؤ آنے لگا تھا کیونکہ اب ان کی گفتگو آسانی سے نہیں سنی جا سکتی تھی۔
لیکن وہ ان کے ہونٹ ہلتے دیکھ رہا تھا۔ جسموں کے حرکات سے اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ سب بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر رہی ہیں۔ اس کے برخلاف عمران کسی شرمیلی لڑکی کی طرح دانتوں میں انگلی دبائے کبھی مسکرانے لگتا اور کبھی دہرا ہو جاتا۔
ان حماقتوں ماآبیوں کے باوجود بھی وہ بیحد دلکش لگ رہا تھا۔ صورت و شکل میں خرابی ہی کیا تھی۔ صورت تو بعض اوقات خود مسلط کردہ حماقت بگاڑ دیا کرتی تھی لیکن اسی وقت جب وہ شرمانے اور لجانے کی ایکٹنگ کرتا

تو ایرانی اور مغل مصوروں کی نزاکت کاریوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ دیکھنے والوں کا ذہن انہیں صدہا سال پرانی رومان پرور فضا میں پہنچا دیتا تھا جہاں مرد بھی آہو چشم اور آرزنگ خدوخال رکھنے والے ہوا کرتے تھے۔ صفدر محسوس کر رہا تھا کہ لڑکیاں اس کی حرکتوں پر تیز ہوتی جا رہی ہیں۔ مگر ان کی کہی ہوئی باتیں موسیقی کے شور میں ابھرنے نہیں پاتی تھیں۔ صفدر کو بڑی کوفت ہو رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سازندوں کی گردنیں دبا کر رقاصہ کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دے۔

موسیقی بلند سے بلند آہنگ ہوتی گئی۔۔۔ صفدر دانت پیستا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد موسیقی ختم ہو گئی۔ شائد رقاصہ بھی تھک گئی تھی اور سازندے بھی دم لینا چاہتے تھے۔

لیکن ہال میں شور ہو رہا تھا۔ وہ لوگ جو بلند آہنگ موسیقی کی وجہ سے بلند آوازوں میں گفتگو کر رہے تھے یکلخت اپنی آوازیں دبانے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے اس لیے ہال تھوڑی دیر تک مچھلی بازار کا جواب بنا رہا۔

www.oneurdu.com

صفدر کی توجہ صرف عمران کی میز کی طرف تھی۔ اس نے ایک لڑکی کو کہتے سنا۔

" کیا بتاؤں آپ سے مل کر کتنی خوشی ہوئی ہے شہزادے صاحب مگر آپ کی اسٹیٹ کا کیا نام ہے"۔

"ریاست چم چم چروٹی"۔

"یہ کہاں ہے؟۔ میں نے تو پہلی بار نام سنا ہے"؟۔ متحیرانہ لہجے میں کہا گیا۔

"نگا پربت کی ترائی میں ایک آزاد ریاست ہے"۔

"اور آپ اتنے بڑے شہزادے ہو کر یہاں بیٹھے ہیں؟۔ آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے"؟۔

"ہم تنہائی چاہتے ہیں۔ ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ بچوں کی طرح ہماری دیکھ بھال کی جائے"۔

"اسم گرامی کیا ہے شہزادے صاحب"؟۔

"ہم نہیں پینتے ہمیں اس سے بھی نفرت ہے"۔ عمران نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔ اور لڑکیاں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

پھر ایک بولی۔ "ہم نہیں سمجھے"؟۔

"اسم گرامی کیا ہوتا ہے"؟۔ عمران نے پوچھا۔

"ارے۔۔۔یہی۔۔۔۔نام"۔

"او۔۔۔ہو ہو ہو ہو۔۔۔۔" عمران احمقانہ انداز میں ہنسا۔ "ہم سمجھے شاید تاج کو کہتے ہیں۔ اتنی گاڑھی اردو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم ابھی اردو سیکھ رہے ہیں"۔

عمران کا لہجہ سچ مچ ایسا ہی تھا جیسے اردو اس کی مادری زبان نہ ہو۔

"آپ کے یہاں کون سی زبان بولی جاتی ہے"؟۔

"ہماری زبان کمپولی لنگا کہلاتی ہے"۔

"یہ کیسی ہوتی ہے کچھ بول کر سنائیے"؟۔

"کیا بول کر سنائیں"؟ عمران نے حیرت سے کہا۔

"کچھ بھی جو سمجھ میں آئے"۔

"اچھا۔۔۔" عمران کچھ سوچتا رہا۔ "خیر۔۔۔تو یہ بولتے ہیں ہم۔ سنیے دھرداب نی ککڑی آموداکش چی پوں"۔

لڑکیاں ہنسنے لگیں اور عمران نے برا سامنہ بنایا۔ تیسری سنجیدہ لڑکی نے دونوں کو ڈانٹا اور عمران سے بولی۔ "آپ کچھ خیال نہ فرمائیے گا شہزادے صاحب یہ بہت شوخ ہیں۔ ہاں تو اس جملے کا مطلب کیا ہوا"؟

"ہمیں انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی بہت دلکش لگتی ہے"۔ عمران نے ترجمہ سنایا۔

"شہزادے ہی ٹھہرے"۔ ایک لڑکی نے قہقہہ لگایا۔ پھر عمران نے جیسے ہی اس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا۔ سنجیدہ لڑکی بول پڑی۔ "تم دونوں وہاں بیٹھو۔۔۔۔۔۔جاؤ"۔

اس نے اسی میز کی طرف اشارہ کیا تھا جس سے اٹھ کر وہ عمران کی میز پر آئی تھی۔

وہ دونوں چپ چاپ اٹھ گئیں۔

"یہ دونوں میری سیکرٹری ہیں" لڑکی نے کہا۔

"مگر ہم اپنے ملازموں کو اتنا منہ لگانے کے قائل نہیں ہیں"۔

"بس کیا بتاؤں غلطی ہوگئی" لڑکی نے موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں آپ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں"؟۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"ہم نہیں بتائیں گے" عمران نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں بتایئے"۔ پتا نہیں کیوں آپ کی طرف دل کھنچتا ہے"؟۔

صفدر نے ٹھنڈی سانس لی اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔اس کی پشت پر وہ دونوں لڑکیاں کھسر پھسر کرتی ہوئی ہنس رہی تھیں۔

"ہمارا نام سن کر لوگ ہنسنے لگتے ہیں مگر ہم کیا کریں۔ یہ نام ہم نے خود تو اختیار نہیں کیا تھا" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

"بڑے گدھے ہیں وہ لوگ جو ناموں پر ہنستے ہیں"۔

"ہمارے حضور ابا ہمیں چھوٹے شاہ کہتے ہیں اور خود بڑے شاہ کہلاتے ہیں۔حضور امی شاہینہ کہلاتی ہیں"

"خوب"۔ لڑکی کی شکل سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اس نے ایک بے ساختہ قہقہہ ہضم کرنے کی کوشش کی ہو۔

www.oneurdu.com

"اور کاغذات پر جو نام لکھے جاتے ہیں وہ بہت لمبے چوڑے ہیں۔ مثلاً ہمیں لکھا جاتا ہے۔۔۔۔شہزادہ والا شان چشمک الطمنچہ بندوق الملک تھری ناٹ تھری جنگ بہادر چھوٹے شاہ۔۔۔۔اور حضور ابا کے لیے لکھا جاتا ہے۔والئ بندگان عالی ٹومپسن ریٹ ٹیٹ والی توپ الملک دھرتی دھمک جنگ بہادر بڑے شاہ"۔

"حضور امی کے القابات بھی تو بتایئے"؟۔لڑکی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمیں یاد نہیں ہو سکتا ہے ہمارے باورچیوں میں سے کسی کو یاد ہوں۔حضور ابا تو انہیں صرف چھوٹے کی اماں کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور ان کے القابات وغیرہ یا نام لکھنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔دراصل ان کی حکومت صرف باورچیوں پر ہے اور وہ صرف زبانی احکامات صادر فرماتی ہیں"۔

"اوہ۔۔اچھا۔۔کیا بتاؤں پرنس کہ آپ سے مل کر کتنی خوشی ہوئی ہے۔کبھی میرا باپ بھی آئرن پرنس کہلاتا تھا۔مگر اب"

" کیا ہوتا ہے"؟۔

"لوہے کا سب سے بڑا امپورٹر"۔

"لاحول ولا قوۃ" عمران نے برا سا منہ بنایا۔

"کیوں"؟۔لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

عمران تھوڑی دیر اسی طرح منہ بنائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "ہمارے یہاں تو ایکسپورٹ امپورٹ کرنے والے صرف بنیے کہلاتے ہیں"۔

"اوہ۔۔اچھا اچھا۔۔۔۔ضرور کہلاتے ہوں گے۔" لڑکی خواہ مخواہ ہنسنے لگی تھی۔ " مگر پرنس آپ اتنے شرمیلے کیوں ہیں"؟۔

" کیوں نہ ہوں"؟۔عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اوہ۔۔۔۔میں اپنا سوال واپس لیتی ہوں"۔

"نہیں دیتے" ۔عمران نے چڑچڑاہٹ ظاہر کی اور لڑکی ہنسنے لگی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس ملک کے لوگ اتنے ہنسوڑ کیوں ہیں؟۔ جب دیکھو تب دانت نکلے ہوئے ہیں۔ ہماری ریاست میں تو اگر آدمی شارع عام پر ہنستا ہوا نظر آئے تو اسے وہی سزا دی جائے گی جو سڑک کے کنارے بیٹھ کر پیشاب کرنے کی ملتی ہے"۔

" کمال ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے"؟۔لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہنسنا صرف شاہی خاندان کے افراد کو زیب دیتا ہے اور قانونی طور پر صرف وہی برسر عام ہنستے ہیں"۔

"لیکن میں نے ابھی تک آپ کو ہنستے نہیں دیکھا"؟۔

"ہم عوام میں بہت مقبول ہیں اس لیے مصلحتاً ہنسنا چھوڑ دیا ہے"۔

"خوب۔۔۔بھلا مصلحتاً کیوں"؟۔

" ارے بھئی، پھر وہ ہمیں کس طرح اپنے دکھ درد میں شریک سمجھیں گے۔ ویسے تنہائی میں ہمیں ان ڈھکوسلوں پر بے تحاشہ ہنسی آتی ہے"۔

"آپ کا قیام کہاں ہے"؟۔

"قیام۔۔۔ارے یہاں ہماری کئی کوٹھیاں موجود ہیں جہاں چاہیں قیام کر سکتے ہیں"۔

"آپ کے ساتھ آپ کے خاندان کے دوسرے افراد بھی ہوں گے"؟۔

"ہرگز نہیں ۔ہم سفر میں ایسے روگ نہیں پالتے"۔

www.urduu.com
پرو ایکٹیوز پروڈکشن

"آہا۔۔آپ واقعی شہزادے ہیں۔۔۔مگر کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے"؟۔

اس سوال پر عمران شرما گیا۔دانتوں میں انگلی دبا کر نظریں نیچی کر لیں اور جھینپے ہوئے انداز میں مسکرانے لگا۔

"بولیئے نا"؟۔

عمران پہلے تو اسی انداز میں خاموش بیٹھا رہا پھر جلدی سے بولا۔ "حضور ابا سے پوچھئے"۔اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر دوہرا ہو گیا۔

"ارے۔۔۔واہ۔۔۔"لڑکی ہنس پڑی۔ "آپ نے تو پردہ نشین لڑکیوں کو بھی مات دیا"۔

عمران نے تھوڑی دیر تک سر ہی نہیں اٹھایا تو گفتگو کیا کرتا۔بدقت تمام وہ سیدھا ہوا لیکن اب بھی چہرے پر حماقت کے آثار باقی تھے۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ کیا عمران کے ظاہر و باطن میں مماثلت نہیں ہے کیا وہ اسی طرح لڑکیوں پر ڈورے ڈالتا ہے۔

www.oneurdu.com

"ارے شہزادے صاحب، بھلا یوں کام کیسے چلے گا"۔لڑکی نے پھر اُسے بولنے پر مجبور کیا۔

"پھر کیسے چلے گا"؟۔عمران نے نظریں نیچی کر کے کہا۔

"آپ شادی سے شرماتے ہیں"؟۔

"وہ۔۔۔و۔۔۔دیکھیے۔۔۔دراصل۔۔۔ "عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"نہیں ہوئی"؟۔لڑکی نے پوچھا۔

عمران نے نفی میں سر ہلا کر پھر نظریں جھکا لیں۔

اب صفدر نے محسوس کر لیا کہ لڑکی کچھ مضطرب سی نظر آ رہی ہے وہ بار بار اپنی ساتھیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے انہیں کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔صفدر نے ایک طویل سانس لی۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لڑکیاں کس چکر میں ہیں۔اس نے شروع میں ان کی آپس کی گفتگو بھی سنی تھی۔

دفعتاً لڑکی نے عمران سے کہا۔ "اچھا پرنس کیا ہم دوست بن گئے ہیں"؟۔

"ارے واہ"۔عمران خوش ہو کر بولا۔ "ہمیں کتنی تمنا تھی۔اف۔۔فوہ۔۔۔بات دراصل یہ ہے کہ

ہماری تعلیم و تربیت محل ہی میں ہوئی ہے۔ہم نے بہت انگریزی پڑھی ہے لیکن کبھی کالج یا اسکول نہیں گئے۔ ہم انگریزی کی کتابوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی کے بارے میں پڑھا کرتے تھے اور سوچتے تھے کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔جھوٹ ہے ان دونوں میں دوستی کیسے ہوسکتی ہے۔ایک بار ہم نے حضور ابا سے بھی پوچھا تھا لیکن ہم پر شاہی ڈانٹ پڑی تھی"۔

"شاہی ڈانٹ"؟۔وہ لڑکی پھر ہنس پڑی۔ "بھلا یہ شاہی ڈانٹ کیسے پڑتی ہے"؟۔

"بھئی، پتا نہیں یہاں ڈانٹ ڈپٹ کا کیا طریقہ ہے۔یہاں کی تو دنیا ہی نرالی ہے۔ہمارا یہاں کچھ محلاتی دفاتر ہوتے ہیں۔ان میں ڈانٹ ڈپٹ کا بھی ایک دفتر ہے"۔

"بھلا آپ پر کیسے ڈانٹ ڈپٹ پڑی تھی"؟۔

"بس حضور ابا نے ایک پرچہ لکھ کر ہمیں دیتے ہوئے حکم صادر فرمایا تھا کہ ڈانٹ ڈپٹ کے دفتر جاو۔ہم اس کا مطلب سمجھتے تھے"۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"کیا مطلب سمجھتے تھے"؟۔

"یہی کہ ڈانٹ ڈپٹ پڑے گی مگر۔۔۔۔" عمران ہنسنے لگا۔خوب ہنسا اور پھر بولا۔ "بھئی کیا بتائیں اس محکمے کا سربراہ ایک بہت بوڑھا آدمی ہے اس کے منہ میں ایک دانت بھی نہیں ہے۔ڈانٹ ڈپٹ وہی کرتا ہے بس کیا بتائیں کیسا لطف آتا ہے جب وہ ڈانٹنے لگتا ہے۔کہتا ہے شہزادے صاحب آپ گگھے ہیں۔بے ۂوف ہیں۔آئیزگا ایسا نہ ہونا چاہیے۔ہم اس کے الفاظ پر غور کرتے ہیں جن کا صحیح تلفظ دانتوں کی عدم موجودگی کی بنا پر ناممکن ہے۔غور کرتے ہیں اور ہنستے ہنستے ہمارا برا حال ہوجاتا ہے اس پر وہ اور چراغ پا ہوتا ہے اور غصے سے پاگل ہوکر اپنی چھاتیاں پیٹنے لگتا ہے اور ہم ہنستے ہیں اور وہ جوش اور غضب میں قلابازیاں کھانے لگتا ہے"۔

"مگر یہ محکمہ عجیب ہے"؟۔

"مجبوراً یہ محکمہ قائم کرنا پڑا ہے کیونکہ حضور ابا کے خیال شاہی کے مطابق انہیں ڈانٹنے کا سلیقہ نہیں ہے۔اس لیے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کا سلیقہ بھی قائم کرنا پڑا ہے"۔

"خیر۔۔۔۔تو ہاں آپ لڑکیوں سے دوستی کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے"؟۔

"ہمیں بڑا شوق تھا لڑکیوں سے دوستی کا۔اسی لیے ہم آپ کے ملک میں آئے ہیں لیکن ابھی تک ہماری کسی لڑکی سے دوستی نہیں ہو سکی"۔

"اگر ہو جائے تو"؟۔لڑکی بڑے دل آویز انداز میں مسکرائی۔

"ہم بہت مسرور ہوں گے"۔

"بس چلئے ہم دوست ہو گئے"۔لڑکی بولی۔

"زہے نصیب۔۔۔۔یعنی ہم شائد غلط بول گئے۔بے نصیب کہتے ہیں شائد"؟۔

"نہیں پہلے ہی آپ نے صحیح کہا تھا۔زہے نصیب"۔لڑکی نے کہا۔چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ "اچھا پلس میں ابھی آئی۔مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے کیا آپ میرا انتظار کریں گے"؟۔

"ضرور ضرور۔۔۔۔ہم حماقت تک آپ کا انتظار کریں گے"۔

"آہا۔۔۔ "لڑکی مسکرائی۔"شائد آپ قیامت کو حماقت کہہ رہے ہیں"؟۔

"قیامت۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔قیامت۔۔۔دیکھو ہم اردو سیکھ رہے ہیں"

" کوئی بات نہیں۔اچھا تو میں ابھی آئی"۔وہ اٹھ گئی اور اب وہ بھی آمدورفت کے دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

صفدر بھی اٹھ گیا۔وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیوں اٹھی ہے؟۔کچھ دیر پہلے اس نے اپنی ساتھیوں کو کہاں بھیجا تھا۔

--------*----*

سردی یونہی زیادہ تھی۔ پھر مہندی کی باڑھ نے اسے کچھ اور شدید کردیا مگر صفدر جہاں تھا وہاں سے جنبش نہیں کرسکتا تھا کیونکہ قد آدم باڑھ کی دوسری جانب وہ تینوں لڑکیاں موجود تھیں اور ان کی گفتگو ایسی ہی تھی کہ صفدر کے پیر وہیں جم کر رہ گئے تھے۔

ایک آواز، "میرے خیال سے تو ٹھیک ہے"۔

دوسری آواز۔ "لیکن اگر وہ احمق نہ ثابت ہوا تو"؟۔

تیسری آواز۔ "تمہاری مین میخ کچھ نہ ہونے دے گی۔ میں کہتی ہوں آخر کسی کو آزمایا تو جائے؟۔ اگر احمق نہ ثابت ہوا تب بھی کیا ہم خسارے میں رہیں گے؟۔ یہی سمجھ لینا ایک دلچسپ تفریح ہوتی رہی ہے"۔

"پہلی آواز۔ "مجھے تو فراڈ معلوم ہوتا ہے۔ کوئی شکاری جو کسی بوڑھے اور نا کارہ شیر کی طرح بھگت بن گیا ہو"۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

دوسری آواز۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی احمق شہزادہ ہی ہے"۔

تیسری آواز۔ "خیر چھوڑ۔ کیا کہتی ہو۔ کیا کیا جائے"؟۔

دوسری آواز۔ "میری دانست میں اسے بہلا پھسلا کر لے چلو۔ دوستی تو کر ہی لی تو نے"۔

" مگر مجھے حیرت ہے کہ وہ تنہا کیوں ہے؟۔ اگر شہزادہ ہوتا تو۔۔۔" تیسری آواز تھی۔

دوسری آواز۔ "پھر تم نے شروع کردی بحث۔ اب ہمارے کان نہ کھاؤ۔ اگر اس مشورے پر عمل کرنا ہے تو کرو ورنہ میں تو چلی۔ اسے آزمانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ فوراً ہی واپس نہ جاؤ۔ یہ دیکھو کہ وہ وہ تمہارا انتظار کرتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ منتظر ملے تو سمجھو لوک کا آمد ہے بس پھر ہم یہیں سے اسے غائب کردیں گے"۔

"تو میں ابھی واپس نہ جاؤں"؟۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ آؤ چل کر کسی قریبی رستوران میں وقت گزاریں"۔

پھر صفدر نے قدموں کی چاپ سنی اور تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ وہ تینوں کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے گزر کر باہر جا رہی ہیں۔

صفدر نے سوچا کہ اب موقع ہے عمران کو حالات سے باخبر کر دینا چاہیے۔ وہ تیزی سے ڈائننگ ہال میں واپس آیا۔ عمران اب بھی اپنی میز پر موجود تھا۔ صفدر سے نظریں ملتے ہی وہ مسکرایا اور صفدر نے ایک طویل سانس لی۔۔۔ تو اس نے اسے پہچان لیا تھا۔

صفدر اس کے قریب پہنچ کر بہت ادب سے جھکا اور سیدھا کھڑا ہوتا بولا۔

"اے چمروٹی کے شہزادے صاحب۔ آپ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں"۔

" گڈ "۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔ " آج تمہاری حماقت بار آور ہوئی ہے۔ کیوں کیا خبر ہیں " ؟۔

صفدر نے مختصراً لڑکیوں کی گفتگو دہرائی اور پھر پوچھا۔ " آپ کا کیا خیال ہے " ؟۔

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ " تم نے بڑی اچھی خبر سنائی لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے بیانات کی صداقت تسلیم کر لیں اس کے لیے تمہیں بھی کچھ کرنا پڑے گا"۔

"جو کچھ فرمایئے"۔

www.oneurdu.com

"ان کی واپسی پر میرے پاس آ کر تم مجھے کورنش بجالاؤ گے اور ایسی زبان میں کچھ کہو گے جو تمہارے فرشتوں کی بھی سمجھ میں نہ آ سکے۔ بس کچھ اوٹ پٹانگ بک دینا۔ تھوڑی دیر تک ہم اپنی مادری زبانوں میں گفتگو کریں گے۔ پھر جب میں نے غصیلے انداز میں ہاتھ ہلا کر کچھ کہوں تو تم خوفزدہ انداز میں پھر سر کورنش بجالانا اور الٹے پاؤں واپس۔۔۔ باہر انتظار کرنا۔ تمہیں بہر حال مجھ پر نظر رکھنی ہے لیکن اس وقت تک کوئی ایکشن ہرگز نہ لینا جب تک کہ میری طرف سے۔۔۔ اشارہ نہ ملے۔ بس اب جاؤ"۔

صفدر پھر ڈائننگ ہال سے باہر آ گیا۔ اب اسے لڑکیوں کی واپسی کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھاٹک میں نظر آئیں اور صفدر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔

--------*----*

عمران نے ان تینوں کو ہال میں آتے دیکھا لیکن خود کو بے خبر ظاہر کرتا رہا۔ سنجیدہ لڑکی کی طرح اس کی میز کی طرف آئی اور اس کی دونوں ساتھی قریب کی ایک خالی میز پر چلی گئیں۔

"مجھے افسوس ہے پرنس"۔لڑکی ہنستی ہوئی بولا۔ "آپ کو اتنی دیر تک انتظار کرنا پڑا"۔

" کوئی بات نہیں ہے"۔عمران مسکرایا۔ " مگر ہم بے حد پریشان ہیں"۔

" کیوں۔۔۔"؟

"ابھی ہمارا سیکرٹری تلاش کرتا ہوا پہنچا تھا۔ہم بمشکل تمام اس سے خود کو چھپا سکے"۔

" کیوں؟۔چھپنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"ارے وہ کسی بری روح کی طرح ہمارے سر پر مسلط ہو جاتا۔حضور ابا کی ہدایت تھی کہ ہمیں کسی وقت تنہا نہ چھوڑا جائے"۔

" کیا اس وقت بھی یہاں آپ کا کوئی آدمی موجود ہے"؟۔لڑکی نے چاروں طرف مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

ون اردو پر خوش آمدید

"نہیں ۔وہ کمبخت ہمیں یہاں نہ پا کر واپس گیا ہوگا۔ہم نے اسے دیکھتے ہی باتھ روم میں قدم پنجہ فرمایا تھا"۔

"قدم رنجہ "۔لڑکی نے تصحیح کی

پروایکٹیوز پروڈکشن

"اوہ۔۔۔شکریہ۔آپ واقعی بہت اچھی دوست ہیں۔آپ کے ساتھ رہ کر ہم اچھی اردو بولنے لگیں گے"۔

"ضرور۔۔ضرور۔۔۔ "لڑکی نے سر ہلا کر کہا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت عمران میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔ "دیکھ لیا نا ہنجار نے اس بار دیکھ لیا"۔

" کس نے دیکھ لیا"؟۔لڑکی نے بوکھلا کر چاروں نظر دوڑائی۔

"اسی نامراد سیکرٹری نے۔۔۔کمبخت شائد یہیں منڈلاتا رہا تھا"۔

اتنے میں صفدر میز کے قریب پہنچ کر نہایت ادب سے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر اوٹ پٹانگ آوازیں نکالنے لگا۔اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں نظر آ رہی تھیں۔کم از کم کوئی ایسا آدمی تو اسے نہیں پہچان سکتا تھا جس نے کچھ دیر پہلے اسے یونہی رواروی میں دیکھا ہو۔

عمران نے جواباً کچھ کہا۔پھر تھوڑی دیر تک انہیں ناقابل فہم الفاظ کا تبادلہ ہوتا رہا۔اس کے بعد دفعتاً عمران کا لہجہ غصیلا ہو گیا۔صفدر خاموشی سے سنتا رہا اور عمران کے خاموش ہوتے ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور کچھ دور

الٹے پیروں چل کر ایڑیوں پر گھوم گیا۔ اس کا رخ صدر دروازے کی طرف تھا۔

"گدھا کہیں کا" ۔عمران دانت پیس کر بڑبڑایا۔ "گویا ہم ننھے بچے ہیں۔ شہر میں کھو جائیں گے"۔

"کیوں پرنس کیا کہہ رہا تھا"؟۔لڑکی نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"ارے بکواس کر رہا تھا۔ کہنے لگا ہم سب بے حد پریشان تھے۔ آپ بتائے بغیر یہاں چلے آئے۔ ہم نے کہا بھاگ جاو۔ اگر آس پاس کہیں دکھائی دیئے تو بڑی سخت سزا ملے گی۔ بس چلا گیا۔۔۔۔ اب بتایئے کیا ہم کہیں کھو جائیں گے"؟۔

"ہرگز نہیں۔۔۔۔ یہ دیکھ بھال تو زندگی کا لطف ہی نہیں اٹھانے دیتی"۔

"اور۔۔۔۔ کیا۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔ ابھی تک ہمیں اپنی دوست کا نام بھی نہیں معلوم ہوا"؟۔

"میرا نام شالی ہے"۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com

"اوہ۔۔۔ یہ تو شاید بیوی کی بہن کو بھی کہتے ہیں"؟۔

"ارے نہیں" ۔لڑکی ہنس پڑی۔ "اسے سالی کہتے ہیں"۔

"اوہ۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ سمجھ گیا۔۔۔ سین شین کا فرق"۔

"جی ہاں۔ کیا آپ نے اردو پڑھی بھی ہے"؟۔

"ہاں۔ ہمیں اردو عربی، فارسی اور انگریزی پڑھائی گئی تھیں لیکن ان زبانوں کی بول بال مشکل ہے"۔

"بول چال" ۔شالی نے تصحیح کی"۔

"شکریہ۔ دیکھیے نا مشکل۔ میں دراصل با محاورہ زبان بولنے کی کوشش کرتا ہوں اس لیے غلطی ہو جاتی ہے"۔

"میں آپ کو کافی مدد دوں گی"۔

"دوست جو ٹھہریں" ۔عمران احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

شالی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "چلیے میں آپ کو اپنا گھر دکھا دوں"۔

"مم۔۔۔ مگر"۔

"ہاں کہیے۔ کیا بات ہے"؟۔

"آپ کے والدین برا تو نہیں مانیں گے۔ ہماری ریاست میں لوگ اسے معیوب سمجھتے ہیں"۔

"اوہ۔۔۔اس کی فکر نہ کیجئے۔ میں اپنی کوٹھی میں تنہا رہتی ہوں"۔

"ارے"۔ عمران آنکھیں پھاڑ کر اچھل پڑا۔ چند لمحے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے رہا پھر بولا۔ "ہمیں حیرت ہے کہ لڑکیاں بھی تنہا رہتی ہیں"؟۔

"یہ میری دونوں سیکرٹری بھی تو ہیں لیکن برا نہیں مانیں گی"۔

عمران کچھ نہ بولا۔

"تو پھر چلئے"۔ شالی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ضرور چلیں گے۔ مگر ذرا ٹھہر جائیے" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہم اطمینان کر لے کہ ہمارا کوئی آدمی یہاں موجود نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ لڑکیوں سے دوستی کی خبریں شاہی کانوں تک پہنچیں"۔

شالی خاموش ہو گئی۔ اب وہ مطمئن نظر آنے لگی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بہت بڑی فکر سے نجات مل گئی ہو۔

www.pheladu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

عمران نے اٹھ کر پورے ہوٹل چکر لگائے۔ شالی بھی اس کے ساتھ ساتھ رہی اور پھر عمران نے کہا۔

"ہمیں یقین ہے اس وقت یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے"۔

"تو پھر چلیں نا"؟۔

"ضرور۔۔۔ضرور۔۔۔"

ایک لمبی سی خوبصورت کار انہیں اٹھائے ہوئے کمپاؤنڈ سے باہر نکلی۔ شالی کے ساتھیوں میں اس سے ایک اسے ڈرائیو کر رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں اگلی ہی سیٹ پر تھیں اور شالی عمران کے ساتھ پچھلی سیٹ پر۔

"کل تک ہم اداس رہا کرتے تھے لیکن اس وقت ہم اتنے مسرور کیوں ہیں"؟ عمران نے پرمسرت لہجے میں پوچھا۔

"میں بتاؤں شہزادے صاحب"؟ ڈرائیو کرنے والی لڑکی نے کہا۔

"تم خاموش رہو"۔ شالی جلدی سے بول پڑی۔

"میرا بھی حق ہے"۔ جواب ملا۔

"محترمہ گالی۔۔۔ہمیں بدتمیزی پسند نہیں ہے" عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا اور دونوں لڑکیاں بے ساختہ ہنس پڑیں۔

"میرا نام شالی ہے"۔شالی نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہ۔معاف کیجئے۔ہمیں دراصل بھول جانے کی بھی عادت ہے" عمران اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔تھوڑی دیر تک برا سامنہ بنائے بیٹھا رہا پھر کہا۔ "بعض اوقات اس عادت کی وجہ سے ہمیں پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں"۔

" کوئی بات نہیں"۔شالی ہنس کر بولی۔ "ہم بے تکلف دوست ہیں نا"۔

" بے تکلف بھی ہیں" عمران نے مسرت اور تحیر ملے جلے لہجے میں پوچھا۔

"بالکل۔۔۔قطعی۔۔۔"

ون اردو پر خوش آمدید
www.urdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"اوہو۔۔۔اوہو۔۔۔" عمران نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔"ہم کتنے مسرور ہیں۔۔۔کتنے خوش ہیں۔کتنے بھڑ بھڑ گل ہیں"

"بھڑ بھڑ گل کیا"؟۔

"اوہ۔۔۔ارے۔۔۔اف نوہ۔۔۔مسرت کی زیادتی میں ہم اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔بھڑ بھڑ گل ہماری زبان میں خوش قیمت۔۔۔قیمت۔۔۔ہی تو کہتے ہیں۔۔۔خوش قیمت کو کہتے ہیں بھڑ بھڑ گل"۔

"نہیں شاید آپ خوش قسمت کہنا چاہتے ہیں"؟۔

"اوہاں۔۔۔خوش قسمت۔۔۔قسمت۔۔۔ٹھیک ہے۔پتا نہیں کب ہمیں اردو بولنا آئے گا"۔

"آپ ویسے بھی خاصی اردو بول لیتے ہیں لیکن لہجے پر قادر نہیں ہیں۔اس کی البتہ مشق بہم پہچانی پڑے گی"۔

"مشق۔۔۔ہاں۔ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہائے اللہ۔اوئی اللہ۔اور الا قسم بالکل اسی انداز میں کہیں جیسے آپ لوگ کہتے ہیں مگر ہم سے نہیں بنتا۔کتنا اچھا لگتا ہے کانوں کو کتنا بھلا لگتا ہے۔اچھا یہ نوج کیا ہے ہم اس کے معنی نہیں سمجھتے ایک بوڑھی عورت سے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ہمیں یاد نہیں کہ ہم نے اس سے کیا کہا تھا جس کے جواب میں اس نے ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہا تھا ہم نے اردو کی لغات چھان ماری لیکن اس لفظ کے معنی ہمیں کہیں نہ ملے۔آپ بتایئے"؟۔

"مم۔۔۔میں۔۔۔بتاؤں"؟۔شالی کچھ سوچ کر ہکلائی۔

"ہاں بتایئے تاکہ ہمیں اس کے استعمال کا سلیقہ ہو سکے"۔

"ارے واہ۔آپ بھی ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہہ لیا کیجئے"۔ڈرائیو کرنے والی لڑکی نے کہا۔

"مگر سوال یہ ہے کہ معنی معلوم ہوئے بغیر اسے کیسے استعمال کر سکیں گے۔مثلاً ہمیں یہ تو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ ہم کب نوج کہیں"؟۔

"میں بتاؤں گی"۔لڑکی نے کہا۔"محترمہ شالی کی اردو بھی بہت زیادہ اچھی نہیں ہے کیونکہ ان کی ماں ہنالولو کی تھیں اور باپ سانی لفیڈ کے"۔

شالی خاموشی سے اپنا نچلا ہونٹ چبا کر رہ گئی۔کچھ بولی نہیں۔

اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"اچھا تم ہی معنی بتاؤ"؟۔عمران نے کہا۔

"نوج اشارتی اثبات بھی ہے اور صوتی بھی"۔

"ارے باپ رے اتنی گاڑھی اردو"۔

آپ نے عربی اور فارسی بھی تو پڑھی ہے"؟۔لڑکی نے کہا۔

"او ہاں۔ٹھہریئے"۔عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔"اشارتی اثبات۔اچھا ٹھیک ہے۔ہاں سمجھ گئے۔مگر صوتی۔۔۔صوتی۔۔۔صوتی۔۔۔اور اشارتی۔۔۔بھئی دیکھو اثبات تو ہم سمجھتے ہیں لیکن اشارتی اور صوتی کا چکر سمجھ میں نہیں آتا"۔

"ناک پر انگلی رکھنا اشارہ ہے"۔لڑکی بولی۔"جس کا مطلب ہے "ہاں" یعنی یہ اشارتی اثبات ہوا۔اور لفظ نوج کے معنی بھی ""ہاں"" ہے۔محل استعمال ہے کہ جب اثبات میں بہت زیادہ زور پیدا کرنا ہو تو ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہئے"۔

"ارے واہ"۔عمران بچوں کی طرح خوش ہو کر اچھل پڑا۔"اب بالکل سمجھ میں آ گیا۔شکریہ"۔

شالی نے غصیلے انداز میں ڈرائیو کرنے والی لڑکی کی طرف دیکھا مگر اس بار بھی خاموش ہی رہی۔

کار گرینڈ کالونی کی ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔عمران نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے لیکن کچھ بولا نہیں۔

عمارت شاندار تھی لیکن وہاں عمران کو ان تینوں لڑکیوں کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔تینوں آپس میں بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھیں مگر عمران نے ان کے اس رویہ پر نہ تو حیرت ظاہر کی اور نہ کسی قسم کا تبصرہ ہی کیا۔

--------*----*

جولیانا فنرز واٹر الجھن میں مبتلا تھی۔پچھلی رات صفدر نے اسے یہاں تک اطلاع دی تھی کہ عمران گرینڈ کالونی کی عمارت گرین ہاؤز میں داخل ہو چکا ہے۔اس کے بعد کے حالات اسے معلوم نہیں ہوئے تھے۔وہ سوچ رہی تھی کہ عمران کو اس طرح پھسلا لے جانے والی لڑکیاں کون ہو سکتی ہیں؟۔اور اس حرکت کا مقصد کیا ہوگا؟

کیا وہ خود اس معاملے کو دیکھے؟لیکن پھر یہ سوچ کر غصہ آ گیا کہ عمران اس کا مضحکہ اڑائے گا۔وہ پہلے بھی کئی بار ایسے حالات میں اسے شرمندہ کر چکا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ آخر وہ اس کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہے؟۔اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟۔اس کی نجی معاملات میں کیوں دخیل ہوتی ہے۔ایسے مواقع پر جولیا کٹ کر رہ جاتی اور اسے غصہ بھی آتا۔مگر وہ مجبور تھی کیوں کہ عمران کی ٹوہ میں رہنا اس کی فطرت ثانیہ بن کر رہ گئی تھی۔عمران کے علاوہ اسے اور کسی کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔

"آفس میں داخل ہو کر اس نے سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس کے لیے کوئی پیغام تو نہیں ہے"۔

دو بجے تک وہ الجھن میں مبتلا رہی کیونکہ صفدر کے ساتھ ہی چوہان نعمانی اور صدیقی بھی آفس سے غائب تھے۔خاور سے صرف اتنا ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ چاروں رات ہی سے کسی اہم کام کے سلسلے میں غائب ہیں۔کام کی نوعیت کا علم شاید خاور کو بھی نہیں تھا۔ورنہ کم از کم جولیا سے تو ہرگز نہ چھپاتا۔

دو بجکر دس منٹ پر اس کے مخصوص فون کی گھنٹی بجی اور اس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور اٹھالیا۔دوسری طرف صفدر ہی تھا۔

"میں تنگ آ گیا ہوں عمران صاحب سے"۔صفدر نے کہا۔

" کیوں کیا ہوا"؟۔جولیا نے بے چینی سے پوچھا۔

"رات ہی سے ہم چاروں اس عمارت کی نگرانی کر رہے تھےلیکن اب اس وقت وہ عمارت سنسان پڑی ہے اورمالک مکان اب اسے کسی دوسرے کرایہ دار کے سپرد کر رہا ہے"۔

"وضاحت سے بیان کرو"؟۔جولیا جھلا گئی۔

"آج صبح دس بجے کار میں تینوں لڑکیاں باہر نکلی تھیں۔چوہان نے کار کا تعاقب کیا تھا۔کار میں صرف وہی تینوں تھیں۔عمران ان کے ساتھ نہیں تھا۔ڈیڑھ بجے چوہان واپس آیا۔اس نے بتایا کہ وہ کار تو بحری سفر پر روانہ ہوگئی ہے"۔

"صفدر کیوں احمقانہ باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو"؟۔

"عمران کا معاملہ ہے نا۔۔۔ہر آدمی پاگل بن کر رہ جاتا ہے"۔

www.oneurdu.com

"سیدھی سادی باتیں کرو"۔وہ غرائی۔

"ارے بھئی خفا کیوں ہوتی ہو۔میرا خیال ہے کہ اس بار میاں عمران کی ہڈیوں کا بھی پتا نہیں چلے گا وہ کار بندرگاہ گئی تھی اور اسے باربرداری کے ڈاک پر لے جایا گیا تھا،جہاں کرین کے ذریعے ایک باربردار اسٹیمر پر بار کی گئی۔تینوں لڑکیاں بھی اسی اسٹیمر پر سوار ہوئی تھیں۔عمران وہاں بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔پھر جب چوہان نے واپس آکر اطلاع دی تو میری تشویش بڑھ گئی میں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ ایک گاڑی آکر رکی اس پر سے دو آدمی اترے۔۔۔اور اندر چلے گئے۔جب وہ واپس آئے تو ان کی گفتگو سے میں نے اندازہ کیا کہ ان میں سے ایک مالک مکان ہے اور دوسرا شائد اس عمارت کو کرایہ پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔میری الجھن بڑھ گئی،میں نے آگے بڑھ کر مالک مکان سے ان تینوں لڑکیوں کے متعلق پوچھا اس نے کہا محترمہ شالی نے مکان خالی کر دیا اب میں اسے دوسرے کرایہ دار کو دے رہا ہوں۔ یہ سن کر میں چکرا گیا اور فوراً ہی کسی لٹ جانے والے تاجر کی سی ایکٹنگ شروع کر دی۔میں نے اسے بتایا کہ تین لڑکیاں میری زیوارات کی دکان پر گئی تھیں انہوں نے آٹھ ہزار کے زیورات خریدے۔تین ہزار میں نقد دے دیئے اور پانچ ہزار کے لیے کہا کہ میں اپنا ایک آدمی انکے ساتھ کر دوں وہ گھر پہنچ کر ادا کر دیں گی۔لہذا دکان کا منتظم ان کے ساتھ کر دیا گیا انہوں نے اسی عمارت کا پتا دیا تھا واقعی دس بجے کا بتایا۔۔۔مالک مکان

اس اطلاع پر بوکھلا گیا۔ میں نے خیال ظاہر کیا کہ وہ لڑکیاں مکان چھوڑ گئی ہیں تو وہ آدمی یقینی طور پر قتل کر دیا گیا ہوگا۔ جو پانچ ہزار رقم وصول کرنے کے لیے ان کے ساتھ آیا تھا۔۔۔ کرایہ دار نے مالک مکان کو سہارا دیا وہ چکرا کر گر ہی پڑا ہوتا۔ میں بڑی کامیابی سے اپنا پاٹ ادا کر رہا تھا۔۔۔ پھر میں نے اس مکان کی تلاشی لے ڈالی لیکن عمران کا کہیں پتا نہ تھا۔

تم نے ٹھیک طور پر نگرانی کی ہی نہیں تھی"۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"خیریت تو میں یا میرے ساتھی ہی بہتر جان سکتے ہیں"۔ صفدر کا لہجہ بھی ناخوشگوار تھا۔ جس کے نتیجے میں جولیا کو سنبھلنا پڑا اور اس نے اپنے لہجے میں بے تعلقی پیدا کر کے پوچھا "کیا اسٹیمر کا نام اور گاڑی کے نمبر نوٹ کیے گئے تھے"؟۔

"ہاں اسٹیمر کا نام "سبک رو" تھا، اور کار کے نمبر بھی نوٹ کرو" صفدر نے کار کے نمبر بتائے اور جولیا نے انہیں سامنے پڑے ہوئے پیڈ پر نوٹ کیا"۔

"اسٹیمر کے متعلق کیا معلومات حاصل کیں"؟ جولیا نے پوچھا۔

"ابھی تک کچھ بھی نہیں۔ ویسے، وہ پرشین گلف کے لیے روانہ ہوا ہے"۔

"روانہ ہو چکا ہے"؟۔

"ہاں ایک بج کر چالیس منٹ پر۔۔۔ خیر اب بتاؤ؟ مجھے کیا کرنا ہے؟ کیا تم اس کی اطلاع ایکسٹو کو دے چکے ہو"؟۔

"ضروری نہیں ہے"۔ جولیا نے یک بیک پھر تیز ہو کر کہا۔ "تم نے یہ سب کس کے حکم سے کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عمران کا کوئی نجی معاملہ ہو"؟۔

"یہ سب کچھ میں نے عمران ہی کے حکم سے کیا تھا"۔

"وہ حکم دینے والا کون ہے"؟۔

"یہ تو میں نہیں جانتا۔۔۔ لیکن کیا میں تمہیں وہ پچھلے احکامات یاد دلاوں جو تمہارے ہی توسط سے ہم لوگوں تک وقتاً فوقتاً پہنچتے رہے ہیں۔ کیا تم نے کئی بار یہ نہیں کہا کہ عمران کے معاملات میں ایکس ٹو سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا اور یہ ایکس ٹو ہی کا حکم تھا"۔

www.oneurdu.com
پروائیڈیڈ پروڈکشن

"خیر۔۔۔خیر ختم کرو۔۔۔جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن دوسرے احکامات کے منتظر رہو"۔
اس نے سلسلہ منقطع کر دیا اب وہ ایکس ٹو سے گفت وشنید کرنا چاہتی تھی۔ آج کل وہ ہر وقت دانش منزل میں ہی مل سکتا تھا۔

آج کل کے حالات عجیب تھے۔ جب سے نئی حکومت قائم ہوئی تھی ہر وقت غیر ملکی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا خدشہ لگا رہتا تھا اس لیے سیکرٹ سروس کا چیف ہونے کی وجہ سے عمران کی مصروفیات اور ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں۔ وہ زیادہ تر اپنی قیام گاہ سے غیر حاضر رہتا، یہی وجہ تھی کہ آج کل بلیک زیرو مستقل طور پر بحیثیت ایکس ٹو اس کا رول ادا کر رہا تھا۔ لہذا ہر وقت اسے دانش منزل ہی میں موجود رہنا پڑتا تھا۔۔۔ اور یہیں سے وہ عمران کی عدم موجودگی میں اس کے ماتحتوں کو کنٹرول کرتا تھا۔ اگر کوئی خاص بات معلوم ہوتی اور وہ خود اس کے متعلق کوئی واضح فیصلہ نہ کر سکتا تو عمران سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا پھر اس سے جو ہدایت ملتی اس کے مطابق احکامات صادر کرتا۔

www.oneurdu.com

جولیا نے اس سے فون پر رابطہ قائم کر کے عمران کے حالات سے آگاہ کیا۔

پروایکٹیور پروڈکشن

"اچھا۔۔۔" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی تھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "مگر اس نے مجھے اس معاملے سے آگاہ نہیں کیا جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اسے اس کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ اچھی بات ہے تم جہاں ہو وہیں ٹھہرو، اور اپنے آدمیوں میں سے کسی کو بھی ادھر ادھر نہ ہونے دو، میں بندرگاہ کے آفیسروں سے "سبکرو" کے متعلق پوچھ گچھ کر کے تمہیں اطلاع دوں گا"۔

پھر سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور جولیا اس کی دوسری کال کے انتظار میں ایک ایک پل شمار کرنے لگی تھی۔ ساتھ ہی دل ہی دل میں عمران کو برا بھلا بھی کہتی جا رہی تھی۔ جس کی وجہ سے اکثر اس کا ذہنی توازن بگڑنے لگتا تھا۔
تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد اس نے بلیک زیرو کی کال ریسیو کی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔دیکھو "سبکرو" پرشین گلف کے لیے روانہ ہوا ہے۔۔۔ اور اس نمبر کی کار یقینی طور پر بار کی گئی تھی۔ مگر ٹھہرو تمہارا بیان ہے کہ کار میں صرف وہی تینوں لڑکیاں تھیں عمران نہیں تھا"؟۔

"صفدر کا یہی بیان ہے جناب"۔ جولیا نے کہا۔

"ٹھیک ہے تو پھر درست ہی ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ صفدر نے نگرانی بھی بخوبی کی ہو گی، وہ کافی ہوشیار

ہے۔۔۔ہاں تو گاڑی کا ماڈل اور میکر کیا تھا"؟۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔یہ تو نہیں معلوم ہو سکا جناب"۔صفدر نے نہیں بتایا۔

"حالانکہ مارک کرنے کی چیز یہی تھی۔آخر تم لوگ اپنی عقلیں پوری طرح سے کیوں نہیں استعمال کرتے۔۔۔سنو ماڈل اور میکر کی بنا پر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ عمران اسی گاڑی میں موجود رہا ہو گا لیکن تمہارے آدمی دھوکا کھا گئے اس گاڑی کا ڈِکے کسی بیہوش آدمی کو چھپانے کے لیے کافی ہو گا کیونکہ اس میں خاصی کشادگی ہوتی ہے"۔

" مگر جناب، کیا کسٹم نے اسے چیک نہ کیا ہو گا، میرا خیال ہے کہ ڈوک پر ضرور چیک کی گئی ہو گی"؟۔

" غلطی کا امکان بھی ہو سکتا ہے"۔ایکس ٹو کی آواز آئی۔ "ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے گاڑی چیک نہ ہو سکی ہو۔بہر حال وہ گاڑی جزیرہ ہوبار کے لیے بک ہوئی ہے۔۔اگر کوشش کی جائے تو اس اسٹیمر کے پہنچنے سے پہلے ہی تمہارے آدمی ہوبار پہنچ سکتے ہیں ایک تیز رفتار لانچ ڈوک نمبر چھ پر ان کی منتظر ہے۔تین آدمی ماہی گیروں کی وضع قطع میں "اس کے ذریعے ہوبار جائیں گے۔لانچ کا نام نوٹ کرو۔۔"ویلفریڈ فشرز"۔لکھ لیا۔۔۔ٹھیک۔۔۔صفدر چوہان اور نعمانی۔۔۔جائیں گے۔کیا صفدر دفتر میں موجود ہے"؟۔

"جی ہاں میں نے سبھوں کو یہیں طلب کر لیا ہے"۔

انہیں فوراً روانہ کرو۔۔۔انہیں بیس منٹ کے اندر ہی اندر ڈوک پر پہنچ جانا چاہیے"۔

"بہتر ہے"۔

سلسلہ منقطع ہو گیا۔۔۔

--------*----*

عمران نے نیم بیداری کے عالم میں ایک کروٹ لی اور نتیجے کے طور پر اسے پوری طرح بیدار ہو جانا پڑا کیوں کہ نیچے گرنے کی وجہ سے آواز بھی ہوئی تھی اور چوٹ تو بہر حال آتی کیونکہ بستر فرش سے تقریباً ڈھائی فٹ اونچا تھا۔وہ کراہ کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر تک آنکھیں ملتا رہا پھر آنکھیں بھی کھولیں اور اچھل کر کھڑا بھی ہو گیا۔

کمرا وہ نہیں تھا جس میں پچھلی رات اس نے تینوں لڑکیوں کے ساتھ کھانا کھایا تھا۔۔۔مگر وہ اپنے پیروں سے چل کر خواب گاہ میں کب آیا تھا۔ اس نے ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کی کہ کھانے کے بعد اس نے کیا کیا تھا مگر یاد نہ آیا تو گویا وہ کھانے کی میز پر سو گیا تھا۔۔۔۔اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ جب کہ اسے کھانے کی میز سے اٹھنا بھی نہیں یاد آ رہا تھا۔

"اچھا۔۔جی۔۔۔ "عمران ایک طویل انگڑائی لے کر بڑبڑایا "پھر قد آدم آئینے پر نظر پڑتے ہی مسکرا کر آنکھ ماری اور آہستہ سے بولا۔ "بیٹا۔۔۔عمران۔۔۔فرض کرو کہ تم مر گئے ہو اور کیا برخوردار۔۔۔تم سچ مچ گدھے ہو گئے تھے۔ اگر اسی بے ہوشی کے عالم میں تمہارے گلوئے نازک پر کوئی بکری چھری چلا دیتی تو تم شاید بسم اللہ، اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکتے۔۔۔ذبح ہو کر بھی۔۔۔"

پھر وہ سوچنے لگا کہ آخر یہ لڑکیاں کس چکر میں ہیں لیکن اس کا ذہن فوری طور پر کوئی جواب فراہم نہ کر سکا۔

دفعتاً کسی قسم کی آہٹ سن کر مڑا۔۔۔دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔۔۔پھر ایک بالشت چوڑے درے اسے اس لڑکی کا چہرہ نظر آیا جو اسے بہت زیادہ چھیڑتی رہی تھی۔۔۔۔یہ شالی کی سکریٹریوں میں سے ایک تھی ویسے عمران کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ وہ شالی کی ملازمائیں ہوں گی۔۔۔وہ انہیں تین شریر دوست لڑکیاں سمجھتا تھا۔

دروازہ پورا کھل گیا اور لڑکی اندر چلی آئی۔

" کیا آپ جاگ پڑے شہزادے صاحب"؟۔اس نے پوچھا۔

عمران نے بڑی سنجیدگی سے ناک پر انگلی رکھ کر جواب دیا"نوج "اور بے ساختہ قسم کا قہقہہ لڑکی کے حلق سے آزاد ہو گیا۔

" کیا بے ہودگی ہے"؟۔عمران پیر پٹخ کر چیخا۔

"اوہ معاف کیجئے گا، یک بیک لڑکی سنجیدہ ہو گئی۔۔۔ "معاف فرمایئے گا یور ہائی نس مجھے ہنسی کا مرض ہے، لوگ اسے ہنسی سمجھتے ہیں لیکن یہ دراصل کھانسیاں ہیں"۔

"خیر کوئی بات نہیں ہم نے معاف فرما دیا لیکن وقت کیا ہوا۔ہماری گھڑی ناوچ ہو گئی ہے"۔

"ناوچ کیا، میں نہیں سمجھی جناب "؟۔لڑکی نے پلکیں جھپکائیں۔

"اوہ۔۔۔لاحول ولا۔۔۔۔ہم اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔۔۔ناوچ۔۔۔ناوچ۔۔۔۔۔

یعنی۔۔۔کیا کہتے ہیں جب گھڑی کی مشین رک جاتی ہے"؟۔

"او اچھا گھڑی بند ہو گئی ہے"؟۔لڑکی نے کہا۔

"او ہاں۔۔۔ٹھیک۔۔۔بند ہو گئی ہے"۔

"اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں"

"ہائیں ابھی تک آٹھ ہی بجے ہیں"۔عمران نے حیرت سے آنکھیں نکالیں آٹھ بجے تو ہم ہوٹل ہی سے تو اٹھے تھے۔اے سیکرٹری تم ہمیں ککلمپ بنانے کی کوشش نہ کیا کرو۔۔۔سمجھے"۔

"ککلمپ کیا ہوتا ہے جناب"؟۔

"ہماری زبان میں گدھی کے بچے کو کہتے ہیں"عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں سرکار"۔لڑکی ہاتھ جوڑ کر گھگھیائی۔"اتنی ہمت کہاں ہے ہم میں"۔

"خیر"۔عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہمیں ٹھیک وقت بتاؤ اور ہم کئی معاملات پر تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں"۔

"سرکار کے ہر جواب کا تشفی بخش جواب دیا جائے گا۔آپ یقین فرمائیں جناب اس وقت ٹھیک آٹھ بجے ہیں"۔

"مگر سیکرٹری یہ کیسے ممکن ہے کہ ابھی تک آٹھ بجے ہوئے ہیں۔کیا ساری دنیا کی گھڑیاں ناوچ ہو گئی ہیں یعنی وہ کیا کہتے ہیں۔۔۔ہاں بند ہو گئی ہے"؟۔

"نہیں سرکار آپ بہت سوئے ہیں۔کل رات بھر سوئے رہے آج دن بھر سوتے رہے"۔

"ہائیں۔۔۔ "عمران نے حیرت سے دیدے پھاڑ دیئے اور پھر کچھ سوچنے لگا۔آخری تھوڑی دیر بعد متذبذب انداز میں بولا۔ " مگر۔۔۔سیکرٹری۔۔۔سوال یہ ہے کہ ہم سوئے کب تھے۔ہمیں تو یاد پڑتا ہے کہ ہم کھانے کی میز پر تھے۔اس کمرے میں آنا ہمیں قطعی یاد نہیں ہے"؟۔

ارے سرکار خدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کو بیدار دیکھ رہے ہیں۔ورنہ ہماری ملکہ محترمہ شالی تو بے حد پریشان ہو

اردو پر خوش آمدید
www.urdu.com
پروفیشنل پروڈکشن

گئی تھیں انہیں غش پر غش آ رہے تھے ہوا یہ سرکار کہ آپ کھانا کھاتے کھاتے اچانک سو گئے۔ بہت ہلایا ڈلایا آوازیں دیں لیکن جواب نہ دیا اور آخر ڈاکٹر پہ ڈاکٹر آنے شروع ہو گئے رات بھر شہر کے دس بڑے ڈاکٹر آپ کے بستر کے قریب بیٹھے رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ نیند ایک طرح کے ذہنی مرض کا نتیجہ ہے۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپ کو بھول جانے کی بیماری تو نہیں ہے۔ شاید آپ نے محترمہ شالی کو بتایا تھا کہ آپ کو بھول جانے کا مرض ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر کو یہی بتایا۔ تب سب ڈاکٹروں نے بتایا کہ آپ کی نیند لمبی بھی ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے ایک دن سوتے رہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہفتہ بعد جاگیں یا دوبارہ بیدار ہونے میں پورا ایک ماہ بھی لگ سکتا ہے۔ یہ سن کر ہمارے پیروں سے زمین نکل گئی"۔

"میرے خدا۔۔۔ پیروں تلے سے زمین نکل گئی" عمران نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا پھر یونہی ہنس کر بولا "نہیں جھوٹ"؟۔

"ارے یہ تو محاورہ ہے سرکار۔ پیروں تلے سے زمین نکل جانے کا مطلب ہے بہت زیادہ پریشان ہو جانا"۔

"آہا۔۔۔ محاورہ۔۔۔ ہم نے محاورے کے متعلق کچھ پڑھا تو تھا۔ بڑے عجیب عجیب محاورے پڑے تھے۔ ارے ہاں تو ہم یہ محاورہ تو بھول ہی گئے تھے۔ سیکرٹری تو کیا واقعی ہم اسی طرح سوئے تھے"؟۔

"محترمہ شالی سے پوچھ لیجیے سرکار۔ غلط ہو تو گردن اڑا دیجیے گا مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ ہوش میں آ گئے۔ ٹھہریئے میں محترمہ شالی کو خوشخبری سنا دوں۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر ان پر دل کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اگر پرنس کو کچھ ہوا تو میں زہر کھا کر مر جاؤں گی۔۔۔ افوہ، کتنی دشواریوں میں پڑ کر ہم آپ کو یہاں تک لائے ہیں"۔

" کہاں تک لائے ہو"؟۔ ارے کیا ہم اس محل میں بھی نہیں ہیں"؟۔

"نہیں جناب، آپ کے لیے ڈاکٹروں کا یہی مشورہ تھا کہ آپ کو کسی پر فضا مقام پر لے جایا جائے جہاں کی آب و ہوا دارالحکومت کی آب و ہوا سے بہتر ہو لہٰذا ہم آپ کو اس جزیرے میں لائے ہیں"۔

"ہائیں۔۔۔ جزیرے میں۔ کس جزیرے میں کہاں لائے ہو"؟ عمران کی آنکھیں پھر حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

"بڑی عمدہ جگہ ہے سرکار۔ جنت کا نمونہ سمجھ لیجیے۔ اب اس وقت تو باہر اندھیرا ہے ورنہ کھڑکیاں کھول دیتی"۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com

"اوہ ختم کرو"۔ یک بیک عمران جھلا گیا۔ "ہمارے سیکریٹریوں میں سے کسی کو بلاؤ"۔

"مجھے بھی اپنی ہی سیکرٹری تصور فرمائیے"۔

"نہیں فرماتے۔۔۔تم کون ہو ہمیں مشورہ دینے والی۔ہمارے آدمیوں کو بلاؤ"۔

"یہاں آپ کا کوئی آدمی نہیں ہے"۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔ہم تنہا کہیں نہیں جاتے۔ہمارے ساتھ ہمارے آدمی ضرور ہوں گے"؟۔

"آپ اس کنیز کی بات بھی تو سنیئے سرکار۔بھلا آپ کے آدمیوں کو کیا معلوم کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں۔ ہمیں ان کا پتا کب معلوم تھا کہ انہیں اس کی اطلاع دیتے بس چپ چاپ آپ کو لے کر یہاں چلے آئے"۔

"یہ کیا بیہودگی ہے"؟۔عمران پھر چیخ کر بولا۔ "ہم یہاں چلے آئے اور ہمارے آدمیوں کو اس کا علم ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔اگر کوئی ریاست کا دشمن ہمیں گمنامی میں قتل کر دے تو۔۔"؟

"ارے توبہ"۔لڑکی اپنا منہ پیٹنے لگی۔ "آپ ہمیں اپنی ریاست کا دشمن کیوں سمجھتے ہیں کیا آپ کو اس وقت نہیں قتل کر سکتے تھے سرکار جب آپ پر کوئی عجیب و غریب نیند طاری ہوئی تھی"۔

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔پھر سر ہلا کر بولا۔ "ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہو تم مگر پھر بتاؤ کہ ہم اسے کیا سمجھیں۔ کیا تم ایسا نہیں کر سکتی تھیں کہ ہماری حکومت کو ہماری اس نیند کی اطلاع دیتیں۔تمہیں یہی کرنا چاہیے تھا اب ہمارے آدمی کتنے چھلچاش ہونگے"۔

"جج۔۔۔جی کیا فرمایا۔۔کیا ہوں گے"؟۔

"اونہہ ہم پھر اپنی زبان کا ایک لفظ بول گئے۔چھلچاش یعنی کہ اسے کیا کہتے ہیں۔۔۔مطلب یہ کہ بدحواس ہو کر ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے ہوں گے"۔

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو رہا ہو گا لیکن آپ دل جانتے ہیں دل۔۔۔

"دل"۔عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "یعنی کہ کیولی"؟۔

"بس محترمہ شالی دل کے ہاتھوں مجبور تھیں"۔

"یعنی کہ کیولن کے ہاتھوں"؟۔عمران نے حیرت سے کہا۔

"کیولن کیا۔میں نہیں سمجھی سرکار"؟۔

"ارے کچھ نہیں" ۔عمران نے کچھ سوچتے ہوئے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "ہماری زبان میں مرد کے دل کو کپوڈی اور عورت کے دل کو کپولن کہتے ہیں۔۔۔مگر وہ دل کے ہاتھوں کیوں مجبور تھیں۔۔۔؟ اول تو ہمارے خیال میں دل کے ہاتھ پیر نہیں ہوتے اور فرض کرو کہ ہوتے بھی ہوں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔ہم تھری ناٹ تھری جنگ بہادر چھوٹے شاہ ہیں"۔

"مجھے علم ہے سرکار۔میں نے اس لیے کہا تھا کہ آپ یقین نہ کریں گے کیونکہ خود مجھے بھی محترمہ شالی کی کہانی پر یقین نہیں۔ان کا کہنا ہے کہ وہ پانچ سال سے آپ کو خواب میں دیکھتی رہی ہیں اور وہ یہ بھی بتاتی ہیں کہ خواب ہی میں آپ انہیں بتایا کرتے تھے کہ آپ اسٹیٹ کے پرنس ہیں لیکن آنکھ کھلنے پر انہیں اسٹیٹ کا نام نہیں یاد رہتا تھا جب آپ نے بتایا تو انہیں یاد آ گیا۔۔۔آپ انگریزی تو بہت اچھی بولتے ہوں گے پرنس۔۔۔اب ہم انگریزی ہی میں گفتگو کیا کریں گے"۔

عمران نے کان کھڑے کرنے چاہے مگر موقع نہ تھا۔البتہ اسے اس بات کا جواب تو دینا ہی پڑا تھا۔اس نے بڑے شرمیلے لہجے میں کہا تھا۔"نہیں ہائی نیس یہ سب سے کمزور مضمون تھا۔اگر دو آدمی تیزی سے بولنا شروع کر دیں تو ہم کچھ سمجھ نہیں سکیں گے۔اسی کمزوری کی بنا پر ہم نے ابھی تک مغربی ممالک کا دورہ نہیں کیا۔ پڑھنے میں یہ حال ہے کہ کبھی کبھی تفریحاً ڈکشنری کی مدد سے انگریزی اخبارات کے اشتہارات پڑھ لیا کرتے ہیں۔اگر ایسا نہ کریں تو پھر ہمیں کیسے معلوم ہو کہ آج شہر کی تفریح گاہوں میں کیا ہوگا"۔

"اچھا تو خیر۔۔۔" لڑکی نے مردہ دلی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مجبوری ہے پھر ہم اردو میں گفتگو کریں گے"۔

"یہی بہتر ہے" ۔عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "اس طرح ہماری اردو بہتر ہو سکے گی۔اوہ۔۔۔ہم پھر بھول گئے۔آخر ہم ہیں کہاں۔۔۔پرنس شالی کہاں ہیں"؟۔

"آہ۔۔۔محترمہ شالی کی نہ پوچھیے۔۔۔۔۔۔وہ آپ کے غم میں دیوانی ہو رہی ہیں۔لڑکی نے گہری سانس لے کر غمناک لہجے میں کہا۔اور اب انہیں اور زیادہ غم ستائے گا۔کیونکہ آپ نہ تو انگریزی میں گفتگو کر سکتے ہیں اور نہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں"۔

"بھلا اس میں مغموم ہونے کی کیا بات ہے"؟۔

"انہیں انگریزی سے عشق ہے۔اس لیے وہ عام طور پر انگریزی ہی میں گفتگو کرتی ہیں۔ہم بھی اس کے عادی ہو گئے ہیں اس لیے اردو میں گفتگو کرتے وقت ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے کہ کہیں کوئی نامناسب بات زبان سے نہ نکل جاوے۔اب آپ کی موجودگی سے ہمیں بھی ہر وقت اردو ہی میں گفتگو کرنا پڑے گی ورنہ آپ برا مانیں گے"۔

"ہرگز نہیں۔بھلا ہم کیوں برا ماننے لگے۔مگر ہم سے اردو ہی میں گفتگو کی جائے اور کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں"۔عمران نے اس طرح دانت پیس کر ہاتھ اٹھایا جیسے اپنی پیشانی پر گھونسہ مارے گا۔

"ارے۔۔۔ارے۔۔۔سرکار۔۔۔یہ کیا"؟لڑکی بوکھلا کر بولی۔

"کچھ نہیں۔ہم بالکل گدھے ہیں۔اس انداز میں گفتگو کر رہے ہیں جیسے زندگی بھر تمہارے ہی ساتھ رہنا ہے"۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروائیکیور پروڈکشن

"کاش ایسا ہی ہو سکے"۔لڑکی نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ارے۔۔۔واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔گویا ہم بالکل بونڑ ہیں"؟

"یہ کیا ہوتا ہے پرنس"؟۔

"پھر پھسل گیا ایک لفظ ہماری زبان کا ہم کہاں تک تمہیں مطلب بتائیں۔بونڑ بیوقوف کو کہتے ہیں۔۔۔ خیر۔۔۔ہاں تو اب ہم اپنے محل چمروٹی ہاؤز میں تشریف لے جائیں گے۔ہمارے آدمی ہمارے لیے رو رہے ہوں گے"۔

س وقت تو کوئی لانچ بھی نہیں ملے گی سرکار"۔

"ارے۔۔۔ہاں لاحول ولا۔۔۔اس جزیرے کا کیا نام ہے اور یہ دارالحکومت کے ساحل سے کتنی دور ہے"؟۔

"آپ جزیرہ موبار میں ہیں جو ساحل سے صرف بیس میل کے فاصلے پر ہے"۔

"خیر پرواہ نہیں ہمیں تیرنا بھی آتا ہے"۔

"نہیں سرکار محترمہ شالی کا دل ٹوٹ جائے گا"۔

"کیوں ٹوٹ جائے گا۔ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ادھر والوں کا دل ہے کیا بلا۔۔۔جو ہاتھ پیر رکھتا

ہے اور ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ہمارے طرف تو بالکل سیدھے سادے کپولی اور کپولن ہوتے ہیں جن کی ٹوٹ پھوٹ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔البتہ ان کا قیمہ ضرور کیا جا سکتا ہے"۔

"وہ آپ کو دل دے بیٹھی ہیں"۔

"اور ہم اتنے الو کے پٹھے ہیں کہ لے بیٹھے ہیں" عمران نے آنکھیں نکال کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ خفا کیوں ہوتے ہیں سرکار"؟۔

"تم ہمیں پاگل بنادوگی۔کبھی دل کے ہاتھ پیر لگتے ہیں۔کبھی دل ٹوٹ جاتا ہے اور کبھی دل کا لین دین شروع ہوجاتا ہے۔۔۔یا خدا ہم کسی پاگل خانے میں تو نہیں بند کردیے گئے۔سچ بتاؤ تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟۔اگر دولت کی خواہش ہے تو ہم اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے لاکھوں خرچ کر سکتے ہیں۔ تم صرف زبان ہلا کر دیکھو۔ہمیں خوامخواہ بے وقوف نہ بناؤ۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے طویل مدت کی نیند کا پروگرام بنایا ہو۔ارے ہماری ریاست کے مخچو بھی اتنی لمبی نیندیں نہیں لیتے"۔

www.urdu...com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"یہ مخچو کیا ہوتے ہیں سرکار"؟

"جو لوگ مخنچ استعمال کرتے ہیں"۔

"مخنچ کیا ہوتا ہے"؟۔

"ہماری خالہ کا کلیجہ۔۔۔" عمران جھنجلا کر دھاڑا۔ "ہم نہیں جانتے کہ اردو میں مخنچ کو کیا کہتے ہیں۔وہ کالی ہوتی ہے اسے پانی میں ملا کر پیتے ہیں اور اونگھتے ہیں"۔

"افیون تو نہیں"؟۔لڑکی کو پھر ہنسی آ گئی۔

"ہم نہیں جانتے۔۔۔جاؤ۔۔۔چلی جاؤ۔۔۔ورنہ اگر تھری ناٹ تھری جنگ کو غصہ آ گیا تو اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالیں گے کیونکہ یہاں کا قانون دوسرا ہے۔۔۔جاؤ۔۔۔"

عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا اور لڑکی اس طرح سر پر پیر رکھ کر بھاگی تھی کہ پلٹ کر دیکھا بھی نہیں"۔

تنہائی میں عمران نے پھر دیدے نچانے شروع کیے اور پھر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔اس کمرے میں ایک برقی ٹیبل لیمپ روشن تھا جس کی روشنی شیڈ دار ہونے کی وجہ سے محدود دائرے میں پھیل رہی تھی۔عمران نے کھڑکی کھول دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے چہرے پر برف کا برادہ کھینچ مارا ہو

مرطوب تیز اور بے حد سرد تھی۔ مجبوراً کھڑکی بند کر دینی پڑی اور باہر تو اندھیرے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں نظر آیا تھا۔

دفعتاً پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی اور شالی کی دوسری سیکرٹری کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا بات ہے"؟ عمران اسے پھاڑ کھانے دوڑا۔

"آپ نے مجھے طلب فرمایا ہے سرکار"؟ لڑکی نے سہم کر پوچھا۔

"نہیں نہیں نہیں" عمران پتا نہیں کیوں بے حد چڑچڑا نظر آنے لگا تھا۔

"تت۔ تو پھر میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہو"؟۔

"بس آپ ہمیں جہنم میں جھونک دو"؟۔

"محترمہ شالی نے کہا ہے کہ لباس تبدیل فرما لیجئے۔۔۔ کچھ لوگ حضوری کے خواہاں ہیں" لڑکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا"۔

www.oneurdu.com

"محترمہ شالی کو یہیں بھیج دو۔ ہم ان سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں"۔

"حضور۔۔۔ وہ اس وقت چند مہمانوں کے درمیان ہیں اور چاہتی ہیں کہ ان مہمانوں کو آپ کے حضور باریاب کرائیں"۔

"ہائیں۔۔۔ ہائیں۔۔۔ اس پورے جملے کا کیا مطلب ہوا۔۔۔"؟ عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"مطلب یہ ہوا سرکار کہ وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے ہیں۔ آپ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں"۔

"ہم کسی سے بھی نہیں ملیں گے دفع ہو جاو۔۔۔۔۔۔ نکل جاو یہاں سے۔۔۔ " عمران گھونسہ تان کر اس کی طرف جھپٹا۔۔۔۔ اور وہ بھی بڑی بدحواسی کے عالم میں رخصت ہوگئی۔ اس بار عمران نے دروازے کو بولٹ ہی کر دیا۔

اب اسے خیال آیا کہ اس کے جسم پر جاپانی طرز کا سلیپنگ سوٹ ہے۔ سرہانے شیلف پر پرانا ایوننگ سوٹ رکھا ہوا نظر آیا جس کی تہیں بڑے سلیقے سے لگائی گئی تھیں۔

وہ باتھ روم میں چلا گیا۔ اور ابھی وہیں تھا کہ کسی نے بند دروازے پر دستک دی۔

لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ عمران کے کان پر جوں رینگتی۔

تھوڑی دیر بعد وہ لباس تبدیل کر رہا تھا اور دروازے پر دستکوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

پھر اسے شالی کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔۔۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رو کر اسے آوازیں دے رہی ہو۔

عمران نے پھر الووں کی طرح دیدے نچائے اور کھوپڑی سہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے۔

"کھولئے۔۔۔پرنس۔۔۔دروازہ کھولئے۔۔۔مجھ پر رحم کیجیئے"۔

عمران نے دروازہ کھول دیا۔سامنے شالی کھڑی تھی اس کا چہرہ ستا ہوا اور آنکھیں سرخ تھیں اور گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سچ مچ عمران کی اس پراسرار نیند کی وجہ سے مشوش اور مغموم رہی ہو۔

"خدا کا شکر ہے۔۔۔" وہ چھت کی طرف ہاتھ اٹھا کر گڑگڑائی۔"میں اپنے پرنس کو تندرست اور بیدار دیکھ رہی ہوں"۔

www.oneurdu.com

"مگر محترمہ شالی۔۔۔۔ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ہمیں کسی جزیرے میں اٹھا لائی ہیں"؟۔

"پھر بتایئے کیا کرتی۔۔۔میں غم کے مارے مری جا رہی تھی۔ڈاکٹروں نے کہا کہ شہر کی گنجان آبادی سے پرنس کو ہٹا لے جایئے ورنہ ان کی حالت اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔۔۔" شالی نے ایک لحظہ توقف کے بعد کہا۔

"میری ایک کوٹھی یہاں جزیرہ موبار میں بھی ہے۔میں نے سوچا یہیں لاؤں"۔

"ہمارے آدمیوں کو اطلاع کیوں نہیں دی گئی"؟۔

"کاش ہمیں آپ کی قیام گاہ کا علم ہوتا۔ہم آپ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ہم کیا کرتے۔اب آپ انصاف کیجئے کہ ہمارے خلاف آپ کا غصہ کس حد تک جائز ہے"؟۔

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔مجبوری تھی۔لیکن ہم دارالحکومت سے کتنی دور ہیں"؟۔

"صرف بیس میل کے فاصلے پر۔اس وقت تو آپ تشریف نہیں لے جا سکیں گے۔کیونکہ گھاٹ پر شاید ایک لانچ بھی موجود نہ ہو۔لیکن کل آپ جب بھی چاہیں گے تشریف لے جا سکیں گے۔۔۔میرا خیال ہے کہ۔۔۔

"چلو۔۔۔۔۔ٹھیک ہے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، مگر آپ رو کیوں رہی ہیں"؟۔

عورتوں کے آنسو دیکھ کر ہمارا دل بھی رونے کو چاہتا ہے آنسو خشک کریں محترمہ شالی۔۔۔ ورنہ تھری ناٹ تھری جنگ بہادر بھی رو پڑیں گے۔۔ اگر رو پڑے تو ہفتوں کے لیے فرصت۔۔۔۔ کیونکہ رونے سے نزلے کی تحریک شروع ہو جائے گی۔۔۔ ہم دائمی نزلے کے مریض ہیں۔۔۔ اس لیے رونے دھونے سے ہمیشہ ڈرتے ہیں"۔

شالی کچھ نہ بولی، غالباً سوچ رہی تھی کہ اسے ہنسنا یا افسوس کرنا چاہیے"۔

بہر حال اس نے جلدی جلدی آنسو خشک کر ڈالے۔۔۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں بہت ستم رسیدہ ہوں، کاش آپ کو میری دشواریوں اور پریشانیوں کا علم ہوتا"۔

"ہمیں بتاؤ بھی تو۔۔۔ تم ہماری محسن ہو۔ ہمیں بھی اپنی خدمت کا موقع دو"۔

"خدمت۔۔۔؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پرنس؟ ارے میں تو آپ کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں"۔

"اف فوہ۔ اب ہمیں اتنا شرمندہ نہ کرو۔ ہمیں ایک افسوس ہے کہ ابھی ہم تمہاری خادماؤں پر خفا ہوئے تھے۔ مگر کیا کروں۔۔۔ وہ ہمیں دیکھ کر ہنستی ہیں اور ہمیں غصہ آجاتا ہے"۔

آپ بالکل برا نہ مانیے۔ وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوتی ہیں، ہنسی کا مطلب کچھ اور نہیں ہوتا، بیچاریوں نے ساری زندگی میں پہلی بار کوئی شہزادہ دیکھا ہے۔ اچھا اب خاصا تناول فرمائیے"۔

"خاصا کیسے تناول فرمایا جاتا ہے"؟۔ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"اوہ۔۔۔ مطلب یہ کھانا کھا لیجیے"۔

"ذرا ٹھہریئے۔۔۔ یہ نئے الفاظ کا جملہ مجھے لکھ لینے دیجیے۔۔۔ عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور فونٹین پن سے لکھنے لگا۔۔۔ اور الفاظ زبان سے بھی ادا کرتا رہا "خاصا۔۔۔ تناول۔۔۔ فرمائیے۔۔۔ اوہ۔۔۔ دیکھیے۔۔۔ یہ بڑی مصیبت ہے۔۔۔ خاصا کیسے لکھا جائے۔۔۔" س"

۔۔۔ "ص"۔۔۔۔ یا "ث" سے۔۔۔ بس اسی معاملے میں آپ کی اردو پر بڑا غصہ آتا ہے۔۔۔۔ آواز ایک ہی جیسے مگر۔۔۔۔ یہ چرخہ لگا ہوا ہے۔ پھر یہ کمبخت زیر زبر پیش جو عام طور پر تحریر میں نہیں آتے۔۔۔ ایک بار ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی تھی۔ ہمارے حضور ابا بھی اردو کے عالم ہیں لہٰذا وہ اکثر ہم

سے اردو میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔تاکہ دوسرے ہماری گفتگو کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔جب ہم اردو سیکھ ہی رہے تھے۔ایک دن ہم نے ایک مکالمہ پڑھا جس میں کسی نے کسی سے پوچھا تھا کہ تمہیں میری یاد آتی تھی اس پر جواب دینے والے نے کہا تھا کہ آپ کی یاد تو دم کے ساتھ ہے۔اسی دن حضور ابا نے کسی معاملے میں پوچھ لیا کہ چھوٹے شاہ ہم تمہیں یاد آئے تھے۔۔۔ہم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا عالی جاہ آپ کی یاد تو دُم کے ساتھ ہے۔۔۔یعنی ہم نے دم پر پیش لگا لیا تھا۔۔۔حضور ابا کو جلال آیا۔۔۔ہم کتاب لینے دوڑے گئے جس میں یہ جملہ پڑھا تھا۔۔۔حضور ابا نے دیکھا اور سر مبارک پیٹ لیا۔۔۔کہنے لگے، یہ بڑی مصیبت ہے۔۔۔اچھا اب ہم اردو کی کوئی ایسی کتاب دیکھنا پسند نہیں کریں گے جو معرب نہ ہو۔۔۔

ساری ریاست میں اعلان کر دیا گیا کہ اردو کی ساری کتابیں محکمہ تعلیم کے سربراہ کے دفتر میں جمع کر دی جائیں"۔دو ہی دن میں ہزاروں کتابوں کا ڈھیر لگ گیا۔حضور ابا کو اس کام کے لیے ایک الگ محکمہ قائم کرنا پڑا جو دن رات مطلوبہ کتابوں میں صرف زبر زیر پیش لگایا کرتا ہے۔بہرحال اس کے بعد ہم اس قابل ہوئے تھے کہ آلو اور اُلو میں تمیز کر سکیں"۔

جیسے ہی وہ سانس لینے کے لیے رکا۔شالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "خاصہ، ص سے لکھئے"۔

عمران نے جملہ لکھ کر اس کے معنی لکھے۔اس وقت اس کا طرز تحریر بالکل بچوں کا سا تھا۔بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا کہ کسی مبتدی بچے نے کوئی جملہ لکھنے کی کوشش کی ہو۔

نوٹ بک اور فاؤنٹین پن جیب میں رکھ کر اس نے کہا۔ "چلئے"۔

وہ اسے ایک بڑے کمرے میں لائی۔یہ ڈرائنگ روم میں تھا اور یہاں ان دونوں لڑکیوں کے علاوہ ادھیڑ عمر کا ایک مرد بھی موجود تھا۔۔۔جس کے چہرے ہی سے مکاری ٹپکتی تھی۔

"یہ ایک نامی ایڈوکیٹ ہیں۔پرنس"۔شالی نے کہا۔ "مسٹر داراب۔۔۔میرے مشیر قانونی۔۔۔اور آپ پرنس آف چم چم چروٹی"۔

"میرے آداب قبول فرمائیے۔یور ہائنس۔۔۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔

"ہمیں تم سے مل کر خوشی ہوئی قانون داں۔۔۔" عمران نے مصلحتاً مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جو نہایت ادب سے ہاتھوں میں لیا گیا۔

"آپ یہاں خوش ہیں نا۔۔۔۔جناب"؟۔وکیل نے پوچھا۔

"نوج۔۔۔۔" عمران نے نہایت سنجیدگی سے ناک پر انگلی رکھ کر کہا۔

دونوں لڑکیاں منہ دبا کر کمرے سے نکل بھاگیں۔وکیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور شالی اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔۔۔۔پھر وہ جلدی سے بولی۔اوہ۔۔۔تشریف رکھئے نا پرنس۔۔۔۔کب تک کھڑے رہیں گے"؟۔

"اوہاں۔۔۔ٹھیک ہے"۔عمران اس زرنگار کرسی پر بیٹھ گیا جو شائد خصوصیت سے اسی کے لیے بچھائی گئی تھی"۔

"یہ کیا قصہ ہے"؟۔وکیل نے انگریزی میں شالی سے پوچھا۔

"انہیں دونوں کی بیہودگی ہے۔شالی نے بھی انگریزی میں ہی جواب دیا۔انہوں نے سمجھایا ہے کہ ناک پر انگلی رکھ کر نوج کہنے سے اثبات میں زور پیدا ہو جاتا ہے"۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیو پروڈکشن

"ہوں۔۔۔" وکیل سوچ میں پڑ گیا۔۔۔۔اور شالی عمران سے بولی۔

"پرنس آپ کو ناگوار تو نہ گزرے گا اگر ہم آپس میں انگریزی بولیں"؟۔

"نہیں"۔عمران نے سر ہلا کر جواب دیا۔ "ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ "آپ کی خادمہ ہمیں بتا چکی ہیں کہ آپ عام طور پر انگریزی میں گفتگو کرنے کی عادی ہیں"۔

"آپ بھی انگریزی ہی میں مشق کیجئے نا"؟۔شالی ٹھنک کر بولی۔

"ہمارے لیے مشکل ہے،ہمیں اس زبان سے اتنا پیار نہیں ہے کہ ہم اس کے لیے محنت کر سکیں بس پسند ہے اپنی اپنی۔۔۔البتہ انگریزوں کا لباس ہمیں پسند ہے"۔

"مجھے شبہ ہے شالی"۔وکیل نے انگریزی میں کہا۔

"مگر میں قطعی مطمئن ہوں"۔

"تم ابھی بچی ہو"۔

"خیر۔۔۔میں دیکھوں گا۔۔۔"وکیل نے کہا اور سگریٹ کیس نکال کر عمران کے سامنے پیش کرتا ہوا اردو میں بولا،ملاحظہ فرمائیے۔

"ہمیں کسی مل کی چمنی بننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اوہ۔۔۔ کتنا پیارا جملہ ہے۔۔۔ واہ۔۔۔" وکیل خوشامدانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ شالی نے بھی داد دی۔ اور عمران کسی خوشامد پسند آدمی کی طرح خوش نظر آنے لگا۔

دفعتاً وکیل نے شالی کو مخاطب کر کے انگریزی میں کہا۔ "یہ انتہائی درجہ بد اخلاق، کمینہ اور بیہودہ آدمی معلوم ہوتا ہے۔۔۔ میرا دل چاہتا ہے کہ جتنی بھی گالیاں یاد آ سکیں اسے سنا ڈالوں"۔

عمران نے سب کچھ سنا لیکن اس کی بے تکلفی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آنے پایا۔ وہ سمجھتا تھا کہ وکیل اس کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔۔۔ ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر عمران نے کیسی شاندار اداکاری کا مظاہرہ کیا ہو گا۔

اب وہ دونوں اس کے چہرے پر اپنے رویئے کا ردعمل ٹٹول رہے تھے۔ "لیکن شاید انہیں ناکامی ہی ہوئی تھی کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں وکیل نے کہا۔ "دل نہیں چاہتا کہ یقین کروں مگر فی الحال یقین کر لینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے"۔

www.oneurdu.com

"پرنس۔۔۔" کیا اب آپ خاصہ تناول فرمانا پسند فرمائیں گے؟" شالی نے عمران سے پوچھا۔

پرو ایکٹیو پروڈکشن

"ہاں۔۔۔ ضرور۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔

شالی نے ٹی پائی پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔۔ اور سیکرٹریوں میں سے ایک اندر داخل ہوئی۔

"خاصہ لگاؤ" شالی نے کہا۔

"تیار ہے محترمہ" لڑکی نے کہا اور کنکھیوں سے عمران کو دیکھتی ہوئی رخصت ہو گئی جو اس وقت کسی اداس الو کا ہم جلیس معلوم ہو رہا تھا۔

شالی اٹھی اور اس نے ڈرائنگ روم کے دروازے کا پردہ ہٹایا۔ سامنے ہی ایک پر تکلف میز نظر آ رہی تھی جس پر انواع و اقسام کے برتنوں کے ڈھیر تھے۔

عمران شاہانہ انداز میں آگے بڑھا۔ وکیل برا سا منہ بنائے ہوئے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

کھانا شروع کرنے سے پہلے عمران نے کہا۔ "ہمیں افسوس ہے کہ ہم کھانے پر ہر قسم کی گفتگو سے احتراز کرتے ہیں لیکن یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کھانے کی میزوں پر لوگ عموماً گفتگو کرتے ہیں۔ آپ لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا لیکن ہمیں بولنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ ہم اپنی قومی عادت سے

مجبور ہیں اور شائد یہی ہماری مذہبی عادت بھی ہے"۔

"یقیناً۔۔۔ پرنس ہم بھی احتراز کریں گے۔۔۔۔" شالی نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں ضروری نہیں۔ آپ گفتگو کریں۔ ہم برا نہیں مانیں گے بس ہمیں مخاطب نہ کیجئے گا"۔

اس وقت وہ دونوں شریر لڑکیاں میز پر نہیں تھیں۔ تین باوردی بیرے سرو کر رہے تھے۔ شائد ایک آدھ منٹ تک صرف چمچوں اور پلیٹوں کے ٹکرانے کی آوازیں ہی کمرے میں گونجتی رہیں پھر وکیل نے شالی کو انگریزی میں مخاطب کیا۔

"مگر آپ اسے یہاں روکیں گی کیونکر۔۔۔ اور کیا ضروری ہے کہ وہ ہماری ہی مرضی کا پابند ہو کر رہے؟۔ مجھے تو یہ کوئی بہت ہی ضدی آدمی معلوم ہوتا ہے"؟۔

"میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائی۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ یہی آدمی میرے کام آسکے گا"۔

"میں تمہیں اتنی بھولی نہیں سمجھتا تھا مس۔ جانتی ہو یہ کون ہے اور تم کس مصیبت میں پھنس جاؤ گی۔ چم چم چروٹی ایک آزاد ریاست ہے اور اس کی حیثیت یقینی طور پر ایک سرکاری مہمان کی ہوگی"۔

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اسے یہاں کبھی نہ لاتی۔ میں نے پہلے ہی معلوم کر لیا ہے کہ یہ سرکاری مہمان نہیں ہے۔ نجی دورے پر آیا ہے اور اس کا قیام بھی گورنمنٹ ہاؤز میں نہیں ہے"۔

"پھر بھی۔۔۔ آخر پرنس ہی کی کیوں سوجھی"؟۔

"بس چہرے ہی سے ظاہر ہونے والی حماقت اس چیز کی محرک ہوئی تھی"۔

"ارے بھئی پھر بھی۔۔۔ یہ ایک والئی ریاست کا بیٹا ہے"؟۔

"ختم بھی کیجئے مسٹر ایڈووکیٹ، اگر راہ پر نہیں آئے گا تو تفریح ہی سہی۔ کیا آپ کو اس کی صحبت میں لطف نہیں آیا"؟۔

"میں ایک کاروباری آدمی ہوں محترمہ"۔ وکیل نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ اس قسم کی مجالس سے لطف اندوز ہوتا پھروں۔ آپ سنائیے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی خطرے کو دعوت دی ہو"۔

www.urdudost.com

"بس اب ختم کیجیے۔ اب آج کے تیسرے ہی دن میں آپ کو آخری فیصلے سے آگاہ کر سکوں گی۔ اس وقت تک کے لیے اس مسئلے پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتی"۔

"آپ کی مرضی۔ مگر ان حضرت کا قیام کہاں ہے"؟۔

" کھانا ختم کرنے کے بعد آپ ہی پوچھ لیجیے گا۔ مجھے تو ابھی تک یہ معلوم کرنے کا موقع نہیں مل سکا"۔

"تو اب آپ کا قیام جزیرے ہی میں رہے گا"؟۔

"یقیناً میں شہر میں اس قسم کے خطرات مول نہیں لے سکتی"۔

"لیکن یہاں حفاظت کی کیا صورت ہوگی۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ آپ کے دشمن آزاد ہیں"؟۔

"پرواہ نہ کیجیے۔ " تین بہترین قسم کے نشانہ باز میرے ساتھ ہیں"۔

"آپ سچ مچ بہت دلیر ہیں محترمہ" لوکیل مسکرایا۔

"ضرورت سب کچھ بنا دیتی ہے ورنہ میں تو ایک کمزور اور ڈرپوک لڑکی تھی جسے دن رات ناچنے اور گانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہتا تھا"

"واقعی آپ میں حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ میں آپ کو اتنی مضبوط دل کی لڑکی نہیں سمجھتا تھا۔ اب مجھے یقین ہے کہ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی ورنہ میں تو مایوس ہو چکا تھا"۔

"لفظ مایوسی سے مجھے نفرت ہے"۔ شالی نے کہا۔

عمران کسی فیونی کی طرح گرد و پیش سے بظاہر لاپرواہ کھانے میں مشغول تھا۔

--------*----*

کھانے کے اختتام پر دونوں لڑکیاں پھر کمرے میں آموجود ہوئیں۔

ان میں سے ایک نے عمران سے کہا۔ "ٹوائیلٹ کے لیے ادھر تشریف لے چلئے جناب"۔

اور عمران اسی دروازے کی طرف مڑ گیا جدھر اشارہ کیا گیا تھا۔ یہ ایک وسیع باتھ روم تھا جس کی تیاری پر ہزاروں خرچ ہوئے ہوں گے۔ عمران ہاتھ دھونے لگا۔ دونوں لڑکیاں ساتھ تھیں۔

ان میں سے ایک نے دوسری کو مخاطب کر کے کہا۔ " کتنے دنوں سے محترمہ شالی نے گیت نہیں گائے۔ کتنے دنوں سے انہوں نے رقص نہیں کیا۔ کیا آج کی سی حسین رات پھر کبھی میسر ہوگی۔ کیا وہ آج بھی نہ گائیں گی"؟۔

" مگر ہم میں اتنی ہمت کہاں کہ ہم ان سے درخواست کر سکیں۔ مالک، مالک ہی ہوتا ہے"۔ دوسری بولی۔

"تو کیا وہ پرنس کی فرمائش بھی ٹال دیں گی"؟۔

" پتا نہیں۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ پرنس فرمائش کریں"؟۔

وہ دونوں اس وقت انگریزی ہی میں گفتگو کر رہی تھیں جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ عمران سے فرمائش کرانا چاہتی ہیں مگر عمران بالکل مجسمہ ہو کر رہ گیا تھا۔

وہ شالی کے رقص و نغمے میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی رہیں۔ لیکن عمران کے کانوں میں جوں نہ رینگی تو ایک نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "پرنس کیا آپ ہماری ایک درخواست منظور کریں گے"؟۔

"ضرور کریں گے"۔ عمران بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا بولا۔ وہ انہیں آئینے میں دیکھ رہا تھا۔

"مس شالی بہت اچھی رقاصہ اور گلوکارہ ہیں"۔

"خوب، رقاصہ تو ہم سمجھتے ہیں لیکن یہ گلوکارہ کیا ہوتا ہے"؟۔ عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

"مطلب۔۔۔۔یہ کہ وہ بہت اچھا گاتی ہیں"۔

"بہت خوب"۔ عمران بہت زیادہ خوش ہو کر ان کی طرف مڑا۔ "ہمیں خوشی ہوئی ہے۔ رقص و نغمہ سے ہمیں عشق ہے۔ ہماری روح جھومنے لگتی ہے رقص کرنے لگتی ہے۔ مگر ہم شالی سے کیسے کہہ سکتے ہیں"؟۔

"وہ آپ کا کہنا نہیں ٹالیں گی سرکار"۔

"اور اگر ٹال دیا تو ہم اپنا بگڑا ہوا چہرہ کہاں لے جائیں گے۔ ہام اچھا اب ہمیں راستہ دکھاؤ۔ اوہ دیکھو کیا یہاں فون ہے"؟۔

"ہے سرکار۔۔۔"

"ہم کم از کم اپنے آدمیوں کو مطلع ہی کر دیں"۔

"فون تو نہ جانے کب سے خراب پڑا ہے"۔ ایک لڑکی نے کہا۔ "یہ کوٹھی خالی پڑی تھی محترمہ شالی زیادہ تر

دارالحکومت یا دوسرے شہروں میں رہتی ہیں اب چونکہ کچھ دن قیام کرنا ہیں اس لیے کال فون بھی ٹھیک ہوگا۔
آج محترمہ شالی نے محکمے کو فون کرکے خرابی سے آگاہ کر دیا ہے"۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس طرح اپنی آدمیوں کو مطلع کردیں"۔عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔اس کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

ڈرائنگ روم میں وکیل اب بھی موجود تھا۔اس نے تھوڑی دیر تک اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس کا پتہ پوچھ ہی لیا۔

جواب تیار تھا۔عمران نے نہایت اطمینان سے رانا تہور علی صندوقی کا پتا بتاتے ہوئے کہا۔ "تہور صندوق ہمارا پی قوں زادہ ہے ہم اسے بہت پسند کرتے ہیں لیکن وہ نابکار آج کل دارالحکومت میں موجود نہیں ہے بہر حال ہم اسی کی محل میں قیام فرما ہیں یوں ہم چرونی ہاوز میں بھی قیام پذیر ہو سکتے تھے لیکن ہم نے سوچا کہ وہاں ہماری بڑی نگہداشت ہوگی اور ہمیں شہزادوں کی طرح رہنا پڑے گا۔کیونکہ ہمارا ایک پی قوں بھی رہتا ہے جو بچپن میں ہمارا اتالیق بھی رہ چکا ہے۔وہ ہمیں ہر وقت آداب شاہی میں لپٹا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ ہم اس کی بات نہ مانتے تو حضور ابا تک شکایت جاتی"۔

"خیر۔۔۔خیر۔۔۔آپ سے مل کر بہر حال خوشی ہوئی۔اچھا اب مجھے اجازت دیجیے"۔وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا اور رخصت ہونے سے پہلے پرنس آف چرونی کو تعظیم دی۔

عمران کے چہرے پر نجانے کیوں گہری اداسی چھا گئی تھی اور اس اداسی نے اس کے چہرے کو پہلے سے زیادہ مضحکہ خیز اور قابل رحم بنا دیا تھا۔شالی نے اسے غالباً موڈ میں تبدیلی لانے کے لیے پوچھا۔ "یہ پی قوں زادہ یا پی قوں کیا ہوتا ہے"؟۔

"اوہ۔۔۔ "عمران اس طرح چونک پڑا جیسے اب تک اونگھتا رہا ہو۔ " کیا پوچھا ہے آپ نے"؟۔

"شالی نے سوال دہرایا۔

"پی قوں ۔اسے کہتے ہیں۔وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔وزیر۔۔۔۔وزیر۔۔۔۔یہ تہور علی سخت نالائق ہے کہ ایسے ہی موقع پر غائب ہو گیا۔جب ہم یہاں مقیم ہیں"۔

"آپ کچھ اداس سے نظر آرہے ہیں پرنس"؟۔

"کچھ نہیں ۔ہمیں اپنی آدمیوں کی فکر ستا رہی ہے کہیں وہ کسی پریشانی میں نہ پڑ جائیں۔ہمیں مردہ سمجھ کر حضور ابا تک پیغامات پہنچانا نہ شروع کر دیں۔اگر ایسا ہوا تو ہم بڑی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔کیا یہاں کہیں بھی ہمیں فون نہ مل سکے گا"؟۔

"مجھے بے حد افسوس ہے پرنس،کوٹھی کا فون نہ جانے کب سے خراب پڑا ہے اب شائد کل ہی درست ہو سکے۔میں نے محکمے کو مطلع کر دیا ہے"۔

دفعتاً کسی کمرے سے سازوں کی آواز آئی اور عمران چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا یہ آواز گراں گزر رہی ہے"؟۔شالی نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہر گز نہیں یہ تو ہماری روح کے لیے شربت روح افزا کا کام کرتا ہے۔۔یہ کون بجا رہا ہے اسے یہاں بلوایئے"۔

فوراً ہی فرمائش پوری کی گئی۔یہ وہی دونوں شریر لڑکیاں تھیں ایک وائلن بجا رہی تھی دوسری طبلہ۔

عمران کی فرمائش پر انہوں نے ایک گیت چھیڑ دی۔اور شالی بیٹھے ہی بیٹھے پیر تھرکانے لگی۔

عمران اس کے قریب کھسک کر آہستہ سے بولا۔"یہ خادمائیں کہہ رہی تھیں کہ آپ کو رقص و نغمہ میں دخل ہے"؟۔

"کچھ یوں ہی سا۔۔۔"شالی مسکرائی۔"کیا آپ کو دلچسپی ہے"؟۔

"نوج۔۔۔"عمران نے ناک پر انگلی رکھی۔اور شالی کا منہ پھر بگڑ گیا۔اس نے ہاتھ اٹھا کر دونوں لڑکیوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور انگریزی میں برس پڑی"۔

"یہ کیا بیہودگی کر ڈالی تم لوگوں نے،اب یہ اسی طرح ناک پر انگلی رکھتا رہے گا۔وکیل کے سامنے کتنی شرمندگی ہوئی تھی"۔

"ارے کچھ ہماری دلچسپی کا سامان بھی ہونا چاہیے"۔ایک لڑکی نے ہنس کر کہا۔

"تب پھر جہنم میں ڈالو،کچھ بھی نہیں ہو سکے گا"۔شالی کی جھنجلاہٹ بدستور قائم رہی۔یک بیک عمران کھڑا ہو گیا۔۔۔اس کے چہرے پر بھی غصہ کا اظہار ہو رہا تھا۔اسے اس حالت میں دیکھ کر تینوں لڑکیاں بوکھلا گئیں"۔

"کک ۔۔۔۔ کیوں پرنس ۔۔۔۔ کک کیا بات ہے"؟ ۔ شالی ہکلائی۔

"ہم نے آپ سے رقص کرنے کی فرمائش نہیں کی تھی ۔ پھر آپ ان بیچاریوں پر کیوں خفا ہو رہی ہیں ۔ انہوں نے تو صرف تعریف کی تھی کہ آپ رقص و نغمہ کی ماہر ہیں"۔

"ارے یہ بات نہیں ہیں پرنس" ۔ شالی نے اطمینان کی سانس لی"۔ بیٹھیے ۔۔۔ بیٹھیے ۔۔۔۔ میں تو کسی دوسری بات پر خفا ہو رہی تھی ۔ آپ کے لیے میں ضرور رقص کروں گی"۔

پھر اس نے اٹھ کر ایک بیوریو کے ڈرائر سے گھنگھروؤں کی جوڑی نکالی اور انہیں ٹخنوں پر باندھنے لگی۔

پھر ذرا سی دیر میں عمران ایسا محسوس کرنے لگا جیسے سچ مچ اسے کہانیوں والی پریاں پرستان میں اٹھا لائی ہوں۔

شالی ایک اچھی موسیقار اور ماہر رقاصہ تھی ۔ عمران بیٹھا جھومتا اور داد دیتا رہا۔

پھر یہ شغل اسی وقت ختم ہوا جب وہ تھک کر نڈھال ہو گئیں۔

www.ourdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

--------*----*

رات تاریک تھی ۔۔۔ اور صفدر اندھا دھند آندھی اور طوفان کی طرح راستہ طے کر رہا تھا ۔ اسے چوہان اور نعمانی کے پاس پہنچنا تھا جو موبار کے مشرقی کنارہ پر اس کے منتظر ہوں گے۔

وہ پہلی بار اس جزیرے میں آیا تھا اور یہاں کی فضا اسے بہت پسند آئی تھی ۔ جزیرے کا رقبہ چار میل سے زیادہ نہ رہا ہوگا ۔ یہاں کی سرسبزی اور شادابی اسے بہت پسند آئی تھی ۔۔۔ یہاں دارالحکومت کے بعض متمول لوگوں کی کوٹھیاں تھیں ۔ جنہیں روشن کرنے کے لیے سمندر میں کیبل ڈال کر دارالحکومت سے بجلی کے تار لائے گئے تھے ۔ اور اسی طرح ٹیلیفون کے تاروں سے بھی دونوں مقامات کو مربوط کیا گیا تھا ۔ یہ ایک اچھی خاصی موسمی تفریح گاہ بھی تھی ۔ موسم گرما میں جنوب سے آنے والی گرم ہوائیں جب دارالحکومت کے موسم کو تکلیف دہ بنا دیتی تھیں تو موبار جنت نظیر نظر آتا تھا ۔ اور سردیوں میں بھی جب شمال کی یخ بستہ ہوائیں ایک آدھ ہفتے کے لیے ادھر کا رخ کرتی تھیں تب بھی موبار ہی ان خشک اور بے حد ٹھنڈی ہواؤں سے نجات دلاتا تھا۔

وہ لوگ سکروے سے پہلے یہاں نہیں پہنچ سکے تھے۔ ہوا یہ کہ جب وہ بندرگاہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ لانچ میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ پھر وہاں انہیں اس کا بھی موقع نہیں مل سکا کہ وہ ایکس ٹو کو اس کی اطلاع دیتے۔ بہر حال آدھے گھنٹے کے بعد لانچ روانگی کے قابل ہوسکی تھی۔

وہ موبار پہنچے تھے۔ اور سکروان سے پندرہ منٹ پہلے ہی بندرگاہ کا گھاٹ چھوڑ چکا تھا لیکن یہ معلوم کرلینا کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ سٹیمر سے گھاٹ پر کوئی کار اتاری گئی ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کار کس عمارت میں گئی تھی۔

صفدر نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ تنہا اس عمارت تک جائے۔ اس لیے چوہان اور نعمانی کو گھاٹ ہی میں چھوڑ کر گیا تھا۔ اس عمارت تک اس کی رسائی ہوگئی تھی لیکن وہاں پہنچ کر اس نے یہ بھی دیکھا تین مسلح آدمی بڑی مستعدی سے عمارت کے گرد پہرہ دے رہے ہیں۔

پھر اندھیرا پھیل گیا اور صفدر سوچتا رہ گیا کہ عمارت کے اندر پہنچنے کے لیے کون سی تدبیر اختیار کرے۔ وہ دراصل اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ عمران زندہ بھی ہے یا مرگیا۔ ہوسکتا ہے اس کار کی ڈکے میں اس کی لاش ہی بند رہی ہو جسے ٹھکانے لگانے کے لیے یہاں لایا گیا ہو۔

پہرہ دینے والے اندھیرے میں کافی چاق وچوبند رہے۔ وہ بار بار ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالتے۔۔۔ اور ان کی ٹانگیں متحرک ہی نظر آتیں۔۔۔ صفدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

یک بیک ایک کھڑکی کھلی اور صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ کھڑکی کے دوسری طرف عمران نظر آیا تھا۔۔۔ اور وہ اتنا ایٹ ایز دکھائی دے رہا تھا کہ صفدر کو اپنی تشویش پر تاؤ آنے لگا۔ عمران سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھا اور آنکھوں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی سو کر اٹھا ہو۔

کھڑکی جلدی ہی بند کر لی گئی۔ صفدر ایک طویل سانس لے کر گھاٹ کی طرف مڑ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب کوئی خطرناک کھیل شروع ہونے والا ہے۔

وہ چلتا رہا۔۔۔ اور بڑی آسانی سے راہ بھول گیا۔ اندھیرا تو تھا ہی سمتوں کا تعین نہ کرسکا۔ اور پھر جب اسے لہروں کا شور سنائی دینے لگا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ غلط راستے پر آ لگا ہے کیونکہ گھاٹ کا پانی تو پرسکون

تھا۔ دور دور تک بڑی لہریں نہیں دکھائی دیتی تھیں۔ وہ پھر مڑا۔۔۔ لیکن اچانک پیروں کو تکلیف دیئے بغیر ہی نشیب میں قلابازیاں کھاتا چلا گیا۔۔۔ سر پر ڈالنے والی ضرب اتنی ہی شدید تھی کہ وہ سنبھل نہ سکا۔

قلابازیوں کی تعداد اسے یاد نہ رہی کیونکہ چوتھی قلابازی کے بعد ہی شعور کی مشین بند ہو گئی تھی۔

ہوش کتنی دیر بعد آیا تھا اس کا اندازہ بھی آسان نہیں تھا۔ ویسے اس نے یہ ضرور معلوم کر لیا کہ اس کی گھڑی آٹھ بج کر تیرہ منٹ پر بند ہوئی تھی۔ ہو سکتا تھا یہ اس وقت بند ہوئی ہو جب وہ نشیب میں لڑھک رہا تھا۔۔۔

قلابازیوں کا خیال آتے ہی اس کے جسم کے مختلف حصوں میں سوزش سی ہونے لگی اور سر کا وہ حصہ شدت سے دکھنے لگا جہاں چوٹ پڑی تھی۔

وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا۔ سارے جسم پر معمولی اور غیر معمولی خراشیں موجود تھیں۔ جن کی سوزش اسے انگاروں کا بستر دلا رہی تھی۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.onurdu.com
پرو ایکٹیو پروڈکشن

یک بیک وہ بوکھلا گیا۔ کیونکہ کمرہ ہل رہا تھا۔۔۔ ڈول رہا تھا۔۔۔ وہ بدحواسی کے عالم میں اٹھا اور پھر یہ حقیقت اس پر واضح ہوئی کہ وہ کسی بحری جہاز کے کیبن میں ہے۔ وہ کھڑکی کی طرف جھپٹا۔۔۔ تاروں کی چھاؤں میں سمندر کی دیو پیکر لہریں صاف نظر آ رہی تھیں۔

وہ کافی دیر تک کھڑکی کی سلاخ پکڑے کھڑا رہا۔۔۔ جسم کی سوزش سے زیادہ سر کا درد تکلیف دہ ہو رہا تھا۔۔۔ تقریباً بیس منٹ یہی سوچنے میں گزر گئے کہ اب اسے کھڑکی سے ہٹ کر کیبن کا دروازہ کھولنا چاہیئے۔ لیکن نقاہت نے ایسا کرنے سے باز رکھا تھا۔

بدقت تمام وہ دروازے تک آیا، لیکن اسے کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شاید وہ باہر سے مقفل تھا۔

وہ پھر برتھ پر گر گیا جو کافی آرام دہ تھی لیکن دردِ سر کیسے رفع کرتی۔ اس پر پھر غشی سی طاری ہونے لگی۔ اس سے پہلے کبھی ایسی کمزوری نہیں محسوس ہوئی تھی۔ وہ اپنے اونگھتے ہوئے ذہن کے خلاف جدوجہد کرنے لگا لیکن ناکامی ہی ہوئی۔ اس پر پھر غشی سی طاری ہونے لگی۔

دوسری بار ہوش آنے پر اس نے جہاز کا سائرن سنا، یا پھر ہو سکتا ہے کہ سائرن کی کرخت آواز ہی سے اس کی نیند کا سلسلہ ٹوٹا ہو۔

اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اب جہاز حرکت نہیں کر رہا۔۔۔ ابھی وہ برتھ سے اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کیبن کا

دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"اسے اٹھا کر عرشے پر لے چلو۔۔۔" ریوالور والے نے دوسرے آدمی کو حکم دیا۔

صفدر نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔حالات کی نوعیت کا اندازہ کئے بغیر وہ کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ آدمی اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ خود ہی اٹھ گیا۔۔۔دروازہ کھلا ہوا تھا۔۔۔۔وہ چپ چاپ دروازے کی طرف بڑھا۔ریوالور کی نال اس کی کمر سے آ لگی۔

اس طرح وہ جہاز کے عرشے پر آیا۔۔۔یہاں تین آدمی شائد پہلے ہی سے اس کے منتظر تھے۔انہوں نے اسے گھیرے میں لے لیا۔

"وہ اسے عرشے کی ریلنگ تک لائے۔اور ریوالور والے نے ریوالور کے دستے سے اس کی کمر تھپتھپا کر کہا۔" دیکھو دوست۔۔۔ریلنگ سے ایک سیڑھی لٹک رہی ہے۔بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی نیچے اتر جاؤ۔ورنہ دوسری صورت یہی ہوگی کہ ہم تمہیں اٹھا کر نیچے پھینک دیں۔۔۔لیکن اس پر غور کرلو کہ دوسرا طریقہ مفید نہ ہوگا"۔

صفدر کا ذہن اب کسی حد تک کام کے لائق ہو گیا تھا۔مگر یہ کیا دیوانگی تھی؟

وہ اسے پانی میں کیوں اتار رہے تھے؟۔۔۔۔جہاز کسی ساحل پر نہیں تھا۔۔۔بلکہ ایسی کسی جگہ تھا جہاں چاروں طرف حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا۔رات اتنی تاریک نہیں تھی کہ گردوپیش اندھیرے ہی میں گم ہوتا۔

--------*----*

دوسری صبح عمران خواہ مخواہ دیر تک سوتا رہا۔ آنکھ تو معمول کے مطابق ہی کھلی تھی لیکن وہ آٹھ بجے تک آنکھیں بند کیے پڑا رہا اور اٹھا بھی تو اس طرح کہ انہیں شریر لڑکیوں میں سے کسی نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا۔

وہ اٹھا تو لیکن اس نے اپنے چہرے پر ایسا اضمحلال طاری کر لیا تھا جیسے برسوں کا بیمار ہو۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔سرکار۔۔۔" لڑکی نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ کیا مزاج عالی کچھ گرانی محسوس کر رہا ہے"؟۔

www.oneurdu.com

"دیکھو، بھئی، ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ گاڑی اردو ہماری پونگ میں نہیں آتی"۔

"پونگ کسے کہتے ہیں پرنس"؟۔

"بدبختی ہے ہماری" عمران نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔ " کوشش کے باوجود بھی ہم اپنی زبان کے الفاظ نہیں روک پاتے۔۔۔۔۔غالباً ہمیں پونگ کے بجائے عقل یا سمجھ کہنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔خیر۔۔۔"

لڑکی نے باتھ روم کی جانب اس کی رہنمائی کرنی چاہی۔

"ہمیں علم ہے" عمران نے بےزاری سے کہا۔ "جاؤ۔۔۔ہم تنہائی چاہتے ہیں۔۔۔جاؤ دیکھو فون ٹھیک ہو لیا نہیں"؟۔

"جا رہی ہوں۔ مگر فون ابھی کیسے ٹھیک ہو سکے گا۔ ابھی تک ہیڈ آفس سے کوئی آدمی نہیں آیا۔۔" وہ چلی گئی۔

آدھے گھنٹے بعد عمران لباس تبدیل کر رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر پائے جانے والے آثار میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اب بھی برسوں کا بیمار معلوم ہو رہا تھا۔

شالی ناشتے کی میز پر اس کی منتظر تھی۔ لیکن اس نے اس کی حالت پر حیرت ظاہر کی۔

"یہ آپ کو کیا ہوگیا ہے پرنس"؟۔طبیعت تو ٹھیک ہے نا"؟۔اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

"ٹھیک ہی ہے"۔عمران نے مردہ سی آواز میں کہا اور ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا۔

"کیا کوئی تکلیف پہنچی ہے پرنس۔۔۔۔۔"؟

"نہیں۔۔۔"عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔"تکلیف تو اب پہنچے گی"۔

"میں نہیں سمجھی"؟۔

"کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں"۔عمران نے گلوگیر آواز میں کہا اور سر جھکا لیا۔

"نہیں پرنس یہ نہیں ہوسکتا۔آپ کو بتانا پڑے گا۔میں آپ کے چہرے پر پژمردگی نہیں دیکھ سکتی۔دیکھئے یہ اچھی بات نہیں، آپ میرا دل دکھا رہے ہیں"۔

"نہیں تو۔۔۔"عمران کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔"ہم نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ہم کو دل دکھانے سے نفرت ہے۔ہم ہمیشہ دل سکھاتے ہیں"۔

"سکھاتے ہیں۔۔۔دل"؟ایک لڑکی نے حیرت سے کہا۔"دل کیسے سکھایا جاتا ہے سرکار"؟۔

"جیسے دکھایا جاتا ہے"۔عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہم اب بھی نہیں سمجھے۔۔۔یور ہائی نس"؟۔دوسری لڑکی بولی۔

"بھئی ہمیں زیادہ اردو نہیں آتی۔۔۔دکھ سکھ ہی پڑھا ہے ہم نے۔دکھ سے دکھانا اور سکھ سے سکھانا"۔

"تم لوگ اپنی زبانیں بند نہیں کرو گی"؟۔شالی دونوں لڑکیوں پر بگڑ گئی۔

"نہیں۔۔۔خفا ہونے کی ضرورت نہیں"عمران نے درد بھرے لہجے میں کہا۔"ورنہ ہم خفا ہو جائیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری ذات سے کسی کو دکھ پہنچے"۔

"اوہ۔۔۔تو آپ سچ مچ چلے جائیں گے"؟۔

"کیوں نہ جائیں"؟۔۔۔عمران نے پوچھا۔

"کاش آپ کچھ دن اور ٹھہرتے۔۔۔"

"آہ۔۔۔ہماری بھی یہی خواہش تھی۔۔۔مگر۔۔۔"

"مگر۔۔۔کیا پرنس۔۔۔؟نہیں اگر آپ یہاں قیام فرمانا چاہتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو یہاں سے نہیں لے جاسکتی"۔

www.oneurdu.com

عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس جملے پر اس نے سر اٹھا کر شالی کی طرف دیکھا اور شالی ہو سکتا کہ سچ مچ ٹپٹا گئی ہو۔ کیونکہ عمران کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔۔۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ ایسا نہ کہو۔ ہمارے حضور ابا بہت بڑی طاقت ہیں۔۔۔۔ وہ ہمیں زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ "وہ ظالم ہیں، جابر ہیں۔ کاش کسی طرح ہمیں ان سے چھٹکارا مل سکے"۔

"آپ چھٹکارا چاہتے ہیں"؟۔

"بالکل چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی پابندیوں سے ہمیں نفرت ہے" عمران نے کہا اور اس کی آنکھوں میں رکے ہوئے آنسو گالوں پر بہہ آئے"۔

ایک لڑکی نے بلاوز سے رومال نکال کر اس کی طرف جھپٹی اور جلدی جلدی اس کے آنسو خشک کئے، عمران نے بھی اعتراض نہیں کیا"۔

"جب تک آپ کا دل چاہے رہیے۔ یہاں سے آپ کو کوئی نہ لے جا سکے گا"۔ شالی نے کہا۔

"آپ نہیں سمجھ سکتیں محترمہ شالی۔۔۔ ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے"۔ اخبارات میں ہماری تصویر شائع ہوں گی ریاست چروٹی آپ کی ریاست سے درخواست کرے گی ہمیں ڈھونڈ نکالا جائے۔ پھر آپ بھی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گی۔ ہمارے آدمی آج دن بھر ہمیں تلاش کریں گے۔۔۔ اس کے بعد تصاویر شائع ہونے لگیں گی۔ ریڈیو پر ہماری گمشدگی کا اعلان ہوگا"۔

"پھر بتایئے، میں آپ کے لیے کیا کروں"؟۔

"بس یہ دعا کیجئے کہ ریاست میں انقلاب ہو اور حضور ابا قتل کر دیئے جائیں"۔

"اوہ۔۔۔ ایسا بھی کیا"؟۔ دونوں لڑکیاں بیک وقت بولیں۔

"تم چپ رہو"۔ شالی نے پھر انہیں ڈانٹا۔

"نہیں انہیں حیرت ظاہر کرنے دیجئے" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ "حقیقت یہ ہے کہ ہم نے حضور ابا کے لیے اپنی نیک تمنا کا اظہار کیا ہے۔ ہماری ریاست کے طور طریقے دوسروں سے الگ ہیں۔ ہماری رعایا جس حکمران سے انتقام لینا چاہتی ہے اسے بہت دنوں تک زندہ رہنے دیتی ہے۔۔۔۔ وہ اپنی زندگی سے تنگ آ کر گلی کوچوں میں چیختا پھرتا ہے قتل کر دے۔۔۔۔ خدا کے نام پر قتل کر دے مجھے۔ مگر لوگ اس پر

صرف ہنستے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ وہ زیادہ دن تک زندہ رہ کر اپنی عقبیٰ بگاڑتا رہے۔تا کہ مرتے ہی سیدھا جہنم میں بھیج دیا جائے۔جس حکمران سے رعایا خوش ہوتی ہے اسے فوراً قتل کر دیتی ہے تا کہ اتنا نیک آدمی جلد سے جلد جنت میں پہنچ سکے"۔

"معاف کیجئے گا یہ کوئی ریاست ہے یا آپ کسی سرکس کا حال بیان فرما رہے ہیں"؟۔ایک لڑکی بولی۔

"اچھا تم لوگ جاؤ تو یہاں سے"۔شالی نے اٹھتے ہوئے کہا۔اور وہ دونوں ہنستی ہوئی بھاگ گئیں۔پھر شالی نے عمران سے کہا۔ "اوہ۔پرنس دیکھئے چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے، پہلے چائے پیجئے پھر اس مسئلے پر غور کریں گے"۔

عمران خاموش ہو گیا۔ "شالی اس کے لیے چائے بنا رہی تھی۔

عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔۔۔۔۔ "ایک صورت ہو سکتی ہے"۔

" کیا۔۔۔۔"؟شالی چونک پڑی۔

"ہم اپنی آدمیوں کو آگاہ کر دیں کہ نجی تفریح کرنا چاہتے ہیں اسلیے ہمیں تلاش نہ کیا جائے اور روزانہ دن میں ایک بار انہیں اپنی خدمت سے مطلع کرتے رہیں، اس طرح ہم کچھ دن تمہارے ساتھ گزار سکیں گے اور کسی قسم کا ہنگامہ بھی نہ ہوگا۔۔۔۔۔مگر یہ ہماری کمبختی ہے کہ تمہارا فون خراب ہو گیا ہے۔۔۔۔اب بتاؤ ہم کیا کریں"؟۔

"فون آج ہی ٹھیک ہو جائے گا پرنس۔۔۔۔آپ فکر نہ کیجئے۔۔۔۔۔اب ہنسئے آپ کا اداس چہرہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔

عمران تھوڑی دیر خاموشی سے چائے پیتا رہا۔پھر خوابناک سی آنکھیں بنا کر بولا۔ "ہمیں کیسے یقین آئے کہ ہم جاگ رہے ہیں"؟۔

" کیوں"؟۔

"اف۔۔فوہ۔۔۔۔کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔اس سے پہلے ہمارا ساتھ کبھی غیر عورتوں سے نہیں پڑا۔۔۔ہم بچپن ہی سے پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ عورتوں کا قرب جہنم کا راستہ ہے۔مگر۔۔۔مگر۔۔۔کیا اب کیا کہیں۔۔۔کیا سمجھیں"؟۔

www.oneurdu.com

"ارے چھوڑیئے" ۔شالی ہنس پڑی۔ "وہ بری عورتوں کی باتیں ہیں۔میں تو ایک شریف لڑکی ہوں"۔

"ہاں ہم یہی سوچ رہے ہیں۔صرف بری عورتوں کو نامحرم کہتے ہوں گے"۔

شالی نے اس کے سامنے پلیٹ کھسکاتے ہوئے کہا۔ "آپ نے یہ حلوہ تو لیا ہی نہیں"۔

"اوہاں۔۔۔شکریہ۔۔۔حلوہ ہم شوق سے کھاتے ہیں۔۔۔مگر حضور ابا کو یہ بھی ناپسند ہے"۔

"واقعی بڑے ظالم ہوتے ہیں"۔

"ہمارا سینہ چھلنی ہے۔۔۔ "عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اوہ۔۔۔ختم بھی کیجئے۔آپ کیوں پریشان کن باتیں سوچ رہی ہیں"؟۔

"عادت پڑ گئی ہے"۔

ناشتے کے بعد شالی اسے ایک بڑے کمرے میں لے گئی جہاں بلیرڈ اور پنگ پانگ کی میزیں تھیں،لیکن عمران نے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اسے کھیل آتے ہیں۔۔۔ویسے اس نے شالی کو یہ ضرور بتایا تھا کہ وہ اکثر لوگوں کو کھیلتے دیکھ چکا ہے۔خود کبھی کھیلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔۔۔شالی اسے پنگ پانگ سکھانے لگی۔ عمران بے ڈھنگے پن سے کھیلتا اور دیوار قہقہہ بنتا رہا۔۔۔دونوں لڑکیوں میں سے ایک وہیں موجود تھی۔ دوسری نے دس بجے اطلاع دی کہ فون بن گیا ہے۔شالی عمران کو فون والے کمرے میں لائی۔عمران سے نمبر مانگے اور جزیرے کے ایکسچینج سے لائن مانگی۔

تھوڑی دیر بعد رانا پیلس سے فون مل گیا۔آج کل بلیک زیرو دانش منزل میں رہا کرتا تھا اور عمران کی ہدایت کے مطابق اس کی کالیں رانا پیلس سے دانش منزل کے لیے ڈائرکٹ کر دی جاتی تھیں۔اس وقت بھی یہی ہوا۔۔۔رانا پیلس کے نجی ایکسچینج پر طاہر صاحب "یعنی بلیک زیرو کی کال دانش منزل کے نمبروں پر منتقل کر دی گئی۔

"ہیلو۔۔۔مسٹر طاہر۔۔۔ہم چھوٹے شاہ تھری ناٹ تھری جنگ بول رہے ہیں" ۔عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ہاں۔۔۔اے تم خاموش رہ کر ہماری بات سنو۔۔۔ہم نہیں بتا سکتے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں۔ ہمارے آدمیوں سے کہو کہ ہمیں تلاش نہ کریں،جب ہمارا دل چاہے گا خود ہی تشریف لائیں گے۔اور

www.oneurdu.com

ہمارے گدھے سیکرٹری سے کہہ دو کہ حضور ابا کو ہماری خیریت سے برابر مطلع کرتا رہے۔۔۔۔کیا۔۔۔
اوہ۔۔۔نہیں۔۔۔اچھا اچھا۔۔۔دیکھو اسے ضرور تلاش کرو۔ اگر وہ کھو گیا تو ہمیں اپنی تفریحات کو خیر
باد کہہ کر فوری طور پر واپس آنا پڑے گا۔۔۔آخر وہ گیا کہاں۔۔۔؟ ہائیں۔۔۔کہاں۔۔۔اف فوہ۔۔۔
وہ بالکل گدھا ہے ہم وہاں ہرگز نہیں ہیں۔۔۔وہ جھوٹا ہیں۔۔۔پتہ نہیں کہاں جا مرا۔۔۔۔
خیر۔۔۔دیکھو خبردار یہ بات باہر نہ جائے کہ ہم لاپتہ ہو گئے ہیں۔۔۔ایک بار پھر خبردار۔۔۔ورنہ تم
ہمارے غصے سے واقف ہو۔۔۔بس ہم اپنی پسند کی تفریح کر رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ اس کی خبر حضور ابا
تک جا پہنچے کہ ہم لاپتہ ہو چکے ہیں۔۔۔تم ہماری آدمیوں پر کڑی نظر رکھنا کہ وہ حضور ابا کو مطلع نہ
کر سکیں۔۔۔اس کے عیوض ہم تمہیں بہت بڑا انعام دیں گے"۔

تھوڑی دیر تک وہ خاموش کچھ سوچتا رہا پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ ہم کچھ نہیں جانتے، یہ ہمارا حکم ہے۔۔۔۔
اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو تمہارا ٹھکانہ کسی جہان میں نہ ہوگا۔ چھوٹے شاہ کا غصہ ابھی تم نے دیکھا نہیں
ہے۔ بس بکواس بند رہا تہور علی صندوقا بھی ہمارا ہی نمک حرام ہے۔ نہیں شائد نمک خوار
ہے۔۔۔۔بس۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا مگر اس کے چہرے پر تشویش کے آثار پائے جا رہے تھے۔

" کیوں پرنس کیا بات ہے۔۔۔"؟ شالی نے پوچھا۔

" کچھ نہیں، ہماری شربت" عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شائد آپ شامت کہنا چاہتے تھے۔۔"؟ شریر لڑکی نے ٹوک دیا۔

عمران نے تفکر آمیز انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "شائد اور پھر سوچ میں غرق ہو گیا بلیک
زیرو نے اسے مطلع کیا تھا کہ صفدر چوہان اور نعمانی جزیرہ موبار پہنچے تھے لیکن صفدر وہاں سے غائب ہو گیا جو
ان دونوں کو ساحل پر چھوڑ کر اس کی تلاش میں گیا تھا۔ چوہان اور نعمانی نے پورا جزیرہ چھان مارا مگر اس کا
کہیں پتہ نہیں ملا۔ ویسے انہیں اس عمارت کا علم ہو گیا ہے جس میں عمران مقیم ہے۔۔۔اب عمران سوچ رہا
تھا کہ اسے بہت احتیاط سے قدم اٹھانا چاہیے یہ کوئی بڑا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس سے کیا چاہتے
ہیں؟ سب سے بڑا سوال تھا۔۔۔کسی احمق آدمی کا اغوا کیا معنی رکھتا ہے، وہ بھی ایسی صورت میں کہ جب

اغوا کرنے والی لڑکیاں ہوں؟ پچھلی رات اس نے شالی اور وکیل کی گفتگو بھی سنی تھی۔ جس کا مقصد ہنوز تاریکی میں تھا۔

" کیا سوچنے لگے ہیں پرنس۔۔۔"؟ شالی نے کچھ دیر بعد اسے ٹوکا۔

"ہمیں تو پ الملاک یعنی اپنے حضور ابا پر بیحد غصہ آ رہا ہے"۔

" کیوں آخر کیوں"؟۔

"ان کا ایک آدمی ابھی تک ہماری سراغرسی کرتا رہا ہے۔۔۔ ہماری ٹوہ میں رہا ہے۔ وہ ہمارے پیچھے لگا ہوا یہاں تک آیا تھا۔۔۔ اور اب غائب ہو گیا ہے۔ وہ ایک مقامی ہی آدمی ہے، یہاں تمہارے ملک میں بھی ہمارے حضور ابا کے ایجنٹ موجود ہیں جو مقامی لوگ ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ہمارے دو آدمیوں کو بھی لایا تھا لیکن انہیں ساحل پر چھوڑ کر ہماری تلاش میں نکلا تھا لیکن پھر ہمارے آدمی رات بھر انتظار ہی کرتے رہ گئے۔ وہ واپس نہیں گیا۔ اور پھر آج ہمارے آدمی تھک ہار کر واپس چلے گئے۔۔۔ تہور علی کا منیجر طاہر جو ایک مقامی آدمی ہے ہم سے فون پر گفتگو کر رہا تھا۔ اسی نے ہمیں یہ اطلاع دی ہے کہ وہ تینوں موبار گئے تھے۔ اس پر ہم نے کہا کہ وہ گدھے ہیں، ہم جزیرہ موبار میں نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔ اب بتاؤ ہم کیا کریں"؟۔

عمران خاموش ہو کر جواب طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ یہ ساری گفتگو کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مگر صفدر کا غائب ہو جانا ہی اس گفتگو کا متحرک بنا تھا اگر وہ انہیں لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہو گا تو انہیں عمران کی صداقت کا یقین آ جائے گا۔۔۔ صفدر کی طرف سے تو اسے اطمینان تھا کہ اگر اس پر تشدد کیا گیا تو اس کی زبان سے پرنس آف چروٹی ہی کی کہانی نکلے گی۔

"یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔۔۔؟ شالی نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"ہے نا۔۔۔"

"بالکل۔۔۔۔"

"پھر ہم واپس جائیں"؟۔

"اوہ۔۔۔۔ میں اتنی جلدی ہار مان لینے کی عادی نہیں ہوں پرنس"۔ شالی مسکرائی۔

"اف فوہ، اس ملک کی عورتیں بھی ہار جیت کی باتیں کرتی ہیں، ہمیں سخت حیرت ہے"۔

" کیوں آپ کے یہاں کی عورتیں کیسی ہیں" ؟۔شریر لڑکی نے پوچھا۔

"وہ غیر مردوں سے گفتگو نہیں کر سکتیں۔باورچیخانے کی شہزادیاں ہوتی ہیں۔مرغی کی شکل دیکھ کر بتا دیں گی کہ مہینے میں کتنے انڈے دیتی ہوگی۔مجھے یقین ہے کہ تم نہیں بتا سکو گی"؟۔

"دیکھو پرنس تم بالکل پرواہ نہ کرو۔یہاں ہمارے کچھ دشمن بھی ہیں۔ہو سکتا ہے کہ انہوں نے تمہارے آدمی کو پکڑ لیا ہو۔لیکن کیا وہ اس سے متعلق معلومات حاصل کر سکیں گے"؟۔

"اوہ تو کیا تمہارے دشمن تمہارے دوستوں کی ٹوہ میں بھی رہتے ہیں"؟۔

"ہو سکتا ہے کہ رہتے ہی ہوں"۔

"تب تو ہماری واقعی شامت آ جائے گی"۔

"اوہ۔۔۔آپ اتنے ڈرپوک کیوں ہیں پرنس"؟۔

"ہم ڈرپوک ہیں۔۔۔ "عمران سینے پر ہاتھ مار کر تن گیا۔۔ہونٹ بھینچ لئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں" ۔۔۔اور عمران تیزی سے اس کمرے کی طرف مڑ گیا جس میں رات بسر کی تھی۔

ون اُردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com

--------*----*

صفدر ریت کے ایک تودے پر چت لیٹے پڑا ہوا تھا اور ایک بحری پرندہ تیز آوازیں نکالتا ہوا اس کی طرح منڈلا رہا تھا جیسے اسے مردہ سمجھتا ہو۔

سورج کی کرنیں تکلیف دہ نہیں تھیں ۔۔۔ بلکہ وہ تو ایسی لگ رہی تھیں جیسے مسامات میں داخل ہو کر جسم کا درد نچوڑ رہی ہوں۔ نیچے ریت کا نرم بستر بھی آرام دہ تھا۔

وہ اپنے اوپر منڈلانے والے بحری پرندے کو لاپروائی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے اسے مردہ سمجھ کر جھپٹا مارنے کی کوشش کی تو وہ خود ہی بھگتے گا۔ نہ تو وہ اس وقت بیہوش تھا اور نہ اتنی کمزوری ہی محسوس کر رہا تھا۔ بس اس طرح پڑے پڑے رہ کر تھکن ہی اتاری جا رہی تھی۔

ویسے یہ اور بات ہے کہ اس تودے پر پڑے ہونے کی وجہ اب تک اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔۔۔ آنکھ کھلنے پر اس نے خود کو اسی تودے پر پڑا پایا تھا اور پچھلی رات کے واقعات اس کے ذہن میں چکرانے لگے تھے۔۔۔

اسے رسیوں کی وہ سیڑھی یاد آئی جو جہاز کی ریلنگ سے نیچے لٹک رہی تھی اور جس کے ذریعے اسے پانی پر اترنے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ اور اسے اترنا ہی پڑا تھا اور کچھ دور اترنے پر اسے معلوم ہوا تھا کہ سیڑھی کا دوسرا سرا ایک موٹر لانچ میں لٹک رہا ہے۔ تب اس کی جان میں جان آئی تھی۔ اور جیسے ہی وہ لانچ میں پہنچا تھا، تین آدمی اس سے لپٹ گئے تھے۔ پھر اسے یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ ویسے یہ تو یاد تھا کہ لانچ پر پہنچتے ہی لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور وہ حرکت میں آ گئی تھی اور جہاز سے دور ہونے لگی تھی، پھر یہ بھی یاد آیا کہ اس کے بعد اور ہی اس کا گلا گھونٹا جانے لگا تھا۔۔۔ ظاہر ہے اس کا مقصد یہی رہا ہوگا کہ وہ کچھ یاد رکھنے کے قابل نہ رہ جائے۔۔۔

اب وہ تھا اور سر پر منڈلانے والا بھوکا پرندہ۔۔۔ دور دور تک کسی آدمی کا پتہ نہ تھا، تھوڑے ہی فاصلے پر سمندر کی لہریں ریت پر چڑھ آتیں اور پھر لوٹ جاتیں۔

www.oneurdu.com
پرو ایکٹیو پروڈکشن

وہ دیر تک لہروں کا تماشا دیکھتا رہا۔ کبھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بڑی لہر سب سے اونچے تودے پر سے بھی گزر جائے گی لیکن ایسا ایک بار بھی نہ ہو سکا۔

جب آفتاب کی شعاعوں میں حدت ہونے لگی تو وہ اٹھا اور تودے کے سب سے اونچے حصے پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

یہ بھی ایک جزیرہ ہی تھا۔ مگر جزیرہ موبار تو ہرگز نہیں تھا۔ بائیں جانب والے نشیب میں کافی بڑی آبادی نظر آ رہی تھی۔ مگر اس بستی میں موبار کی بستی جیسی شاندار عمارت نہیں تھی۔ ان کے بجائے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے نظر آ رہے تھے۔ اکا دکا پختہ عمارتیں بھی تھیں، لیکن بد وضع سی، دقیانوسی، اسٹائل کی۔

صفدر بستی کی طرف چل پڑا۔۔۔ سر پر منڈلانے والا پرندہ چیختا ہوا دور نکل گیا تھا۔ شائد اسے مایوسی ہوئی تھی۔

بستی میں پہنچ کر صفدر کو معلوم ہوا کہ وہ ماہی گیروں کی بستی تھی اور چونکہ وہ خود بھی کسی ماہی گیر ہی کے لباس میں تھا اس لیے اس کی طرف کوئی بھی متوجہ نہ ہوا۔ بھوک کے مارے اس کی آنتیں اینٹھنے لگی تھیں۔ اس نے اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ لیکن وہ بھی خالی تھیں۔ حالانکہ پچھلی رات اس کے پاس ڈیڑھ سو سے کچھ زائد ہی رقم تھی۔

وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا، جسے بازار ہی کہنا چاہیے۔۔۔ یہاں راستوں پر لکڑی کے دو رویہ کیبنوں میں دوکانیں تھیں اور فضا میں مچھلیوں کی ہلکی بساندھ مسلط تھی نم اور نمکین ہوا ذہن کو بوجھل کیے دے رہی تھی۔ اور بڑی شدت سے ایک کپ چائے کی ضرورت محسوس کرنے لگا تھا۔

او۔۔۔ نیلی پینٹ والا۔۔۔ صفدر چونک کر مڑا۔۔۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ آواز اسے ہی دی گئی تھی۔۔۔ ایک دکان کے قریب ایک نیم مغربی سی لڑکی نظر آئی جس کے پیروں کے پاس ایک بڑی سی جھالی رکھی ہوئی تھی۔۔۔ اس کے جسم پر مغربی طرز کا لباس تھا۔ لیکن رنگت اتنی صاف نہیں تھی جس کی بنا پر اسے مغربی سمجھا جا سکتا۔ ویسے خدوخال دلکش تھے۔ صفدر اس کی طرف بڑھا۔

"تم۔۔۔ مسدوری کرے گا"؟۔

"ضرور۔۔۔ میم صاحب۔۔" صفدر نے اطمینان کا سانس لے کر سوچا کہ اب وہ اپنا پیٹ بھر سکے گا۔

اس نے وزنی جھالی اٹھالی اور لڑکی کے پیچھے چلنے لگا۔ لڑکی کا لباس قیمتی تھا اور نہ اسے استعمال کرنے کے سلسلے

میں سلیقہ ہی برتا گیا تھا۔بادی النظر میں وہ کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھنے والی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

صفدر کو شائد ڈھائی تین فرلانگ جانا پڑا تھا اور پھر وہ ایک چھوٹی سی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا۔

"آجاو۔۔۔آجاو۔۔۔"لڑکی کہتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔پھر وہ ایک دروازے میں داخل ہوئی جس سے ہلکا سا دھواں باہر نکل رہا تھا"۔

"آجیاو۔۔۔ "اس نے پھر کہا۔

اب صفدر نے خود کو ایک مختصر باورچیخانہ میں پایا جہاں ایک بوڑھی عورت بیٹھی اپلے ہوئے آلو چھیل رہی تھی۔

صفدر نے جھابا فرش پر رکھ دیا اور لڑکی کے اشارے پر ایک گوشے میں پڑے ہوئے اسٹول پر بیٹھ گیا۔

" کتنا مسدوری"؟۔لڑکی نے پوچھا۔

"پتا نہیں میم صاحب"۔صفدر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"مسدوری ایک کپ چائے بھی ہو سکتی ہے۔۔۔اور چائے کے ساتھ دو ایک سلائیس بھی"؟۔

"تم ادھر کا نہیں جان پڑتا۔۔"؟لڑکی نے کہا۔اور انگریزی میں بولی۔"چائے گرم کرو۔ "یہ عورت بھی دیسی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن اس کا لباس بھی مغربی ہی طرز کا تھا۔

"ہاں میم صاحب۔۔۔میرے چند دشمن مجھے یہاں پھینک گئے ہیں۔انہوں نے میرا سارا روپیہ چھین لیا۔ میں کل رات تک مفلس نہیں تھا"۔

" کیا تم جواری ہے"؟۔لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں میم صاحب، میں ایک شریف آدمی ہوں"۔

"پھر تم کیسے لٹ گیا؟۔۔۔ادھر۔۔۔جہازوں پر جوا ہوتا۔۔۔۔جہازی لوگ ہر اکر ادھر اودھر پھینک دیتا۔ بہت دور۔۔۔شہر سے جواریوں کو لاتا۔جہاز پر جوا کھیلتا۔۔۔پھر۔۔۔۔جسیرے میں پھینک دیتا"۔

"اوہ۔۔۔مگر میں تو جزیرہ موبار میں ٹہل رہا تھا۔کچھ نامعلوم آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ایک اسٹیمر پر لے گئے تھے،پھر میں سو گیا۔آنکھ کھلی تو یہاں تھا"۔

"نہیں۔۔۔تم جھوٹا۔۔۔"؟لڑکی ہنس پڑی۔۔۔

"ہاں میم صاحب۔۔۔میری جیب میں خاصی اچھی رقم تھی جو انہوں نے نکال لی"۔

"موبار کدھر ہوتا"؟۔

"دارالحکومت سے بیس میل دور ہے"۔

"دارالحکومت کدھر ہوتا"؟۔

صفدر سوچنے لگا کہ اب جواب کیا ہونا چاہیے۔ اتنے میں بوڑھی عورت نے چائے گرم کر لی صفدر کو چائے کے ساتھ کچھ سلائیس بھی ملے اور وہ مر بھکوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔

"اب تم کیسے جائے گا"؟۔لڑکی نے پوچھا۔

مزدوری کر کے رقم اکٹھی کروں گا تا کہ دارالحکومت تک سفر کر سکوں۔اس جزیرے کا کیا نام ہے"؟۔

"جسیر ے۔۔۔۔"؟

"یہ تو عام نام ہوا۔میں خاص نام چاہتا ہوں"؟۔

"بس سب اسے۔۔۔آئی لینڈ جسیر وہی کہتے ہیں۔ادھر جہاز آتا ہے۔سامان لاتا۔لیکن کسی کو لے نہیں جاتا۔کسی کو نہیں لاتا"۔

اردو پر خوش آمدید
www.urdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے"؟۔صفدر نے حیرت سے کہا۔

"تم۔۔۔ادھر رہے گا"؟۔لڑکی نے پوچھا۔اور صفدر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا جواب دے۔لڑکی نے کہا۔" تم ہمارا ڈیڈی کا دیکھ بھال کرو۔ام تو م کو خوش کر دے گا"۔

"اچھا بات ہے۔ہم دیکھے گا"۔صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔اس نے سوچا کہ اس کے ڈیڈی ہی سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں"۔

"تم انگریزی سمجھتا"؟۔

"ہاں سمجھتا بھی۔۔۔۔اور بولتا بھی"۔

"اور تب تو تم بہت اچھا۔بہت اچھا۔ "یکایک بوڑھی عورت بول پڑی۔

"تمہارا نام کیا ہے"؟۔لڑکی نے پوچھا۔

"اوہارا۔۔۔مسی"۔

"تم کیا کام کرتے تھے"؟۔

"میں مچھلی پکڑنے والوں کی ایک فرم میں کلرک تھا"۔

"اوہ۔۔۔تو تم پڑھے لکھے آدمی ہو، بڑی خوشی ہوئی۔ "لڑکی سچ مچ خوش نظر آنے لگی۔

"میں ہر قسم کی خدمت انجام دے سکتا ہوں مسی، مزدوری بھی کرسکتا ہوں"۔صفدر نے کہا۔

صفدر نے ڈٹ کر ناشتہ کیا اور پھر وہ انگریزی میں گفتگو کرنے لگے۔

"میں نے دس سال تک مہذب آدمیوں کی شکلیں نہیں دیکھیں"۔لڑکی نے کہا۔ "تم شائد شہر سے آئے ہو۔مجھے وہاں کی باتیں بتاو۔۔۔اکثر ڈیڈی کے پاس شہر سے لوگ آتے ہیں۔لیکن وہ مجھ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔کیونکہ وہ بہت زیادہ عقل مند ہوتے ہیں برف سی سفید داڑھیاں۔لمبے چوغے اور گردنوں میں صلیبیں لٹکی ہوئی۔

" کیا آپ کے والد پادری ہیں"؟ ۔صفدر نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھتی کہ وہ کیا ہیں۔میں نہیں کبھی چوغہ پہنے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہ وہ صلیب ہی لٹکاتے ہیں۔ لیکن شہر سے ان کے پاس مقدس ہی لوگ آتے ہیں۔۔۔مجھے ان سے بڑی وحشت ہوتی ہے۔اب تم آگئے ہو اب میں تم سے گفتگو کیا کروں گی۔ڈیڈی کی باتیں تو میری سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔۔۔وہ دن رات موٹی موٹی کتابوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔۔۔مجھ سے کم گفتگو کرتے ہیں۔۔۔۔میں اچھی طرح ان کی دیکھ بھال نہیں کرپاتی۔۔۔اب تمہارے آجانے سے مجھے اطمینان ہوگیا ہے"۔

صفدر کچھ نہ بولا۔۔۔خاموشی سے چائے پیتا رہا۔۔۔وہ تیزی سے سوچ رہا تھا۔وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ یہاں اجنبی ہے۔راستے میں بھی راہ گیر اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ظاہر ہے کہ اسے یہاں اپنی موجودگی کی وجہ بتانی ہی پڑے گی۔یہ لڑکی تو شائد اس کے بیان سے مطمئن ہوگئی ہے، پھر اسے اس کی پرواہ ہی نہیں ہے کہ وہ یہاں کیوں اور کیسے آیا۔

بہر حال اب اگر کسی نے استفسار کیا تو اس کا جواب کیا ہونا چاہئے؟۔

وہ سوچتا رہا اور پھر یہی فیصلہ کیا کہ اسے پرنس آف چرونٹی ہی والی کہانی پر جم جانا چاہئے۔کچھ دیر کے لئے وہ اس کے سیکرٹری کا رول ادا کرچکا تھا۔لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ وہ عمران کی طرح اوٹ پٹانگ زبانوں اور بکواسوں کا ماہر نہیں تھا۔اس لیے ہوسکتا تھا کہ سیکرٹری کے رول میں اس کا پول کھل جاتی۔۔۔لہذا

اس نے چھروٹی اسٹیٹ کے کسی مقامی ایجنٹ کا رول اختیار کرنا مناسب سمجھا۔۔۔اس طرح وہ چھروٹی اسٹیٹ کی زبان سے ناواقف ہونے کے باوجود بھی خود کو اس سے آشنا ثابت کر سکتا تھا۔

صفدر احمق نہیں تھا کہ یہاں اپنی موجودگی کو لایعنی سمجھ لیتا۔۔۔آخر اس طرح بھٹکنے جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔۔۔کیا وہ اس سے عمران کی حقیقت نہیں معلوم کرنا چاہتے۔لیکن شائد ان کا طریق کار متشددانہ ہونے کے بجائے نفسیاتی ہے۔وہ ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں۔جن کے تحت بوکھلا کر صفدر خود بخود سچی بات اگل دے۔۔۔اور اگر یہ بات نہیں تو پھر اسے یہاں لا کر پھینکنے والے دیوانے ہی تھے۔۔۔کیونکہ یہ حرکت اگر کوئی مقصد نہیں رکھتی تو اسے دیوانگی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

وہ ایک کپ ختم کر چکا تو دوسرا لبریز کر دیا گیا۔بوڑھی عورت بھی اب بہت زیادہ مہربان نظر آنے لگی تھی۔

اب صفدر جلد از جلد لڑکی کے ڈیڈی سے ملنا چاہتا تھا۔۔۔وہ کون تھا جس سے ملنے کے لیے یہاں اس غیر مہذب بستی میں لمبے چغے والے پادری آیا کرتے تھے اور اس کی بیٹی کو ان سے وحشت ہوتی تھی۔

اس نے بوڑھی عورت کی طرف دیکھا۔تو کیا یہ اس لڑکی کی ماں ہی تھی؟۔۔۔

صفدر پوچھ نہ سکا۔۔۔وہ ابھی جلدی معلومات میں اضافہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا البتہ وہ ان سے اس بستی کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔

لڑکی بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔لیکن بوڑھی عورت کے متعلق صفدر کا خیال تھا کہ وہ بہت محتاط ہو کر گفتگو کر رہی ہے۔

چائے کے بعد لڑکی نے کہا۔۔۔۔ "چلو میں تمہیں ڈیڈی کے پاس لے چلوں"۔

اس مختصر سی عمارت میں کئی چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔اور جو سب سے بڑا تھا اس میں چاروں طرف کتابیں نظر آ رہی تھیں اور وہاں صفدر کو ایک عجیب الخلقت آدمی دکھائی دیا جو ایک موٹی سی کتاب پر جھکا ہوا تھا۔

یہ پستہ قد اور گٹھیلے جسم کا آدمی تھا کھوپڑی صاف تھی۔لیکن صفدر کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس صفائی میں دست قدرت کا دخل نہیں تھا بلکہ وہ کسی آدمی ہی کے استرے کی رہن منت تھی۔گالوں پر گھنی داڑھی تھی۔لیکن مونچھیں بھی استرے کی دستبرد سے نہیں بچی تھیں۔اس حلیے میں ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ہی بہار دکھاتا لیکن اسے کیا کیا

جائے کہ اس کے جسم پر جدید ترین وضع کا ایک بیش قیمت سوٹ تھا۔ گلے میں ٹائی بھی تھی ۔۔۔ اور بحیثیت مجموعی وہ کسی شریف آدمی کا کیری کیچر معلوم ہو رہا تھا۔ آہٹ پر اس نے ایک پل کے لیے سر اٹھا کر ان پر اچٹتی ہوئی نظر ڈالی اور پھر کتاب پر جھک گیا۔

ڈیڈی ہمیں بالآخر آدمی مل ہی گیا ۔۔۔۔۔۔ " لڑکی نے خوش ہو کر کہا۔

"بڑی دلچسپ اطلاع ہے "۔ ڈیڈی نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ " حالانکہ مجھے سالہا سال سے تلاش تھی لیکن ایک بھی نہ مل سکا"۔

"یہ آپ کا ہاتھ بھی بٹھائیں گے، کافی پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ اب آپ اپنی لائبریری کے لیے متفکر نہیں رہ سکتے "۔

اس نے صفدر کو اوپر سے نیچے تک گھور کر دیکھا اور سر کی جنبش سے کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "بیٹھ جاؤ ۔۔۔ اور بے بی اب تم جاؤ"۔

www.oneurdu.com
پرو ایکٹیوز پروڈکشن

لڑکی الٹے پیروں واپس گئی، صفدر بیٹھ چکا تھا۔

"نام ۔۔۔ "؟ اس نے صفدر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اوہارا ۔۔۔"

"یہاں کب سے ہو "؟۔

"یہ ایک لمبی کہانی ہے "۔ صفدر نے کہا۔ " آپ کے پاس شائد اتنا وقت نہ ہو کہ آپ سن سکیں "؟۔

" کہانیاں مجھے پسند ہیں، وقت نکال سکتا ہوں، مگر شرط یہ ہے کہ سچی نہ ہو "؟۔

"میں نہیں سمجھا جناب "؟ ۔۔۔۔۔ صفدر نے حیرت سے کہا۔

"سچی کہانیوں میں کوئی نئی بات نہیں ہوتی ۔۔۔ تم مقامی آدمی نہیں معلوم ہوتے ۔۔۔ کیونکہ مقامی آدمی تو کسی کی نوکری کرتے ہی نہیں ۔۔۔ ظاہر ہے کہ باہر ہی سے آئے ہو گے، اور اس آنے کے سلسلے میں وہی پرانی داستان سناؤ گے جو اس سے پہلے بھی کئی آدمی سنا چکے ہیں"۔

"میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے کونسی کہانی سنائی ہوگی ۔۔۔ "؟ صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

" کیا تم جواری ہو۔۔"؟

"نہیں۔۔۔صفدر نے طویل سانس لی اور بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا ابھی یہی سوال آپ کے صاحبزادی نے بھی کیا تھا"؟۔

"آہا۔۔تب تو تمہاری کہانی اس سے مختلف ہوگی، میں ضرور سنوں گا"۔عجیب الخلقت، آدمی نے کہا۔

یک بیک کتابوں کی الماری کے پیچھے کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا اور عجیب الخلقت آدمی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"جاو دوست او ہارا۔۔۔پھر سنوں گا تمہاری کہانی۔۔۔میرا بچہ جاگ گیا ہے۔۔۔جاو نکلو یہاں سے تمہیں دیکھ کر وہ ڈرے گا"۔

پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرتا رہا۔۔۔اور صفدر کمرے سے نکل آیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کس پاگل خانے میں آپھنسا ہے۔ پتا نہیں وہ ہوش میں آچکا ہے یا بیہوشی ہی کے عالم میں کوئی خواب دے رہا ہے۔

اردو پوائنٹ آمدید
www.oururdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

--------*----*

عمران کو بڑی اچھی نیند آئی تھی، لیکن کیا کرتا کہ سو نہ سکا۔ پتا نہیں کس تکلیف کی بنا پر آنکھ کھل گئی تھی ۔۔۔۔

تکلیف خواہ کچھ رہی ہو اس کا احساس تو نہیں ہوا تھا لیکن سینے پر ٹکی ہوئی رائفل کی نال فوراً ہی نظر آ گئی۔

"ناہ ۔۔۔۔ نی ۔۔۔ خفشار ہونڈرنی ۔۔۔ " عمران بڑبڑایا ۔۔ وہ اتنا احمق نہیں تھا کہ اس موقع پر اے

باپ رے باپ سے " کا نعرہ لگا کر اپنی قومیت کا اعلان کر دیتا۔

اردو پر خوش آمدید

رائفل والے کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔

عمران تھوڑی دیر تک اسے گھورتا رہا پھر گرج کر بولا۔ "چگر فروش ڈگنڈا ۔۔۔ چھوٹی فراش فیا اکدل"۔

"چپ چاپ پڑے رہو ۔۔۔ یا ایسی زبان بولو ۔۔ جو میری سمجھ میں آ سکے "؟۔

"نقاب پوش نے انگریزی میں کہا ۔۔۔ اور عمران نے پھر اپنی مادری و پدری زبانوں کا مجموعہ جھاڑ کر رکھ دیا۔

" کیا بک رہے ہو ۔۔۔ "؟ اس بار نقاب پوش نے اردو میں کہا۔

" تمیز سے گفتگو کرو۔ ہمارا مرتبہ پہچانو ۔۔۔۔ واہیات کہیں کے" ۔عمران اردو میں دھاڑا۔ اور ٹھیک اسی وقت تینوں لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کے چہرے زرد تھے، اور وہ پتھر کی مورتیاں معلوم ہو رہی تھیں، ان کے پیچھے بھی دو رائفل بردار نقاب پوش تھے۔

پھر چوتھا نقاب پوش کمرے میں داخل ہوا ۔۔۔۔ یہ قد آور خالی تھا۔

" کیوں؟ ۔۔۔۔ یہی ہے ۔۔۔۔ انور چوہان ۔۔۔۔ " اس نے گرج کر شالی سے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔۔ یہ انور چوہان ہے میرے شوہر ۔۔۔ " شالی مردہ سی آواز میں بولی اور عمران نے اپنے دیدے نچائے "۔

" تم جھوٹی ہو۔ دنیا کو دھوکا دے رہی ہو " ۔نقاب پوش گرجا۔

" تم لوگ کمینے ہو۔ مجھے میرے حق سے محروم کرنا چاہتے ہو " ۔دفعتاً غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں نے کسی کا کیا

بگاڑا ہے۔۔۔تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ میں اکیلی ہوں۔اگر خون خرابے کی ضرورت پیش آئی تو وہ بھی ہو جائے گا"۔

"یہ انور چوہان نہیں ہے۔۔۔۔کیوں تم انور چوہان ہو۔۔۔"؟عمران سے پوچھا گیا۔

وقتی طور پر عمران کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ اس کا جواب نفی میں ہونا چاہئے یا اثبات میں۔۔۔"

"ہاں یہ انور چوہان ہیں"۔تینوں لڑکیاں بیک وقت بولیں اور ایسی بے بسی سے عمران کی طرف دیکھنے لگیں کہ اس نے بھی خود کو انور چوہان ہی بنا ڈالنے کا تہیہ کر ڈالا۔

"تم جواب دو۔۔۔ورنہ گولی ماردی جائے گی"؟۔نقاب پوش نے عمران سے کہا۔

"ہاں۔۔۔ہمارا نام انور چوہان ہے"۔

اس نے کہا اور لڑکیوں کے چہرے کھل اٹھے۔

اور شالی فوراً ہی بولی۔ "انہوں نے اپنی داڑھی اور مونچھیں صاف کر دی ہیں"۔

"ہاں ہمیں۔۔۔۔وہ جنگل گراں گزرتا تھا"عمران نے کہا۔

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا، پھر اپنے ساتھیوں سے بولا، چلو دوستو آج یہ کانٹا بھی نکل گیا۔۔۔انور چوہان کو باندھ لو"۔

"نہیں۔۔۔یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ہرگز نہیں ہو سکتا"۔شالی چیخنے لگی اور فوراً دوسرے نقاب پوش نے اس کا منہ دبا لیا۔

دوسری طرف رائفل والا نقاب پوش عمران سے اٹھنے کو کہہ رہا تھا۔

عمران اٹھا اور ایک طرف کھڑا ہو کر کانپنے لگا۔

"اے۔۔۔تت تم۔۔۔یہ مم۔۔۔۔مت سمجھنا کہ ہم ڈر گئے ہیں"۔وہ کانپتا ہوا کہہ رہا تھا"۔ہمیں سس۔۔۔سردی۔۔۔لل۔۔۔لگ رہی ہے"۔

وہ سب ہنسنے لگے۔لڑکیوں کے منہ فق تھے۔لیکن یہ کیفیت دیر تک نہ رہ سکی۔رائفل والا نقاب پوش جو غالباً مطمئن تھا رائفل رکھ کر رسی سنبھالنے لگا تھا۔اچانک عمران کا شکار ہو گیا۔اس نے اسے سر سے بلند کر کے قد آور نقاب پوش پر کھینچ مارا۔بس پھر شور ہونے لگا۔عجیب سی افراتفری مچ گئی۔لڑکیاں سہم کر مختلف گوشوں میں جا دبکیں اور کمرہ میدان جنگ بن گیا۔نقاب پوشوں میں سے ایک تو فرش ہی پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور تین

عمران پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن ان کی بوکھلاہٹ کا یہ عالم تھا کہ رائفلیں دور پڑی بھیک مانگ رہی تھیں۔ ان کی کوشش تھی کہ عمران کو بے بس کر دیں لیکن وہ ایک بار سے زیادہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکے تھے۔ وہ اس طرح چھلانگیں لگا لگا کر ان کی مرمت کر رہا تھا کہ اس پر نظر ٹھہرنا محال تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ رائفلوں پر ہاتھ نہ ڈال سکیں۔ ایک رائفل تو ایک بار کی ٹھوکر سے کمرے کے باہر ہی جا چکی تھی مگر شائد ان تینوں کو بھی رائفلوں کی پرواہ نہیں تھی وہ اسے بے بس کر کے شائد باندھ ہی لینا چاہتے تھے۔

" پکڑو گدھو۔ کیوں اونگھ رہے ہو" ۔ قد آور نقاب پوش نے اپنے ساتھیوں کو للکارا۔ اتنے میں عمارت میں کئی گھنٹیاں چیخنے لگیں۔

اور نقاب پوش نے چیخ کر کہا بھاگو۔ چوتھا جو اب سنبھل کر فرش پر بیٹھ گیا تھا سب سے پہلے نکل کر بھاگا اور وہ سب اتنی تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹے کہ عمران ٹھٹک کر رہ گیا وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ ان میں سے کسی کو پکڑے یا جانے دے۔

لیکن پھر بھی وہ ان کے پیچھے دوڑ گیا۔ گھنٹیاں بدستور بج رہی تھیں اور ساتھ ہی عمران پولیس کی چیخیں بھی سن رہا تھا۔ یہ تینوں لڑکیوں کی آوازیں تھیں جو شائد نہیں چاہتی تھیں کہ عمران ان کے تعاقب کا خطرہ مول لے۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں اکٹھا ہوئے۔ حملہ آور اپنی تینوں رائفلیں چھوڑ گئے تھے۔ عمران ان میں سے ایک کو بھی نہیں پکڑ سکا تھا کہ دو کمروں سے گزرنے کے بعد وہ فضا میں پرواز کر گئے تھے یا انہیں زمین نگل گئی تھی۔

تینوں مسلح پہرے دار سر جھکائے کھڑے تھے اور شالی اس پر برس رہی تھی۔

"ہمیں دھوکے سے کچھ پلایا گیا تھا۔ بیگم صاحب" ۔ ایک پہرہ دار بولا۔ " ورنہ ہم کبھی ڈیوٹی پر نہیں سوئے یقین کیجئے" ۔

" تم نے کیا پیا تھا"؟۔

"اندر سے کافی آئی تھی" ۔

"وہ تو روز آتی ہے"؟۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ آج ان میں کچھ نہ کچھ ضرور تھا کیونکہ پیالی ختم کرتے ہی ہمارے سر چکرانے لگے تھے یقین کیجئے ہم نے ایک دوسرے سے اس کی شکایت بھی کی تھی۔ پھر ہمیں یاد نہیں کہ ہم کس کس حالت میں کہاں کہاں پڑے رہے تھے پھر جب آنکھ کھلی تو اندر شور سنا۔ اندر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ گھنٹیاں بجائیں لیکن دروازہ نہ کھلا"۔

عمران جو بہت غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا دفعتاً ہاتھ ہلا کر بولا۔ "دفع ہو جاؤ۔۔۔ جاؤ۔۔۔ ہوشیار رہو۔ آئندہ ایسا نہ ہونا چاہئے"۔

پہرے دار سلام کر کے رخصت ہو گئے۔ اب ان تین خانگی ملازموں کی فکر ہوئی جو عمارت ہی میں سوتے تھے وہ اپنے کمروں میں بے ہوش پائے گئے اور کسی طرح بھی ہوش میں نہ آسکے۔ عمران نے ڈاکٹر کو طلب کرنے کی تجویز پیش کی لیکن شالی نے کہا کہ وہ اس کہانی کو باہر نہیں جانے دینا چاہتی۔ عمران خاموش ہو گیا۔ ویسے اب اس کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی کافی کی ٹرے لائی۔

اور اب وہ دونوں بھی ان کے ساتھ ہی میز پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت عمران نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ویسے شالی بھی اسے پہلے ہی بتا چکی تھی۔ وہ اس کی ملازمائیں ضرور ہیں لیکن وہ انہیں سہیلیوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔

"اب ہمیں بتاؤ کہ یہ کیا قصہ تھا"؟ عمران نے کافی کے دو تین گھونٹ پی لینے کے بعد کہا۔ "حیرت کے مارے ہماری آنکھیں نکلی پڑ رہی ہیں کہ تم نے نہ صرف ہمارا نام بدل دیا تھا۔۔۔ بلکہ۔۔۔۔۔"

اس نے دانتوں میں انگلی دبا کر سر جھکا لیا اور شرم سے کان کی لویں تک سرخ ہو گئیں۔ لڑکیاں جو ابھی تک سہمی ہوئی تھیں۔ اس شرماہٹ پر کسی طرح بھی اپنے قہقہے نہ روک سکیں اور شالی کی سنجیدگی میں جھلاہٹ اور شرمندگی کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔

عمران بدستور سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر ایک لڑکی نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

"جی ہاں پرنس۔۔۔ نہ صرف آپ کا نام بدل گیا بلکہ آپ ان کے شوہر بھی ہو گئے"۔

"بس بس"۔ اب ہم کچھ نہیں سننا چاہتے" عمران بگڑ گیا۔

"پرنس خدا کے لیے۔۔۔ خفا نہ ہوئیے"۔ شالی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گھگھیائی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم لوگ چاہتی کیا ہو۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم پاگل نہ ہو جائیں"؟۔

میں ایک مظلوم اور ستم رسیدہ لڑکی ہوں پرنس۔ کیا آپ ہماری مدد نہیں کریں گے"؟۔ شالی نے روہانسی ہو کر کہا۔

"ہماری سمجھ میں کچھ آتا ہی نہیں۔ ہم مدد کیا کریں گے"؟۔

"بس آپ محترمہ شالی کے شوہر بن جایئے ایک لڑکی نے کہا اور عمران پھر کسی شرمیلی لڑکی کی طرح بدک گیا۔

"بھئی۔۔۔ خدا کے لیے تم دونوں خاموش رہو"۔ شالی نے کہا۔ "میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اس کا تذکرہ تو اس وقت ہوا ہے کہ میرا شوہر کتنے خطرات میں گھر جائے گا۔ انور چوہان کی زندگی ہر وقت خطرے میں ہوگی۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ وہ پرنس کو پکڑ لے جانا چاہتے تھے"۔

"اور وہ ہمیں پکڑ لے گئے" عمران نے برا مان کر غصیلے لہجے میں کہا۔ "محترمہ شالی ہم ہر قسم کے خطرات میں پڑنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ اس وقت ہماری بڑی توہین ہوئی ہے۔ غضب خدا کا۔۔۔ کسی میں اتنی جرات ہو کہ وہ تھری ناٹ تھری جنگ بہادر کو باندھ لے جانے کی کوشش کرے"۔

"واقعی پرنس۔ میں تو آپ کی جنگ کا نقشہ دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ اگر وہ بھاگ نہ جاتے تو شاید آپ ان چاروں کو مار ہی ڈالتے۔ اتنا طاقتور آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا جو کسی کو سر سے اونچا اٹھا کر پٹخ دے"۔ شالی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"واہ ہم نے تو بہت دیکھے ہیں ایسے آدمی۔ "وہ شمعون دولالہ۔۔۔ اف فوہ۔۔۔ وہ تو بڑی بڑی عمارتیں گرا دیا کرتا تھا"۔

"شمعون دولالہ"؟۔ لڑکی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"ارے ہاں۔۔۔ وہ سنیما میں ہوتا ہے نا۔۔۔ اس کا نام کچھ اور تھا ہم نے اس کا عربی میں ترجمہ کر لیا ہے۔ وہ تھا نہیں۔۔۔ جس کی قوت بالوں میں تھی۔ سر مونڈ دیا گیا تھا تو بالکل بھینس ہو کر رہ گیا تھا۔ ہمیں یقین نہیں آیا تھا لیکن پھر یقین آ گیا"۔

"اچھا میں سمجھی آپ شاید سیمسن اینڈ ڈی لائلہ کی بات کر رہے ہیں مگر آپ کو کیسے یقین آیا تھا۔ مجھے تو اب تک یقین نہیں آیا"؟۔

"نہیں بالوں میں ہوتی ہے قوت۔ کسی نہ کسی قسم کی قوت ضرور ہوتی ہے وہ اسے کیا کہتے ہیں اردو میں جو گیت بناتا ہے۔ ہماری زبان میں تو بگڈم کہلاتا ہے"؟۔

"گیت بناتا ہے"؟۔ لڑکی کچھ سوچتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔ "پوئٹ۔۔۔ او ہاں شاعر۔۔۔ اردو میں شاعر کہتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے ہمیں یاد نہیں تھا۔ ویسے ہم یہ لفظ سینکڑوں بار پڑھ چکے ہیں ہماری ریاست میں بھی بہت سارے شاعر ہیں جو بے تحاشا بال بڑھاتے ہیں۔ ہم یہ سینما شمعون وولالہ دیکھ کر واپس گئے تھے اور بالوں کی الجھن میں گرفتار تھے چاہتے تھے کہ اس کا تجربہ کریں۔ بس ایک دن ایک مجلس میں ایک شاعر کو پکڑوا کر اس کے بال کتروا دیئے۔ اس دن سے جو اسے چپ لگی ہوئی ہے اس نے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ تب سے ہم بالوں کی قوت کے قائل ہو گئے ہیں"۔

یک بیک شالی اس لڑکی کو گھور کر بولی۔ "یہ تم نے کہاں کی باتیں چھیڑ دی ہیں۔۔۔۔ کیا یہ اس کا موقعہ ہے"؟۔

پروایکٹیوز پروڈکشن

"ارے ہاں۔ وہ تو ہم بھی بھولے جا رہے تھے۔ ہاں۔۔۔۔ یہ کیا قصہ تھا۔ ان نامعلوم آدمیوں نے ہماری عزت کو للکارا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے۔ کیا تم اس کے بارے میں کچھ جانتی ہو"؟۔

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ کچھ لوگ میرے دشمن ہیں مجھے میرے حق سے محروم کر کے خود ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بہت بڑی دولت جس کی وارث صرف میں ہوں"۔

"مگر یہ انور چوہان کیا بلا ہے"؟۔

"پرنس یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ جو بعض اوقات خود مجھے ایسا معلوم ہونے لگتی ہے جیسے کسی ناول نویس نے گڑھی ہو۔ خود مجھے بھی یقین نہیں آتا کہ یہ کہانی سچی ہو گی۔ لیکن یہ کہانی بہر حال سچی ہے۔ یہ دو یتیم لڑکوں کی کہانی ہے جو آج سے آٹھ سال پہلے دنیا کی مشکلات کے خلاف جنگ کرنے نکلے تھے"۔

"یتیم لڑکے"؟۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور خواہ مخواہ آبدیدہ ہو گیا۔

"کیوں پرنس"؟۔

"لفظ یتیم پر ہم اپنی یتیمی کے امکانات پر غور کرنے لگتے ہیں اور ہمارا دل بھر آتا ہے"۔ عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔

لڑکیاں منہ پھیر کر مسکرانے لگیں لیکن شالی کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"اے۔۔۔یہاں چیونگم نہیں ملے گی کیا"؟ عمران نے یک بیک چونک کر کہا۔ "چیونگم کے بغیر ہم خود کو بالکل الو محسوس کرنے لگتے ہیں"۔

شالی نے لڑکیوں کی طرف دیکھا ان میں سے ایک نے کہا۔ "چیونگم مہیا کرسکوں گی سرکار لیکن قیمت بہت زیادہ ہوگی"۔

"ہم انعامات کی بارش کر دینے کے عادی ہیں" عمران نے شان بے نیازی سے کہا۔

لڑکی چلی گئی اور شالی نے کہانی جاری رکھی۔ "یہ دونوں یتیم لڑکے ایک ہی بستی کے رہنے والے اور گہرے دوست تھے۔اعزہ نے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے تھے اور دونوں کے حالات یکساں تھے۔وہ دونوں دنیا سے لڑنے نکلے تھے۔ٹھوکریں کھاتے ہوئے افریقہ کے ایک جزیرے میں جا پہنچے جو ایک انگریز کی ملکیت تھا۔ دونوں نے وہاں مزدوروں کی سی زندگی شروع کی لیکن تین یا چار سال کے اندر ہی اندر جزیرے کے مالک کی آنکھوں کے تارے بن گئے۔ایک بار انہوں نے چند جنگلی درندوں سے ان کی جان بچائی تھی۔انگریز لاولد تھا۔ان دونوں کو اپنے بیٹوں کی طرح رکھنے لگا۔بوڑھی عورت بھی انہیں بیٹوں ہی کی طرح سمجھتی تھی۔ بوڑھی عورت کا نام شالی تھا۔وہ دونوں وہیں رہے اور انگریز کی وصیت کے مطابق اس کے بعد دونوں ہی اس جزیرے کے مالک بنے اور ان دونوں نے تہیہ کر لیا کہ ان کی دولت اور جائیداد ہمیشہ نسلاً بعد نسلاً مشترک رہے گی۔قانونی طور پر اس کے حصے بخرے نہ ہوسکیں گے۔پھر وہ بڑی شان وشوکت سے اپنے وطن میں دوبارہ واپس آئے۔اب وہی اعزہ جو انہیں ٹھوکریں مارتے تھے۔ان کے قدموں میں بچھنے لگے۔لیکن انہیں تو ان سے انتقام لینا تھا۔ان کے لیے بستی کے معززین لڑکیوں کے رشتے آنے لگے۔لیکن انہوں نے بستی سے دو خوش شکل چماریاں منتخب کیں اور ان سے شادی کر لی۔گویا بستی کے معززین پر تھوک دیا۔بستی میں دونوں چماریوں کے لیے دو شاندار محل تعمیر کیے گئے اور وہ ان میں رہنے لگیں اور وہ دونوں پھر افریقہ واپس چلے گئے۔یہاں میری اور انور کی پیدائش ہوئی۔انور تھوڑا بڑا ہوا تو اس کا باپ اسے اپنے ساتھ لے گیا لیکن میرا باپ میرے لڑکی ہونے کی وجہ سے اداس تھا۔بہر حال میں یہیں رہی۔میرا نام اس نے شالی تجویز کیا تھا تاکہ اس بوڑھی انگریز عورت کی یاد تازہ رہے جس نے اسے بیٹوں کی طرح رکھا تھا۔میرے اور انور کے

باپ نے یہ طے کیا کہ میری اور انور کی شادی ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک وصیت مرتب کی جس کے مطابق ہم اس صورت میں مشترکہ طور پر اس دولت تجارت یا جائیداد کے مالک بن سکتے ہیں جب ہم سن بلوغ کو پہنچنے پر آپس میں شادی کر لیتے۔ اگر ہم میں سے کوئی اس شادی کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اس وراثت سے محروم ہو جائے گا اور یہ دولت کلی طور پر ایک کے حصے میں آ جائیگی ہماری صغیر سنی ہی میں ہمارے والدین انتقال کر گئے۔ انور چوہان اپنے باپ کے پاس تھا اس نے اسے ایک انگریز عورت کی نگرانی میں دے دیا تھا۔ یہاں ایک ٹرسٹ کے تحت میری پرورش و پرداخت ہوتی رہی۔ پچھلے سال مجھے انور چوہان کا ایک خط ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنے سے معذور ہے۔ اسے ایک اسپینی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے اور وہ اسے اپنے ساتھ جنوبی امریکہ لے جا رہا ہے جہاں اس لڑکی کے باپ کے کئی فارم ہیں اور اب وہ وہیں بس جائے گا اور اس کے متعلق میں کبھی کچھ نہ سن سکوں گی۔ وہ ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو رہا ہے اور وصیت کے مطابق اب میں ہی ساری دولت تجارت اور جائیدادوں کی مالک ہوں۔ اس نے لکھا تھا کہ اس کی حیثیت قانونی طور پر ایک مرے ہوئے آدمی کی سی ہو گی۔ کیونکہ وہ اپنی موجودہ شہریت منسوخ کرا کے جنوبی امریکہ کی شہریت اختیار کر لے گا۔۔۔۔ انور چوہان نے اپنی ایک تصویر بھی بھیجی تھی۔ تصویر دیکھ کر میں نے سوچا چلو جان چھوٹی کیونکہ وہ داڑھی والا تھا اور داڑھی سے مجھے وحشت ہوتی ہے"۔

"لیکن تمہارے یہ دشمن کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں"؟ عمران نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ انور چوہان کے والد کے مقامی اعزہ ہوں گے۔ میں نے انور چوہان کا یہ خط اپنے وکیل کو دکھایا تھا۔ اس نے کہا کہ انور چوہان کے بعد اس کے باپ کے قریبی اعزہ اس دولت کے حصہ دار ہو سکتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہیں کے قوانین کے مطابق وراثت کا تعین ہو سکے گا اور وہ وصیت نامہ کالعدم قرار دے دیا جائے گا۔ جو افریقہ کے اس جزیرے میں مرتب کیا گیا تھا لیکن انور چوہان کی موجودگی میں اس کے اعزہ کی ملکیت کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے گا۔ میں بے ایمان نہیں ہوں پرنس لیکن نہیں نہیں چاہتی کہ ان علو ہمت اور عالی مقام لوگوں کی محبت سے پیدا ہوئی دولت میں سے ان حرام خوروں کو بھی حصہ ملے جنہوں نے ان دونوں یتیم لڑکوں کو بدگوشت کی طرح کاٹ پھینکا تھا"۔

"پھر تمہاری وکیل کیا کہتا ہے"؟۔

"وہ کہتا ہے کہ انور چوہان کو یہاں کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ داڑھی رکھتا ہے کسی نے آج تک اس کی تصویر بھی نہیں دیکھی کیوں نہ ایک انور چوہان پیدا کیا جائے۔ اس طرح پوری ملکیت میری ہوگی اور مجھے حق ہوگا کہ میں انور چوہان کا حصہ اسے جنوبی امریکہ بھجوا سکوں۔ میں یہاں حرام خور حصے دار پیدا کرنے سے بہتر سمجھتی ہوں کہ تھوڑا سا فراڈ کرکے انور چوہان کو اس کا حصہ ہر حال میں پہنچایا جائے۔۔۔ میرا وکیل بھی اس سے متفق ہے لیکن میرے نامعلوم دشمن انور چوہان کو مردہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں تاکہ جائیداد اور ملکیت میں حصہ لگا سکیں"۔

"اوہ۔۔۔ ہم سمجھ گئے" عمران نے معنی خیز انداز میں آنکھیں نکال کر قہقہہ لگایا۔ "بالکل سمجھ گئے ہمیں انور چوہان بننا ہے۔ ہم بن سکیں گے اور بڑے مزے میں بن سکیں گے۔ تین سال گزرے ہم شکار کی غرض سے افریقہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ایک جانور پکڑ لائے تھے۔ جس کا ترجمہ ہم نے عربی میں یوسف کیا ہے ویسے اس کا نام جوزف ہے۔ وہ بھی کہیں ہمارے ساتھ رانا پیلس میں مقیم ہے۔۔۔ مگر ایک بہت بڑی دشواری۔۔۔ اس کی وجہ سے ہم پہچان لیے جائیں گے۔ کاش اس کی شکل بدل جاتی مگر یہ ناممکن ہے"۔

"یہ ممکن ہے پرنس" کسی طرف سے بھاری آواز آئی اور وہ سب چونک پڑے۔

دوسرے ہی لمحے میں وکیل داراب کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔ "میں بے وقت آمد پر معافی چاہتا ہوں۔ مگر مجھے ابھی کسی قسم کے ہنگامے کی اطلاع ملی تھی۔

پہرے داروں سے میں نے کہہ رکھا ہے کہ مجھے ہر وقت محترمہ شالی کی خیریت معلوم ہونی چاہیے۔ ان میں سے ایک ابھی میرے پاس پہنچا تھا۔ میں اس کے لیے بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کی گفتگو کا کچھ حصہ سن لیا ہے۔۔۔ اور میں محترمہ شالی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ پرنس ان کی مدد کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ پرنس شاہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان کی رگوں میں دلیر اجداد کا خون جوش مار رہا ہے اور محترمہ شالی کی داستان غم سن کر ان کی رگ شجاعت بھڑک اٹھی ہے۔ وہ محترمہ شالی کی مدد ضرور کریں گے۔ میں مطمئن ہوں"۔

"ہم تمہاری اس باموقع تقریر سے خوش ہوئے وکیل صاحب۔ ان نامعلوم نقاب پوشوں نے ہماری بڑی توہین کی ہے۔ اس لیے ہم ان سے ضرور نبٹیں گے اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم انور چوہان بن

جائیں۔۔۔بیٹھو وکیل بیٹھو۔تم کھڑے کیوں ہو"۔

اتنے میں لڑکی چیونگم کے پیکٹ لائی۔عمران نے ایک وکیل کو بھی پیش کیا جو شکریئے کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

"ہاں آپ ابھی کسی افریقی آدمی جوزف کی بات کر رہے تھے اس کی شکل تبدیل کرنے کا مسئلہ تھا۔وہ ہو سکتا ہے۔اس کی شکل تبدیل ہو جائے گی لیکن کیا وہ ایسا ہی معتبر آدمی ہے کہ آپ کی اسٹیٹ کو ان حالات سے باخبر نہ کرے"؟۔

"او ہا بالکل۔میں اپنے آدمیوں میں سے صرف اسی پر اعتماد کر سکتا ہوں۔وہ ہمارا راز قبر ہی میں لے جائے گا۔۔۔اس سے ہم ٹوٹی پھوٹی عربی میں گفتگو کر سکتے ہیں مگر وہ انگریزی بھی بول سکتا ہے جو ہماری سمجھ میں کبھی بھی نہ آئے گی۔ہم انگریزی کے سینما دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کاش ہم انہیں سمجھ بھی سکتے۔شمعون اور ولالہ کی گفتگو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر سکتے۔وہ کھیل ہمیں بہت پسند ہے"۔

"اچھا پرنس، وکیل نے کہا"۔اگر آپ کی شکل میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے تو کیسی رہے گی"؟۔

"بہت عمدہ"۔عمران اس طرح اچھلا کہ کرسی الٹ گئی۔"بہت عمدہ۔تب پھر ہم بالکل محفوظ ہو جائیں گے۔ مگر ہماری صورت تبدیل کیسے ہو گی"؟۔

"بہت آسانی سے ہو جائے گی۔صرف آپ کی ناک تھوڑی سی اوپر اٹھانی پڑے گی۔گو انور چوہان کی تصویر دھندلی ہے لیکن داڑھی کے ساتھ ناک بھی نمایاں ہے۔بس ویسی ہی ناک بنا دی جائے گی۔

" مگر ہم داڑھی نہیں اگائیں گے"۔عمران بوکھلا کر بولا۔

"مت اگائیے۔ضرورت بھی نہیں ہے۔آپ نے داڑھی صاف کرا دی ہے۔ضروری نہیں ہے کہ انور چوہان ہمیشہ داڑھی رکھتے۔محترمہ شالی کو داڑھی پسند نہیں تھی اس لیے صاف کرا دی گئی۔ " کیوں"؟۔

وکیل نے مکارانہ انداز میں اپنی بائیں آنکھ دبائی۔شکل ہی سے وہ کوئی فلمی ویلن معلوم ہوتا تھا۔

--------*----*

لڑکی کا نام لزی تھا۔ اس نے صفدر کو بتایا کہ اس کے ڈیڈی کو کتے کے پلوں سے عشق ہے اور لائبریری میں دو چار پڑے رہتے ہیں۔ لزی کے بیان کے مطابق پروفیسر بوغا جو نسلاً ترک تھا۔ صفدر کو خبطی ہی معلوم ہوا۔ وہ سردیوں میں کتے کے پلے پالتا تھا اور گرمیوں میں بندر کے بچے۔ جیسے ہی وہ بڑے ہوتے انہیں گھر سے نکال دیتا یا سمندر میں غرق کرا دیتا۔

خبطی بوغا نے ابھی اس کی کہانی نہیں سنی تھی۔ شام ہو گئی اور صفدر وہیں رہا۔ پتہ نہیں لزی نے اس کے لیے اچھے کپڑے کہاں سے مہیا کیے تھے بہر حال اب صفدر کے جسم پر ماہی گیروں کا لباس نہیں تھا۔

لزی اس پر بہت زیادہ مہربان تھی۔ بوڑھی عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ لزی کی رشتے کی ایک خالہ ہے۔

لزی کا باپ ترک تھا اور ماں سائپرس کی رہنے والی تھی۔ اس نے صفدر کو بتایا کہ پروفیسر کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا ہے اور دارالحکومت کے متمول عیسائی بھی اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے خرچ اچھی طرح چل جاتا ہے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی جزیرے کے لوگ اتنے تنگ نظر ہیں کہ جزیرے کی حدود سے قدم نکالنا بہت بڑی بدشگونی سمجھتے ہیں۔ ان کا پیشہ ماہی گیری ہے۔ وہ دن بھر مچھلیاں پکڑتے ہیں جو شام کو شہر سے آئے ہوئے اسٹیمروں کے ذریعہ کہیں اور لے جائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ اسٹیمر والے یہاں سے کسی کو نہیں لے جا سکتے۔ مقامی لوگوں سے انہیں باقاعدہ معاہدہ کرنا پڑا ہے کہ وہ یہاں سے کسی کو کبھی نہیں لے جائیں گے۔ خواہ کوئی خواہش ہی کیوں نہ ظاہر کرے۔ صرف میرے ڈیڈی سے ملنے کے لیے اکثر لوگ آتے ہیں اور وہی واپس جاتے ہیں۔ ان میں اور مقامی لوگوں میں بڑا فرق ہوتا ہے اور وہ بآسانی پہچانے جا سکتے ہیں۔

شام کو لزی نے صفدر کے ساتھ ٹہلنے کی تجویز پیش کی۔ وہ بڑی سیدھی سادی لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ اپنے ڈیڈی کے لیے بہت متفکر رہتی۔

وہ ٹہلتے ہوئے ساحل پر آئے۔سورج سرخ رنگ کے کسی بہت بڑے طشت سے مشابہ نظر آ رہا تھا۔وہ ریت پر بیٹھ گئے۔لزی نے اپنے سینڈل اتار کر خوبصورت سے پیر ریت میں گاڑتے ہوئے کہا۔ "ٹھنڈی ریت کتنی اچھی لگتی ہے۔سنا ہے کہ آج کل شہر میں بڑی سخت سردی پڑ رہی ہو گی۔لوگ اس وقت گھروں سے نکلا بھی نہ کرتے ہوں گے۔۔۔مگر دیکھو، یہاں کتنا اچھا موسم ہے۔ہم ہلکے کپڑوں میں ہیں اور میں اکثر سوچتی ہوں کہ شہر کیسا ہوگا"؟۔

"آپ کبھی شہر نہیں گئیں"؟۔

" کیسے جاتی۔یہاں سے کوئی جانے ہی نہیں پاتا۔مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اس جزیرے سے باہر نکلی ہوں۔ میری خالہ کہتی ہیں کہ جب میں صرف ڈھائی سال کی تھی تب ڈیڈی نے یہاں کی سکونت اختیار کی تھی۔ میرے ڈیڈی عجیب آدمی ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے آدمیوں سے نفرت ہے۔میں پادریوں کو بھی بڑی بے دلی سے برداشت کرتا ہوں"۔

www.oneurdu.com
پرو ایکٹیوز پروڈکشن

"بڑے عجیب ہیں آپ کے ڈیڈی"؟۔

"وہ کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔مجھے اتنا پیار نہیں کرتے مگر مجھے ان سے بہت محبت ہے۔میں ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔وہ مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں اکثر مارنے کے لیے بھی دوڑتے ہیں لیکن مجھے برا نہیں لگتا۔وہ میرے ڈیڈی ہیں نا۔۔۔۔خالہ کہتی ہیں کہ میں صرف ایک سال کی تھی تب میری ماں مر گئی تھیں۔ڈیڈی نے بڑی تکلیف اٹھا کر میری پرورش کی ہے اور انہوں نے دوسری شادی نہیں کی مگر اب وہ مجھے پیار کیوں نہیں کرتے۔انہوں نے کبھی ہنس کر مجھ سے گفتگو نہیں کی۔لیکن میں ان کے لیے بہت پریشان ہوں۔میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ پاگل نہ ہو گئے ہوں۔اب تم یہی دیکھو۔۔۔۔۔ خالہ کہتی ہیں کہ کوئی بھی صحیح الدماغ آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جیسے ڈیڈی ہیں۔ایک دن وہ سو رہے تھے۔مجھے کسی بات پر اتنے زور سے ہنسی آئی کہ وہ جاگ پڑے۔بہت خفا ہوئے مجھے مارنے کو دوڑے تھے لیکن کتے کے پلے اور بندروں کے بچے ان کی خوابگاہ میں ان کے ساتھ سوتے ہیں۔رات میں اکثر وہ تین بچے چیخنے لگتے ہیں۔پھر شاید وہ انہیں کچھ کھانے کو دیتے ہیں اور وہ چپ ہو جاتے ہیں۔ان پر نہیں خفا ہوتے۔انہیں مارنے کو نہیں دوڑتے۔تم مجھے بتاؤ۔۔۔کیا تمہارے دل سے بھی ایسا ہو سکے گا کہ تم اپنے بچوں پر پلوں اور بندروں کے بچے کو ترجیح دو"۔

"ہرگز نہیں مسی"۔

"پھر میرے ڈیڈی کیسے آدمی ہیں"۔

"اب میں کیا بتاؤں۔ میری نظروں سے بھی ایسا باپ آج تک نہیں گزارا"۔

"تمہارے والدین زندہ ہیں"؟۔

"نہیں"۔ صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میں اس دنیا میں اکیلا ہوں"۔

"اب تو نہیں ہو"؟۔ لزی نے بڑے خلوص سے کہا۔ "تم چاہو تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہ سکتے ہو۔ ڈیڈی نے تمہیں ناپسند نہیں کیا ورنہ اب تک نکال چکے ہوتے"۔

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مسی۔ آپ میرا بڑا خیال رکھتی ہیں"۔

"ڈیڈی بھی خیال رکھیں گے۔ تمہیں ان سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ وہ زیادہ غصہ ور بھی نہیں ہیں۔ زیادہ بولتے چالتے بھی نہیں۔ اب یہ کپڑے انہوں نے خود ہی منگوا کر دیئے ہیں تمہارے لیے۔۔۔"

"میں ان کا بھی شکر گزار ہوں مسی لیکن کیا اب میں کبھی یہاں سے نہ جاسکوں گا"۔

"جب تمہارا اس دنیا میں اور کوئی ہے ہی نہیں تو جا کر کیا کرو گے"۔

"آپ یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہیں"۔ صفدر نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا تم مغموم ہو"؟۔ لزی نے بھولے پن سے پوچھا۔

"نہیں مسی۔ میں خوش ہوں"۔ صفدر مسکرایا۔ "مجھے کچھ ہمدرد مل گئے ہیں"۔

صفدر خاموش ہو کر سوچنے لگا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی۔ ویسے وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر وہ یہاں کیوں لا پھینکا گیا ہے۔ دفعتاً لزی ایک طرف مڑ کر بولی۔ "یہ مردود ادھر کیوں آ رہا ہے"؟۔

صفدر نے بھی ادھر ہی دیکھا۔ ایک آدمی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

یہ ایک نوجوان اور صحت مند آدمی تھا۔ جسم پر قمیص اور پتلون تھی۔ وہ بہت بے تکلفی سے ان کے پاس بیٹھ گیا اور لزی سے غلط سلط انگریزی میں بولا۔ "آج کی شام اچھی ہے مس بونا"؟۔

"ہاں ہے تو۔۔۔" اس نے بے دلی سے جواب دیا۔

اب اس نے صفدر پر تضحیک آمیز نظر ڈالی۔۔ ایک طرف پچ سے تھوک کر بولا۔ "یہ تو کوئی اجنبی معلوم ہوتا ہے"؟۔

"ہاں"۔

"جواری"؟۔

"ہوسکتا ہے۔یہ ہمارے گھر کام کریں گے"۔لزی نے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔مس بونا۔ان لوگوں کی دیکھ بھال تو میری پاپا کے علاوہ اور کوئی نہیں کرتا۔یہاں کس میں ہمت ہے کہ ایسے آدمیوں پر ہاتھ ڈال سکے"؟۔

"دیکھو متو۔تم اس قسم کی باتیں مجھ سے نہیں کر سکتے۔مانا کہ میرے ڈیڈی یہاں کے امیر آدمی نہیں ہیں لیکن تم ان کے مقابلے پر نہیں آسکو گے کیونکہ ڈیڈی ہی نے تمہیں پڑھا لکھا کر آدمی بنایا ہے۔وہ تمہارے استاد ہیں"۔

"آپ غلط سمجھی مسی"۔متو نے بے ڈھنگے پن سے ہنس کر کہا۔"آپ کی بات اور ہے۔میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے اسے نہ لیا ہوتا تو اچھا تھا۔آج کل ہماری کشتیوں پر آدمی کی ضرورت ہے۔پاپا نے اس لیے مجھے بھیجا تھا کہ اگر آپ اسے ہمیں دے سکیں تو اچھا ہے۔پروفیسر صاحب سے تو بات کرنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں"۔

"نہیں،یہ ہمارے ہی ساتھ رہیں گے"۔

"آپ کی مرضی مسی۔آپکا کہنا کیسے ٹالا جا سکتا ہے۔کیا آپ آج کوئی گیت نہیں سنائیں گی۔بچپن میں پروفیسر نے ہمیں اطالوی نظموں کے انگریزی ترجمے یاد کرائے تھے۔کوئی سا گیت سنا دیجئے۔دیکھئے یہ شام کتنی خوبصورت ہے۔

"نہیں۔میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔تم مجھ سے فضول باتیں نہ کیا کرو"۔لزی نے غصیلے لہجے میں کہا۔"تم اس طرح کہہ رہے ہو جیسے میں پہلے تمہیں گیت سناتی رہی ہوں"؟۔

"کاش ایسا ہی ہوتا"۔متو نے ٹھنڈی سانس لی۔وہ لزی کو بڑی لگاوٹ کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"جاؤ۔۔۔میرا وقت نہ برباد کرو"۔

"آپ متو کی توہین کر رہی ہیں۔مس بونا۔یہ بہت بری بات ہے۔کم از کم یہاں جزیرے میں تو کوئی اس کی ہمت نہیں کر سکتا"۔

"بس تو پھر آج رات اپنے غنڈوں کو لے کر چڑھ آو۔ آگ لگوا دو میرے گھر میں اور ہمیں گولی مار دو منو۔ تم مجھے نہیں دھمکا سکتے۔ میں بوغا کی لڑکی ہوں سمجھے۔ جاو۔"

منو بے حیائی سے ہنسنے لگا اور بولا۔ "میں تو بس آپ کو غصے میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس قسم کی گفتگو شروع کی تھی۔ آپ کتنی اچھی لگتی ہیں غصے میں"۔

"تم بکواس نہیں بند کرو گے۔ میں کسی دن تمہارے پاپا سے کہوں گی کہ تم مجھے خوا مخواہ پریشان کرتے ہو"۔

"اچھا۔۔۔ مس لزی بوغا"۔ منو برا سا منہ بنائے ہوئے اٹھ گیا۔ "وہ وقت دور نہیں ہے"۔

وہ جملہ پورا کیے بغیر ایک طرف تیزی سے بڑھتا چلا گیا۔ پھر وہ ریت کے ایک تودے پر چڑھا اور جلد ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

لزی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ پھر اس نے صفدر سے کہا۔ "تم نے سنیں اس بیہودے کی باتیں"؟۔

"جی ہاں۔ اور میں آپ کے اشارے کا منتظر تھا کہ کب آپ کہیں اور میں اس کی گردن دبا دوں"۔

"ارے میں دل کی اتنی بری نہیں ہوں۔ مجھے اس آدمی سے بڑی نفرت ہے۔ یہ خوا مخواہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا ہے اس کا باپ جزیرے کا سب سے امیر آدمی ہے۔ اس کی کئی بہت بڑی کشتیوں پر مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں اور شہری اسٹیمر والے اس کا بہت خیال کرتے ہیں۔۔۔ لیکن میرے ڈیڈی کا سامنا ہوتے ہی اس کا دم نکل جاتا ہے۔ جس دن بھی میں نے اس منو کی شکایت کر دی وہ اس کی کھال اتروا دیں گے مگر میں سوچتی ہوں کیا فائدہ۔۔۔ اف فوہ، میں اس وقت کتنی خوش تھی اس گدھے نے میرا موڈ خراب کر دیا۔۔۔ ورنہ میرا جی چاہ رہا تھا کہ آج کوئی اطالوی گیت گاوں۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ ریت پر انگلی سے لکیریں کھینچتا رہا۔ سورج کا طشت آدھا پانی میں ڈوب چکا تھا اور پانی پر مچلتی ہوئی سرخ روشنی ایک چمکدار اور کشادہ سڑک کی طرح ان تک چلی آئی تھی۔

"تم اس سڑک پر دوڑ سکتے ہو"؟۔ لڑکی نے تھوڑی دیر بعد بچکانہ انداز میں پوچھا۔

"اگر میرے پر لگ جائیں تو ضرور دوڑ سکوں گا۔۔۔ مگر مجھے جمائیاں آ رہی ہیں مسی۔ میں تمباکو نوشی کا عادی ہوں مسی۔۔۔ آج تک دن بھر"۔

www.oneurdu.com

"اوہ۔۔۔تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟۔میں تمہیں پائپ دیتی، تمباکو دیتی، ڈیڈی بہت کثرت سے پائپ پیتے ہیں۔ہماری ایک پوری الماری تمباکو کے ڈبوں سے بھری ہوئی ہے۔پادری لوگ ڈیڈی کے لیے تمباکو ضرور لاتے ہیں۔ "چلو۔۔اٹھو"۔

"نہیں ابھی میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔مجھے چمکدار سڑک بہت اچھی لگ رہی ہے۔اگر ہم سورج ڈوب جانے کے بعد ہی چلیں تو کیا حرج ہے"۔

" کچھ نہیں میں بھی بیٹھنا چاہتی ہوں۔ " گھر پہنچتے ہی میں تمباکو اور پائپ دوں گی۔

صفدر ریت پر لیٹ گیا۔وہ اس بھولی بھالی لڑکی کے لیے ہمدردی محسوس کر رہا تھا۔

ہوا تیز اور خنک تھی۔۔۔لیکن ریت کا ایک ذرہ بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر رہا تھا، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہوا زمین کی سطح سے ٹکرائے بغیر چل رہی ہو۔

"میں اکثر یہاں ریت پر دیر تک پڑی رہتی ہوں" لڑکی نے کہنیوں کے بل لیٹتے ہوئے کہا۔ "سورج ڈوب جاتا ہے۔۔۔اور آسمان پر کئی چمکیلے رنگ نظر آنے لگتے ہیں۔۔۔اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں انہیں رنگوں سے پیدا ہوئی ہوں۔۔۔اور آسمان کسی ماں کی گود کی طرح مجھے اپنی طرف بلا رہا ہو۔۔۔۔ میں ایسا کیوں محسوس کرتی ہوں۔۔۔۔۔اوہارا۔۔۔۔۔؟ کیا تم بھی یہی محسوس کرتے ہو۔ضرور بتاؤ"؟۔

"ہاں مسی۔اکثر ایسے ہی خواب میں بھی دیکھتا ہوں، لیکن خوابوں سے ہمیں کیا ملتا ہے، نہ رنگ ہمارے روحوں میں اتر سکتے ہیں اور نہ آسمانی ممتا ہمیں نصیب ہو سکتی ہی۔۔۔آپ کو ایسے خواب اس لیے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ کو ماں کی گود نہیں نصیب ہوئی۔۔۔اور میں سوچتا ہوں کہ بچے ماؤں کے بغیر ہی پیدا ہوا کرتے تو بہتر تھا"۔

"یہ تم کیوں سوچتے ہو اوہارا۔۔۔۔"؟ لڑکی نے حیرت سے کہا۔

" کیونکہ ماں کی موجودگی میں بھی میں ماں کی ممتا سے محروم رہا ہوں۔وہ مجھے گالیاں دیتی تھی کوستی تھی، اور کسی چڑچڑی مرغی کی طرح کاٹنے دوڑتی تھی۔اس نے مجھ سے کبھی سیدھے منہ بات نہیں کی، ہر وقت کسی خیال میں ڈوبی رہا کرتی تھی اور جب میں اسے مخاطب کرتا تھا تو وہ اس طرح کاٹنے کو دوڑتی تھی جیسے وہ خیال جو ابھی ٹوٹا ہے مجھ سے بھی پیارا ہو"۔

"سچ سچ ۔۔۔۔واقعی تمہاری ماں بہت بری تھی ۔۔۔۔میری ماں تو میرے خوابوں میں آ کر مجھے لوریاں سنایا کرتی ہی ۔۔۔جس دن میں بہت مغموم ہوتی ہوں، وہ میرے خوابوں میں ضرور آتی ہے۔اور پھر جب میں دوسری صبح بیدار ہوں تو مجھے کوئی غم نہیں ہوتا"۔

چھوڑیئے مسی، یہ تذکرہ، میں آپ کے متعلق سوچ رہا ہوں"۔

"میرے ڈیڈی کے متعلق کچھ مت سوچو، وہ بہت بڑے آدمی نہیں ہیں۔آنٹی کہتی ہیں کہ بس بہت زیادہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سنکی ہوگئے ہیں"۔

" مگر بہت زیادہ پڑھنے والوں کو تو پادریوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی"؟۔

"ہوتی ہوگی ۔۔۔میں کب کہتی ہوں کہ ڈیڈی کو ان کے آنے سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔میرا خیال ہے کہ وہ ان سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے ہوں گے"۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کے ڈیڈی کچھ ایسے زیادہ مذہبی بھی نہیں ہیں"؟۔

"ان کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے۔لیکن میں کرسچین ہوں، آنٹی بھی کرسچین ہیں۔یہاں کوئی گرجا گر نہیں ہے لیکن ہم اور آنٹی ہر اتوار کر گھر ہی پر سروس کر لیتے ہیں۔ڈیڈی ہمارا مضحکہ اڑاتے ہیں۔۔۔۔وہ کہتے ہیں کہ جسے صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔وہ آج بھی صلیب ہی پر ہے۔۔۔۔پھر میں ایسے باپ کے آگے سر کیوں جھکاوں جو اپنے بیٹے کو آج تک صلیب سے نجات نہ دلا سکے"؟۔

"میری سمجھ میں تو نہیں آیا اس کا مطلب"؟۔صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"میں بھی نہیں سمجھ سکتی۔آنٹی بھی آج تک نہیں سمجھ سکیں، مگر وہ کہتی ہیں کہ یہ سب کفر کی باتیں ہیں۔ڈیڈی جہنم کا ایندھن بنے گے۔۔۔اوہاں ڈیڈی کہتے ہیں۔۔۔میں تو اس قوت کا پجاری ہوں جس نے خدا کے بیٹے کو بھی صلیب پر چڑھا دیا تھا"۔

"اف۔۔۔فوہ۔۔۔"صفدر اپنا منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "یہ تو واقعی کفر کی باتیں ہیں۔پھر یہ پادری ان کا اتنا احترام کیوں کرتے ہیں"؟۔

"آنٹی بھی یہی کہتی ہیں۔۔۔خود میرا بھی یہی خیال ہے کہ مقدس پادریوں کو تو ایسے آدمی سے دور ہی رہنا چاہیے"۔

صفدر ایک بار پھر پروفیسر بوغا کے متعلق الجھن میں پڑ گیا۔۔۔۔ وہ محض اتفاقاً اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا۔ ورنہ اسے تو جزیرے کے سب سے امیر آدمی کی کشتی پر بحیثیت مزدور ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ اس کالڑکا منو کچھ دیر پہلے کہہ گیا تھا۔

پھر وہ اس پروفیسر کے لیے جزیرے میں پھینکا گیا تھا یا منو کے باپ کے لیے۔

"ہاں مسی۔ اس منو کے باپ کا نام کیا ہے"؟۔ صفدر نے پوچھا۔

"وہ بڑا منو کہلاتا ہے۔۔۔۔ اور یہ چھوٹا منو"۔

"بڑا منو بھی اسی کی طرح لفنگا ہوگا"؟۔

"لفنگا موزوں لفظ ہے چھوٹے منو کے لیے"۔ لڑکی ہنس پڑی۔ "مگر بڑا منو تو بہت شریف آدمی ہے وہ ڈیڈی کا ادب کرتا ہے۔ اور مجھے بھی کہیں دیکھ لیتا ہے تو خود سلام کرتا ہے"۔

"اور اس کا پیشہ صرف مچھلیاں پکڑنا ہے"؟

"یہاں سب کا یہی پیشہ ہے۔ صرف ڈیڈی کو یہ گندا کام پسند نہیں ہے۔ وہ مچھلیاں کھاتے بھی نہیں ہیں۔ انہیں مچھلیوں سے گھن آتی ہے"۔

ہمارے گھر میں مچھلیاں کبھی نہیں آتیں۔ میں اور آنٹی کبھی کبھی یہیں ریت پر اسٹو جلا کر مچھلیاں تلتے ہیں اور یہیں کھاتے ہیں۔۔۔۔ کسی دن تمہیں بھی یہیں کھلائیں گے"۔

صفدر اس جزیرے اور اس کے باشندوں کے متعلق ذہنی طور پر الجھتا ہی چلا گیا۔۔۔۔ یہ ہر اعتبار سے عجیب تھے اور اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ جزیرہ دارالحکومت سے کتنی دور ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ ویسے موبار کے اطراف میں سینکڑوں میل پر جزیرے ہی جزیرے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ خود صفدر کے ملک کا قبضہ تھا اور کچھ دوسرے ممالک کے مقبوضات تھے۔۔۔ یہ جزیرہ پتہ نہیں کس کی ملکیت تھا۔ اور "شہر" سے لڑکی کی کیا مراد ہوتی تھی۔۔۔ صفدر اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ یہ سب معلوم کرنے کے سلسلے میں جلد بازی سے کام لیتا یا کسی قسم کا اضطراب ظاہر کرتا۔۔۔۔ وہ تو اب احتیاط ہی سے قدم اٹھانا چاہتا تھا۔

سورج غروب ہوتے ہی وہ ساحل سے اٹھ گئے۔۔۔۔ رات کا کھانا لذیذ تھا اور صفدر کو اچھے برانڈ کا تمباکو بھی مل گیا تھا۔ اس لیے دن بھر کے بعد ایک پائپ پی کر وہ اونگھنے لگا تھا۔

ساڑھے آٹھ بجے لڑکی نے اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا۔ کیونکہ پروفیسر بوغا نے اسے لائبریری میں طلب کیا تھا۔

صفدر تنہا ہی لائبریری میں داخل ہوا۔۔۔ لڑکی اس کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ پروفیسر اس وقت بھی ایک موٹی سی کتاب پر جھکا ہوا نظر آیا، یہاں تین کیروسین لیمپ روشن تھے۔

"بیٹھ جاؤ۔۔۔" پروفیسر نے کتاب سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔ "تمہارا نام اوہارا ہے نا"؟۔

"جی ہاں جناب"۔

"نام تو مجھے پسند آیا ہے۔۔۔ اب کام دیکھنا ہے"۔

"کام بھی آپ پسند ہی کریں گے جناب"۔ مجھے یقین ہے"۔

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو"؟۔ پروفیسر نے کتاب بند کر کے سیدھے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"یعنی آپ مجھ سے جو خدمت بھی لیں گے اسے بحسن و خوبی سے انجام دینے کی کوشش کروں گا"۔

"خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ یہ بعد کا مسئلہ ہے۔ ہاں تم مجھے اپنی کہانی سنانے والے تھے"؟۔

"یقیناً جناب۔۔۔ مسی نے مجھے جواریوں کی کہانی سنائی تھی۔ لیکن میرا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے"۔

صفدر نے پرنس آف چم چم چرموٹی کی کہانی چھیڑ دی اور خود کو ریاست چرموٹی کا ایجنٹ ظاہر کیا"۔

"اوہ۔۔۔ واقعی آج کل لڑکیاں بہت ترقی کر گئی ہیں۔۔۔" پروفیسر نے کہا۔

"لیکن میری لڑکی کے حصے میں تو شائد تیرھویں صدی کی کوئی روح آئی ہے۔ وہ کتنی سیدھی سادی ہے۔ تم نے اندازہ کر ہی لیا ہوگا"؟۔

"جی ہاں"۔ صفدر سر ہلا کر بولا۔ "وہ بہت نیک ہیں"۔

"خیر ہاں تو پھر۔۔۔ تم یہاں کیسے پہنچے"؟۔

"میں نے موبارتک ان کا تعاقب کیا تھا"۔

"تم تنہا تھے"؟۔

"جی ہاں۔۔۔" اور یہ دیکھ کر واپس ہو رہا تھا کہ پرنس اس عمارت میں بعافیت ہیں کہ یکایک اندھیرے

میں کسی نے مجھ پر حملہ کیا۔کوئی وزنی چیز میرے سر پر ماری گئی تھی۔میں بیہوش ہوگیا۔۔۔اور جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک جہاز کے کیبن میں پایا۔پھر جہاز بھی ایک جگہ ٹھہر گیا اور مجھے ایک کشتی پر اتارا گیا۔اس وقت بھی کئی آدمی مجھ سے چمٹ گئے اور ایک بار پھر مجھے بیہوش کر دیا گیا۔۔۔پھر آج اس جزیرے میں ہوش آیا۔۔۔میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا چکر ہے۔کن لوگوں نے پرنس کو اغوا کیا ہے اور کون لوگ مجھے یہاں لائے ہیں"؟۔

"کہانی واقعی دلچسپ ہے۔۔۔"پروفیسر نے سر ہلا کر کہا۔"تمہیں یہاں لانے والے بھی وہی ہوں گے جنہوں نے تمہارے پرنس کا اغوا کیا ہے۔تم اس راز سے واقف ہو گئے تھے۔۔۔مگر انہوں نے دھوکا کھایا ہے کیونکہ تم نے اپنے ساتھیوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا ہوگا۔کچھ لڑکیاں پرنس کو الو بنا کر کہیں لے جا رہی ہیں"۔

"یہی تو غلطی ہوئی پروفیسر کہ اس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہو سکا"۔

"تب تم جہنم میں جاؤ۔۔۔"پروفیسر ران پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔۔۔اور صفدر سچ مچ بوکھلا گیا۔

"مم۔۔۔مم۔۔۔۔۔میں نہیں سمجھا پروفیسر"؟۔

"تم گدھے ہو۔۔۔تم سے ایسی حماقت ہوئی کیسے،تمہیں پولیس کو اطلاع دینے کے بعد ان کا تعاقب کرنا چاہیے تھا۔کیونکہ وہ دوسرے دن موبار لے جایا گیا تھا"؟۔

"میں خود نہیں کہہ سکتا کہ میری عقل کہاں چرنے گئی تھی"۔

"پرنس کا جو بھی حشر ہو۔۔۔"پروفیسر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔"مگر تم تو اب یہاں ہی پھنس گئے ہو۔کیونکہ یہاں سے کوئی بھی نہیں جا سکتا۔۔۔میں بھی خود ہی ایسے اتفاقات کا شکار ہو کر یہاں کا قیدی بن گیا ہوں۔حالانکہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔کئی فرانسیسی پادری مجھ سے ملنے کے لیے یہاں آتے رہتے ہیں مگر میں جزیرے کے قانون کے مطابق یہاں سے جا نہیں سکتا۔

"جزیرہ کس کی ملکیت ہے"؟۔صفدر نے پوچھا۔

"بڑے مثو۔۔۔اور یہاں فرانسیسی سکہ چلتا ہے۔زبان عربی ہے"۔

"مگر یہ نام مثو تو عربی نہیں معلوم ہوتا"؟۔

"متو عرب نہیں، اطالوی ہے۔۔۔وو نظا سمجھ لو۔۔۔اس کی ماں عرب تھی"۔

"بہر حال میں کسی دوسری مملکت میں پھینکا گیا ہوں۔۔۔اور میرے خیال ہے کہ میں کئی دنوں تک جہاز پر رہا ہوں"۔صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یقیناً۔۔۔" پروفیسر سر ہلا کر بولا۔ "موباریہاں سے ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر ہے"۔

"میرے خدا۔۔۔اب میرا کیا بنے گا"؟۔

"مگر تم نے لڑی کو کوئی اور کہانی سنائی تھی"؟۔

"ارے اب میں ان سے یہ سب باتیں کیسے کرتا"؟۔صفدر نے کہا۔

"سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔۔۔ورنہ عام لوگ تو ایسے واقعات پر ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں"۔

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے"؟۔صفدر نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"فی الحال صبر کرو۔پھر میں دیکھوں گا کہ تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں"۔مجھے تو اس جزیرے کی آب وہوا راس آ گئی ہے۔عملی کاموں کے لیے بڑی پرسکون جگہ ہے۔میں یہاں بہت خوش ہوں"۔

دفعتاً پھر کسی کونے سے کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا۔۔۔اور پروفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بس اب جاؤ، میرا بچہ بھوکا ہے"۔

صفدر لائبریری سے باہر آ گیا اور اس نے پشت پر دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اس کی الجھن زیادہ بڑھ گئی تھی۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی دوسرے مملکت میں ہو گا۔عمران کا پتہ نہیں کیا حشر ہوا ہو۔ہو سکتا ہے کہ چوہان اور نعمانی بھی اس عمارت تک جا پہنچے ہوں۔پھر۔۔۔؟بہر حال وہ خود بڑی مشکلات میں پڑ گیا تھا۔

--------*----*

شالی کا وکیل بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ کیونکہ اسی دن عمران کی ناک کی درمیانی ہڈی اونٹ کے کوہان کی طرح اوپر اٹھ آئی تھی۔۔۔۔وکیل نے کہیں سے ایک ایسا آدمی مہیا کیا تھا جو عمران کی شکل میں تبدیل کر سکے۔۔۔ اور عمران کو بحیثیت عمران بھی اعتراف کرنا پڑا تھا کہ وہ ایک ماہر میک اپ مین ہے۔۔۔ناک کی ہڈی ابھر آنے کی وجہ سے عمران کی شکل میں خاصا فرق واقع ہو گیا تھا۔۔۔اور پہلی نظر میں اسے کوئی عمران نہیں کہہ سکتا تھا۔ اگر وہ تاریک شیشوں کی عینک لگا لیتا تو اسے پہچاننے میں اور بھی دشواری ہو جاتی۔ شالی اس تبدیلی سے بہت خوش ہوئی اور وکیل نے بھی اطمینان ظاہر کیا تھا۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیو پروڈکشن

عمران جوزف کو بھی ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔۔۔چنانچہ اس نے وکیل کو اپنی وہ انگشتری دی جو ہاتھی دانت کو تراش کر بنائی گئی تھی اور جس پر نگینے کی جگہ بندر کا سر تراشا ہوا تھا۔ یہ انگشتری اسے جوزف ہی نے دی تھی۔۔۔یہ انگشتری جوزف کی محبوبہ نگانہ کی نشانی تھی۔ لیکن جس دن جوزف نے عمران کے سامنے سب سے بڑی قسم کھا کر اسے یقین دلایا کہ وہ دنیا میں اس سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا اسی دن اپنی محبوبہ کی نشانی بھی اس کے حوالے کر دی تھی۔

عمران نے وکیل کو رانا پیلس کا پتہ بتایا تھا کہ وہ جوزف سے ملے اور صرف یہ انگوٹھی دکھا دے۔۔۔وہ کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلا آئے گا یہ بھی نہیں پوچھے گا کہ جنت میں چلنا ہے یا جہنم میں۔۔۔۔"

اس پر وکیل نے ازراہ مذاق پوچھا تھا کہ وہ کوئی جن تو نہیں ہے جو اس انگشتری کے تابع ہو۔۔۔۔

اس پر عمران نے مسکرا کر کہا تھا۔ "ہم بھی اسے جن ہی سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔۔آپ لوگ اس سے مل کر بہت خوش ہوں گے مگر آپ اس کے اخراجات نہیں برداشت کر سکتے"۔

"کیسے اخراجات"؟۔ شالی نے پوچھا۔

"وہ چوبیس گھنٹوں میں برانڈی کی سات بوتلیں صاف کرتا ہے"۔

"یہاں چودہ بوتلوں کا انتظام ہو سکتا ہے پرنس ۔۔۔" وکیل نے اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی۔ اور شالی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"میری طرف سے اٹھائیس ۔۔۔" شالی نے کہا۔

"دو کا اور اضافہ کر کے ہمیں گولی مار دو" ۔۔۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" کیوں ۔۔۔۔ کیوں ۔۔۔ پرنس"؟۔

"ہم کہتے ہیں کہ اگر اسے ساڑھے سات بوتلیں بھی دی گئیں تو ہم خود کو گولی مار لیں گے، بڑی مشکل سے ہم اسے ساتھ بوتلیں یومیہ پر لائے ہیں، ورنہ ہماری ریاست دیوالیہ ہو جاتی ۔۔۔۔ اب ہم نہیں چاہتے کہ اس کام کے دوران میں اس کی عادتیں دوبارہ بگڑیں اور ہمیں اسے ہی گولی مارنی پڑے"۔

بات یہیں ختم ہو گئی تھی اور شام تک جوزف جزیرے میں پہنچ گیا تھا ۔۔۔ اور عمران نے دیر تک اس سے عربی میں گفتگو کی تھی۔ اور اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ وکیل عربی سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ عربی سے نابلد ہے۔ اس لیے عمران نے عربی میں بھی اپنی پرنس چھروٹی والی حیثیت ہی برقرار رکھی تھی۔ جوزف جو صرف کان رکھتا تھا اسے ضرورت بھی کیا تھی کہ وہ عمران کی کسی بات پر حیرت ظاہر کرتا یا مزید تفہیم کے لیے کوئی سوال کر بیٹھتا ۔۔۔ وہ اتنے دنوں میں عمران کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا اور صرف اس کے احکامات کا منتظر رہتا تھا۔ اس سے اس کو سروکار نہیں تھا کہ کب رانا تہور علی صندوقی بن جاتا ہے، اور کب پرنس آف چھروٹی یا کچھ اور ۔۔۔۔۔ وہ تو چولے بدلتا ہی رہتا تھا ۔۔۔ مگر جوزف کو صرف عمران سے عشق تھا ۔۔۔ اور وہ اس کے لیے اپنے خون کا آخری تک بہا سکتا تھا۔ اسے اعتراف تھا کہ اسے آج تک ایسا شاندار آقا نہیں ملا جو اس سے بھی زیادہ خبطی اور پاگل ہو ۔۔۔۔

دوسرے دن جزیرے کے معززین کو شاندار ٹی۔ پارٹی دی گئی ۔۔۔ اور انور چوہان کو ان سے متعارف کراتے ہوئے وکیل نے اعلان کیا کہ ۔۔۔ ''بھائیوں کا کاروبار'' کے مالک اب مسٹر انور چوہان اور شالی ہوں گے ۔۔۔۔ کیونکہ ان دونوں نے "بھائیوں" کی وصیت کے مطابق شادی کرنے کا تہیہ کر لیا ہے ۔۔۔ اور عنقریب ان کی طرف سے شادی کی تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ مدعوئین نے اس پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور مبارکباد دی تھی۔

جوزف کا حلیہ عجیب تھا۔اس کے چہرے پر اب مختصری داڑھی تھی اور اوپری ہونٹ ناک کی پھنگی سے جاملا تھا۔جسم پر سرخ وردی تھی۔۔۔۔اور سر پر پھندنے والی سرخ ٹوپ۔۔۔دونوں پہلوؤں سے ریوالور لٹک رہے تھے اور کسی آہنی ستون کی طرح عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

جزیرے کے معززین خواتین انور چوہان اور اس کے سیاہ فام باڈی گارڈ کو تحسین اور رشک آمیز نظروں سے دیکھتی ہوئی کھسر پھسر کر رہی تھیں۔۔۔

"یہ تو کوئی الف لیلوی شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔" ایک نے کہا۔

"ہائے بہت رومنٹک۔۔۔دوسری نے سسکاری سی لی۔

"ارے چلو۔۔۔۔صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا ہے۔ "تیسری بولی۔

مرد کہہ رہے تھے۔

"بھئی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ اب "بھائیوں" کا کاروبار "ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا"۔ضروری تھا کہ یہ دونوں شادی ہی کر لیتے۔کیونکہ انور چوہان شروع سے افریقہ میں رہتا ہے اور شالی کی پرورش یہاں ہوئی ہے"۔

"کاش ہم لوگ بھی اتنے ہی منظم ہوتے اور ہمارے شرکا کی اولادیں بھی اسی طرح مستعدرہ کر کام کرسکتیں۔ اب دیکھو یہ "بھائیوں کا کاروبار " ہمارے خلاف ایک بہت بڑی طاقت ہے"۔دوسرا کہتا۔

شالی خواتین سے مبارکباد وصول کرتی رہی تھی۔اور بہت زیادہ خوش نظر آرہی تھی۔اس کی دونوں ساتھی لڑکیاں۔۔۔مہمانوں کے درمیان آرکسٹرا کی دھن پر تھرکتی پھر رہی تھیں۔

عمران بالکل خاموش تھا۔۔۔۔۔وہ صرف مبارکباد دینے والوں کا شکریہ ادا کرتا اور سختی سے ہونٹ بند کر لیتا۔کیونکہ اس سے صرف انگریزی عربی سننے کی توقع کی جاتی تھی۔لیکن عربی مقامی لوگوں کے بس کا روگ نہیں تھی۔اور انگریزی میں وہ شالی وغیرہ کے لیے کورا تھا۔۔۔وکیل نے آج کئی گھنٹے تک اسے انگریزی میں شکریہ ادا کرنے اور لہجے کی مشق کرائی تھی۔

پارٹی عقبی پارک میں ہوئی تھی۔چائے کے بعد مختلف ٹولیاں ادھر ادھر گلگشت میں مصروف ہوگئیں اور ایک آدمی عمران سے آ بھڑا۔وہ اسے انگریزی میں مخاطب کر رہا تھا۔اور عمران کشمکش میں پڑ گیا کہ اسے کیا کرنا

چاہئے۔۔۔لیکن اس نے جوزف کو تنہائی میں یہاں تک سمجھا دیا تھا کہ وہ انگریزہ میں گونگا بن گیا ہے اس لیے اس وقت اس کی اس ذہنی کشمکش کو تاڑ گیا۔۔۔۔اور غصیلے لہجے میں بولا۔ "باس انگریزی میں آسانی سے گفتگو نہیں کرسکتے۔۔۔۔اگر تم عربی بول سکتے ہو تو باس کو مخاطب کرو۔ورنہ مجھ سے گفتگو کرو۔۔۔"

"میں عربی بول سکتا ہوں"۔وہ آدمی مسکرایا تھا۔

"شروع ہو جائیے۔۔۔۔۔۔" عمران غصیلے لہجے میں بولا۔

"میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں سرکار عالی کہ یہ فریب کب تک چلے گا"؟۔آدمی نے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔"؟

"آپ انور چوہان نہیں"۔

"کیا میں تمہاری ٹانگیں چیر کر پھینک دوں۔۔۔۔۔"؟جوزف مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"بکنے دو۔۔۔۔۔۔" عمران مسکرایا۔

"بس مجھے اتنا ہی عرض کرنا تھا۔۔۔۔میری شکل یاد رکھیے گا۔۔۔بہت جلد دوسری ملاقات ہوگی۔۔۔۔میرا کارڈ۔۔۔۔اگر آپ اپنے پاس رکھنا پسند فرمائیں"۔

وہ عمران کے ہاتھ میں کارڈ تھما کر گیٹ کے قریب مہمانوں کی بھیڑ میں غائب ہو گیا۔کارڈ پر تحریر تھا۔

"کے۔آر۔مفتی"

عمران نے بڑے غصیلے انداز میں کارڈ کو موڑ توڑ کر جیب میں ڈال لیا۔اور ٹھیک اسی وقت اس نے اپنی پشت پر وکیل داراب کی آواز سنی۔

"یہ کیا کہہ رہا تھا"؟۔

عمران نے جھلا کر اس کی طرف مڑا اور غصیلے لہجے میں بولا۔ "ہمارا وقار خاک میں مل رہا ہے"۔

اس نے کیا کہا پرنس؟۔

عمران نے اس کی گفتگو دہرائی اور وکیل دانت پیستا ہوا بولا۔ " کاش اس آدمی کے خلاف ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت ہوتا۔۔۔۔۔۔میں اسے جہنم میں پہنچا سکتا ہوں۔

میں اس کے سیاہ کارناموں سے بخوبی واقف ہوں،لیکن کوئی ایسا ثبوت میرے پاس نہیں ہے جسے عدالت تسلیم کرسکے۔

"یہ ہے کون۔۔۔"؟ عمران نے آنکھیں نکال کر غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ایک بلیک میلر"۔

"یہ کیا ہوتا ہے"؟۔

"دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے والے۔۔۔ دیکھیے، ہم اس موضوع پر پھر گفتگو کریں گے کچھ مہمان ادھر آ رہے ہیں"۔

وکیل آگے بڑھ گیا۔۔۔ آٹھ بجے سے پہلے مہمانوں سے نجات نہ مل سکی۔

پھر وہ سب رات کے کھانے کی میز پر اکٹھے ہوئے۔ شالی، وکیل، عمران اس وقت دونوں لڑکیاں موجود نہیں تھیں۔ وکیل نے اس آدمی مشتبہ کا تذکرہ چھیڑ دیا جس نے عمران کو ٹوکا تھا۔۔۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں سمجھے تھے۔" عمران نے کہا۔

"بلیک میلر دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ فرض کیجیے۔۔۔ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ فلاں آدمی ہیں لیکن فلاں رول ادا کر رہے ہیں۔ تو آپ سے بڑی بڑی رقومات وصول کرے گا۔ آپ اگر نہ دیں گے تو آپ کا راز فاش کر دینے کی دھمکی دے گا"۔

"اوہ۔۔۔ تو کیا اسے ہماری اصلیت معلوم ہو گئی ہے"؟۔

"خدا بہتر جانتا ہے"۔ وکیل نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

اس نے ہمیں اپنا کارڈ دیا تھا۔ یہ دیکھو۔۔۔۔۔ اس کا پتہ بھی تحریر ہوگا۔ عمران نے جیب سے کارڈ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "پڑھو پتہ۔۔۔۔۔ جوزف کو بتاؤ کل صبح اس مکان سے اس کی لاش برآمد ہوگی"۔

"ارے نہیں"۔ شالی بوکھلا گئی۔

"ہم نے اس مسئلے پر ابھی ابھی سنجیدگی سے غور کیا ہے اسے ہمارے راستے سے ہٹ ہی جانا چاہیے"۔

"میں کشت و خون نہیں پسند کرتا پرنس"۔ وکیل نے کہا۔ "ہم کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس کے لیے قانون کے آگے جوابدہ ہونا پڑے"۔

"ارے بس۔۔۔ "عمران میز پر ہاتھ مار کر غصیلے لہجے میں بولا۔ "ہمارے انور چوہان بنا دینا کہاں کا قانون ہے"؟۔

"اوہ۔۔۔پلیز پرنس۔۔۔۔" شالی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لیے اس مسئلے کو درمیان میں نہ لاؤ۔۔۔۔یہ ایک مجبوری ہے"۔

"ارے واہ"۔عمران نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ "اگر یہ بات ظاہر ہوگئی تو ہماری اور ہماری اسٹیٹ کی کس قدر بدنامی ہوگی"۔

"آپ فکر نہ کیجئے میں مفتی کا انتظام کرنے کی کوشش کروں گا"۔

"ارے بیٹھیئے وکیل صاحب"۔شالی نے وکیل سے کہا۔ "کہیں اس آدمی کا تعلق انہیں لوگوں سے نہ ہو جو مجھے یا بھائیوں کے کاروبار کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں"؟۔

ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔وکیل بولا۔ "فی الحال اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ پرنس کی مدد سے ہمارا پلا بھاری ہوگیا ہے۔اب ہم اس سے نپٹ لیں گے اور پرنس آپ مطمئن رہیئے اگر اس آدمی مفتی نے واقعی کوئی حرکت کی تو اسے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

--------*----*

"صفدر بے خبر سو رہا تھا۔۔۔۔اچانک کسی تیز قسم کی آواز نے اسے جگا دیا۔باہر صحن میں کچھ گڑبڑ ہو رہی تھی وہ جھپٹ کر اٹھا دروازہ کھولنا چاہا۔لیکن وہ نہ کھلا اسے باہر سے بوٹ کر دیا گیا تھا۔

"چھوڑ دو۔۔۔مجھے چھوڑ دو۔۔۔۔ڈیڈی۔۔۔۔" یہ لڑکی کی چیخ تھی۔

" کون۔۔۔کیا ہے "؟۔بوغا کی آواز آئی۔۔۔۔ "ارے دروازہ کھولو۔کون ہے۔۔۔۔۔"؟ لڑکی کی آنٹی کی چیخیں سنائی دیں۔

صفدر نے پہلے دروازے پر زور آزمائی کی پھر کھڑکی کی طرف آیا۔اس کا اندازہ تھا کہ شائد پروفیسر اور بڈھی بھی کمروں میں بند کر دیے گئے ہیں۔

لڑکی کی آواز تو پھر نہیں آئی تھی لیکن ہاتھا پائی کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔۔۔کھڑکی کمزور ثابت ہوئی ۔۔۔چوکھٹوں سمیت دوسری طرف جا پڑی اور سدر دوسرے ہی لمحے میں برآمدے میں تھا۔۔۔۔

صحن میں اسے کئی سائے نظر آئے۔تاروں کی چھاوں خاصی اجلی تھی۔

"خبردار"۔اس نے انہیں للکارا۔۔۔کسی نے عربی میں کچھ کہا۔دو تین سائے صفدر کی طرف جھپٹے۔۔۔

صفدر سنبھل گیا۔۔۔۔اس کا مکا اس آدمی کے جبڑے پر پڑا جو سب سے آگے تھا وہ کراہ کر دوسرے پر ڈھیر ہو گیا دونوں ساتھی ہی فرش پر گرے تھے۔تیسرے نے صفدر پر چھلانگ لگائی اور صفدر نے اس کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہی اندازہ کر لیا کہ اس کے ہاتھ میں بڑا سا چھرا ہے۔

بہرحال چھرے کا پہلا وار تو اس ستون پر ہوا جس کی آڑ صفدر نے لی تھی۔پھر صفدر نے اسے دوسرے حملے کا موقع نہیں دیا۔دونوں ہاتھوں سے گردن دبوچ کر ستون سے رگڑے دینے شروع کر دیئے۔۔۔۔۔وہ بلبلا اٹھا کیونکہ شائد اس کی ناک ہی پر سب سے زیادہ زور پڑ گیا تھا۔۔۔۔دوسرے ہی لمحے میں وہ بھی فرش پر تھا۔پہلے گرنے والے صفدر پر ٹوٹ پڑے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"؟۔بوغا پھر دہاڑا۔۔۔ "میں فائرنگ شروع کر رہا ہوں۔ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔۔۔

www.oneurdu.com

اور حملہ آور اچھل اچھل کر بھاگے۔۔۔۔۔اور پھر لڑکی کی چیخ دوبارہ سنائی دی۔کوئی دھم سے گرا بھی تھا۔۔۔دوسرا فائر ہوا صفدر جہاں تھا وہیں سے بھاگنے والوں کو دیکھتا ہی رہا۔کیونکہ صحن میں اندھیرا تھا اور پروفیسر بوغا اپنے کمرے سے فائر کیے جارہا تھا۔

صفدر کو یاد آیا کہ اس کے کمرے میں بھی سلاخوں دار کھڑکیاں موجود ہیں۔

"برآمدے میں کون ہے"؟۔بوغا نے چیخ کر پوچھا۔

"میں ہوں جناب"۔صفدر نے جواب دیا۔

"میرے کمرے کا دروازہ کھولو۔۔۔۔۔۔یہ سب کیا تھا"۔

"پتا نہیں جناب۔میں تو کھڑکی کی اکھاڑ کر باہر نکلا ہوں"۔صفدر کہتا ہوا آگے بڑھا۔

بوغا ایک ہاتھ میں ٹارچ اور دوسرے میں ریوالور سنبھالے ہوئے پھر نکلا تھا۔لڑکی صحن کے وسط میں فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔پروفیسر نے جھپٹ کر اسے اٹھایا۔۔۔صفدر نے ٹارچ سنبھالی۔بوڑھی عورت اب بھی چیخے جارہی تھی۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"خاموش رہو"۔بوغا نے اسے ڈانٹا۔

لڑکی کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔اور بیہوش تھی۔پروفیسر نے اسے ہاتھوں پر اٹھایا۔

"لائبریری میں چلو"۔اس نے کہا اور ایک بار پھر بوڑھی عورت کو ڈانٹا جو اب بھی چیخے جارہی تھی۔صفدر اسے روشنی دکھاتا ہوا لائبریری میں لایا۔لڑکی ایک بڑی میز پر لٹا دی گئی اور بوغا نے صفدر سے کہا۔۔۔۔"جاؤ۔۔۔اس کمرے کا دروازہ بھی کھول دو، ورنہ وہ مجھے پاگل کردے گی۔پتہ نہیں وہ کون تھے اور کیا چاہتے تھے"۔

صفدر ٹارچ لیے ہوئے پھر باہر نکل آیا۔صدر دروازے کے دونوں پھاٹک کھلے ہوئے تھے حملہ آور شائد دیوار پھلانگ کر اندر آئے تھے اور صدر دروازے سے فرار ہوئے تھے۔

صفدر نے بوڑھی عورت کے کمرے کا دروازہ کھول دیا اور اس نے اسے دیکھتے ہی سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

"میں کچھ نہیں جانتا محترمہ"۔صفدر نے کہا۔"ممکن ہے وہ چور رہے ہوں بہر حال وہ کسی کو زخمی کرکے بھاگ گئے ہیں"۔

"میری۔۔۔بچی۔۔۔۔میری بچی۔۔"وہ چیختی ہوئی لائبریری کی طرف دوڑی اور اندھیرے میں کسی چیز

سے ٹھوکر کھا کر ڈھیر ہو گئی۔۔۔صفدر نے جھپٹ کر اسے اٹھایا۔۔۔وہ کراہ رہی تھی۔۔۔ "چلو۔۔۔خدا کے لیے مجھے وہاں لے چلو۔کیسی ہے۔۔۔۔میری بچی"؟۔

صفدر اسے سہارا دے کر لائبریری کی طرف لے جانے لگا وہ کراہتی ہوئی لنگڑاتی ہوئی چل رہی تھی۔صفدر اسے اطمینان دلا رہا تھا کہ چوٹ معمولی ہے اور شائد خوف کی وجہ سے لڑکی بے ہوش ہو گئی ہے"۔

لڑکی اب بھی میز پر تھی۔اس کی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔۔۔۔پروفیسر پیشانی کا زخم صاف کر رہا تھا۔

"میری بچی۔۔۔۔۔۔ "بوڑھی بڑبڑائی۔

"خاموش رہو۔پروفیسر ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔۔۔ "شور مت مچاؤ وہ زندہ ہے مر نہیں گئی"۔

بوڑھی کمزور آواز میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔

پروفیسر نے فرسٹ ایڈ کے بکس سے پٹی نکالی۔۔۔اور ڈریسنگ کرنے لگا۔

صفدر کو یاد آیا کہ اس نے صدر دروازہ نہیں بند کیا۔اس لیے وہ پھر لائبریری سے نکل آیا۔۔۔

وہ دروازہ بند کر کے لائبریری کی طرف مڑ ہی رہا تھا کہ باہر شور سنائی دیا۔۔۔اور پھر دروازہ پیٹا جانے لگا۔

صفدر تیزی سے لائبریری میں داخل ہوا۔۔۔اور پروفیسر کو اطلاع دی۔وہ دونوں پھر صحن میں آئے۔

دروازہ اب بھی پیٹا جا رہا تھا۔۔۔اور باہر والے عربی میں کچھ چیخ رہے تھے۔۔۔پروفیسر صاحب نے شائد جواب ہی دیتے ہوئے پھاٹک کھولا تھا۔

باہر متعدد آدمی نظر آئے جن کے پاس لمبے نالوں والی بندوقیں تھیں۔۔۔۔اور تین تیز روشنی والے پیٹرومیکس بھی۔۔۔ان کے اور پروفیسر کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی۔۔۔صفدر کی سمجھ سے باہر تھی کیونکہ وہ عربی سے نابلد تھا۔لیکن بھیڑ میں متو کو بھی دیکھ کر صفدر کے کان کھڑے ہو گئے۔گفتگو کرنے والوں میں وہی پیش پیش تھا صفدر نے پروفیسر کو ہنسکر اس کا شانہ تھپکتے دیکھا،اور پھر وہ سب چلے گئے۔

دروازہ بند کر دوں"۔پروفیسر نے انگریزی میں کہا۔

صفدر پھاٹک بند کر کے پھر اس کے پیچھے چلنے لگا۔لڑکی اب بھی بے ہوش تھی۔پروفیسر ایک کرسی پر بیٹھ کر اسے پر تشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔پھر ہاتھ کے اشارے سے بڑھیا کو جانے کو کہا۔وہ برا سا منہ بنائے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گئی۔

"یہ چھوٹا منو کیا کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔۔پروفیسر۔۔۔۔"؟ صفدر نے پوچھا۔

"کیوں"؟۔ پروفیسر چونک پڑا۔ "تم اسے کیا جانو"؟۔

"آج شام ہی کو۔۔۔مسی نے تعارف کرایا تھا۔۔۔۔ہم شام کو ساحل پر تھے وہ وہاں آیا تھا اور مسی سے گانے کی فرمائش کی تھی۔ اس پر مسی بہت خفا ہوئی تھی اور وہ انہیں دھمکیاں دیتا ہوا رخصت ہو گیا تھا"۔

"نہیں"۔۔۔۔بونا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔پروفیسر آپ مسی سے پوچھ لیجئے گا"۔

پروفیسر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ صفدر اس کے چہرے کے اتار چڑھاو کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے ایسا محسوس کیا جیسے بونا اندر ہی اندر خول رہا ہو۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں۔

ون اردو پر خوش آمدید

دفعتاً ایک الماری کے پیچھے کوئی کتے کا پلا ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا۔۔۔۔اور پروفیسر چونک کر غرایا۔۔۔۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟۔۔۔جاؤ۔۔۔اپنے کمرے میں"۔

www.oneurdu.com

اس کا چہرہ بہت خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ صفدر اٹھ کر چپ چاپ لائبریری سے باہر آ گیا۔

اپنے کمرے میں واپس آ کر وہ پلنگڑی پر بیٹھ گیا۔۔۔۔نہ جانے کیوں لیٹنے یا سونے کی خواہش باقی نہ رہی تھی۔ کیروسین لیمپ روشن کرتے وقت اس نے لائبریری کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔۔۔۔اور وہ سوچ میں گم ہو گیا۔

کچھ دیر بعد اس نے پائپ میں تمباکو بھری اور اسے سلگا کر دیوار سے ٹک گیا۔

دو ہی کش لیے تھے کہ کوئی کمرے میں داخل ہوا۔۔۔۔وہ چونک کر مڑ کر دیکھنے لگا۔ آنے والی لڑکی کی آنٹی تھی۔۔۔۔اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور پپوٹے متورم سے تھے۔ جیسے آنکھیں مل مل کر روتی رہی ہو۔۔۔۔

"او ہارا۔۔۔۔کیا وہ پاگل نہیں ہے"؟۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کون۔۔۔۔مادام"؟۔

"بونا۔۔۔۔منحوس بونا خدا اسے غارت کرے۔۔۔۔۔اس کے کتابوں کی ڈھیر پر بجلی گرائے۔ علم نے

اسے جانوروں سے بھی بدتر کر دیا ہے"۔

"میں نہیں سمجھا مادام۔۔۔۔"؟

"اس نے لائبریری کا دروازہ بند کر کے اندھیرا کر دیا ہے"۔

"کیا مطلب۔۔۔۔"؟ صفدر اچھل پڑا۔

"کیا وہ غریب بچی رات بھر اسی طرح میز پر پڑی رہے گی۔ کیا یہ پاگل پن نہیں ہے؟۔۔۔۔۔۔دیوانگی نہیں ہے۔۔۔۔۔؟ میری بچی۔۔۔۔۔۔خدا غارت کرے اس کتاب کے کیڑے کو۔ یہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ آدمی گوشت و پوست رکھتا ہے۔ اس کے بھی احساسات ہے وہ محسوس کر سکتا ہے۔۔۔۔چوٹ لگنے پر کراہ سکتا ہے، یا مر سکتا ہے۔۔۔۔"

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا مادام"۔

"تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ بونا دیوانگی کی حدود میں داخل ہو چکا ہے۔۔۔۔وہ خواب گاہ سے اٹھ کر لائبریری میں آیا تھا۔ اب روشنی گل کر کے خود بھی وہیں کسی میز پر پڑ رہے گا۔۔۔۔۔کیا تمہیں سردی محسوس نہیں ہوتی"؟۔

"ہاں راتیں تو ٹھنڈی ہوتی ہیں مادام یہاں کی۔ میں بھی محسوس کرتا ہوں اور میرے بستر میں کمبل موجود ہے"۔

"لیکن وہ ٹھنڈی میز پر کھلی پڑی ہو گی۔۔۔۔۔خدا کے لیے کچھ کرو۔۔۔۔ورنہ صبح تک نہ جانے اس کا کیا حشر ہو"۔

"میں کیا کر سکتا ہوں مادام مجھے پروفیسر سے خوف معلوم ہوتا ہے"۔ صفدر نے بے بسی سے کہا۔

اس پر بوڑھی عورت بلبلا کر بونا کو۔۔۔۔کوسنے لگی۔ وہ انگلیوں سے کراس بناتی اور بونا کو دل ہلا دینے والی بددعائیں دیتی۔

کچھ دیر بعد صفدر نے پوچھا۔ "کتے کے پلوں اور بندر کے بچوں کا اتنا خیال کیوں رکھتے ہیں پروفیسر"؟۔

"اسے کسی کتیا نے جنا تھا"۔ بوڑھی دانت پیس کر بولی۔ "اور اس کا باپ کوئی بندر تھا"۔

صفدر کی حیرت بڑھتی ہی رہی۔ وہ پروفیسر کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتا تھا لیکن کیا یہ بڑھیا اس سلسلے میں مفید

ثابت ہوتی۔۔۔۔۔؟ وہ اس کا فیصلہ نہ کرسکا۔

دفعتاً اس نے کہا۔ "آپ تو ایک مہذب خاتون معلوم ہوتی ہیں۔اس ویرانے میں کس طرح آ پھنسیں"؟۔

"بدنصیبی۔۔۔۔۔شامت۔۔۔۔۔" بڑھیا نے ٹھنڈی سانس لی۔ "اسی بچی کی وجہ سے مجھے بھی در در کی ٹھوکریں کھانی پڑی تھیں۔۔۔۔۔ہم یونان میں تھے۔بوغا کالج میں لڑکوں کو پڑھاتا تھا۔میری بہن سے اس کی شادی ہوئی تھی۔میں بہن کے ساتھ ہی رہتی تھی۔لڑکی کے پیدائش کے بعد وہ مرگئی۔۔۔۔اور بوغا حقیقتاً بہت بڑا شیطان ثابت ہوا۔میں اس کا ساتھ ہرگز نہ دیتی مگر یہ ننھی سی بچی میری چھاتی سے چمٹی ہوئی تھی۔۔۔۔ایک دن یونان سے بے سروسامانی کی حالت میں بھاگنا پڑا کیونکہ مسلح پولیس کے آدمی چاروں طرف بوغا کی بو سونگھتے رہے تھے۔اسی رات کو مجھے معلوم ہوا کہ بوغا حقیقتاً کیا تھا۔۔۔۔وہ حکومت کے خلاف ایک خفیہ تنظیم کا سرغنہ تھا اور کسی طرح اس کا راز ظاہر ہوگیا تھا۔۔۔۔ہم ماہی گیروں کے ایک اسٹیمر میں چھپ کر کینا پہنچ گئے۔بوغا نے وہاں نئے سرے سے زندگی شروع کی اور بہت جلد ایک دولت مند آدمی بن گیا۔۔۔۔اور پھر ایک رات وہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔۔۔۔بوغا کہتا ہے کہ بھاگنا پڑا تھا۔لیکن مجھے آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ یہاں آئے ہوں۔۔۔۔نہ تعاقب کیا گیا تھا اور نہ یونان کی سی بھاگم بھاگ ہی ہوئی تھی یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اب یہاں سے کبھی واپس نہ جاسکیں گے۔کیونکہ یہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں جاتا"۔

"بسر اوقات کی کیا صورت ہے"؟۔

"فرانس کی حکومت بوغا کو وظیفہ دیتی ہے۔۔۔۔۔اور اس کے فرانسیسی دوست اس کی مدد کرتے رہتے ہیں"۔

"میرا خیال ہے کہ بوغا صاحب چاہیں تو یہاں سے بھی جاسکتے ہیں۔کیا ان کے فرانسیسی احباب ان کی مدد نہیں کریں گے"؟۔

"وہ اب خود ہی یہاں سے نہیں جانا چاہتا"۔

"بڑی عجیب بات ہے۔۔۔۔۔" صفدر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"اوہ۔۔۔۔۔میں ابھی تک یہی سمجھ سکی ہوں کہ یہ جزیرہ پاگل خانہ ہے"۔

"کیوں کیا دوسرے آدمیوں سے بھی دیوانگیاں سرزد ہوتی ہیں"؟۔

"سب پاگل ہیں، کیا یہ دیوانگی نہیں ہے کہ وہ صرف اسی جزیرے میں محدود رہنا چاہتے ہیں"؟۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچنے لگا تھا کہ اب اس کے سوالات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے۔

دفعتاً قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور بڑھیا سہمی ہوئی سی نظر آنے لگی دوسرے ہی لمحے میں بونا کمرے میں داخل ہوا۔

"اوہ۔۔۔۔تم۔۔۔۔" وہ بڑھیا کو گھورتا ہوا بولا۔ "تم اس وقت کیا کر رہی ہو"؟۔

"کک۔۔۔۔کچھ۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔کچھ تو نہیں"۔۔۔۔وہ روتی سی آواز میں ہکلائی۔

"دفع ہو جاؤ۔۔بھاگو۔۔۔۔" بونا دھاڑا۔۔۔۔اور وہ کسی سہمی ہوئی گائے کی طرح بھاگ نکلی۔ بونا چند لمحے کھڑا۔۔۔۔صفدر کو گھورتا رہا پھر دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا میرے ساتھ آؤ۔ "وہ پھر لائبریری میں آئے۔۔۔۔اب یہاں روشنی تھی۔ کیروسین لیمپ روشن کر دیئے گئے تھے۔ اور ان کی روشنی میں لڑکی برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی۔۔۔۔اب وہ پیر لٹکائے بڑی میز پر لیٹی تھی اور اس کا جسم ڈھیلا ڈھالا سا نظر آ رہا تھا۔

"یہ تو کہتی ہے کہ چھوٹے مٹو سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی"؟۔ بونا نے صفدر کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔

صفدر نے لڑکی کی طرف دیکھا جو اسے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ چکرا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟۔

"میرا سر چکرا رہا ہے پروفیسر" ۔صفدر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی بڑا بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں۔ کل کہاں تھا کیا تھا اور آج کیا ہوں؟۔ کن حالات سے دوچار ہوں"۔

"میرے سوال کا جواب دو"؟۔۔۔۔بونا غرایا۔

"میں نے جو کچھ کہا تھا میری یادداشت اس کی تردید نہیں کرتی۔ اگر مسی کو اس سے اختلاف ہے تو پھر وہ بھی خواب ہی رہا ہوگا۔۔۔۔۔میں پاگل ہو جاؤں گا"۔

وہ سر تھامے فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ بونا نرمی سے کہہ رہا تھا۔ "تم آخر جھوٹ کیوں بول رہی ہو بے بی؟۔ میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ تم کسی ماہی گیر کی ہمدرد بنو"۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ڈیڈی۔۔۔میرا سر اب بھی چکرا رہا ہے۔ٹھیک ہے۔۔۔۔شائد اوہارا ٹھیک کہہ رہا ہے۔ہاں ایسا ہی کچھ ہوا تھا۔اس نے مجھ سے اطالوی گیت کی فرمائش کی تھی۔میں نے اس کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا اور اس پر وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہوا اٹھ گیا تھا"۔

"بس جاؤ"۔پروفیسر نے نرم لہجے میں کہا۔ "جاؤ آرام کرو۔اوہارا تم بھی جاؤ میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر بے بی کو بچایا تھا۔ورنہ شائد بحری قزاق اسے پکڑ لے جاتے"۔

"وہ بحری قزاق تھے"؟۔صفدر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔۔۔وہی ہوں گے۔۔۔۔ورنہ اس جزیرے میں تو کوئی اتنی جرات نہیں کر سکتا"۔

"میں سمجھا تھا شائد۔۔۔۔متو۔۔۔۔"؟

"نہیں۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔"پروفیسر ہنس پڑا۔ "یہ تمہارا وہم ہے۔متو ایک ناسمجھ اور ضدی بچہ ہے۔دل کا برا نہیں ہے۔۔۔جاؤ آرام کرو"۔

وہ دونوں لائبریری سے نکل کر اپنے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔پروفیسر لائبریری کا دروازہ بند کر کے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا تھا۔

"مجھے سہارا دے کر میرے کمرے تک پہنچا دو اوہارا۔۔۔میں مضبوطی سے قدم نہیں رکھ سکتی"۔لزی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور پھر کمرے میں پہنچ کر ہی بولی۔ "یہ تم نے کیا۔۔۔کیا اوہارا"؟۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟۔

"ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ یہ حرکت متو ہی کی تھی"۔لزی نے کہا۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان میں متو بھی رہا ہو۔پھر جب میں نے خیریت دریافت کرنے والوں کی بھیڑ میں اسے بھی دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا۔لیکن پروفیسر کو بھی یقین نہیں آیا کہ وہ متو ہی ہو گا۔

"اوہ۔۔۔تم نہیں سمجھتے"۔لزی کراہی۔ "تم نہیں سمجھتے،تم ڈیڈی کو نہیں جانتے۔ان کے لہجوں کو نہیں پہچانتے۔۔۔۔تم نہیں جانتے کہ ان کی ہنسی کتنی خطرناک ہوتی ہے۔آہ۔۔۔جب متو کے معاملے میں ہنسے تو مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہزاروں خبیث روحیں بیک وقت چیخی ہوں"۔

www.oneurdu.com

" کیوں ۔۔۔ مسی تم اتنی ڈراونی باتیں کیوں کر رہی ہو "؟ ۔صفدر نے حیرت سے کہا۔ " پروفیسر کی اس ہنسی میں مجھے تو بچکانہ پن کے علاوہ اور کچھ نہیں دکھائی دیا تھا"؟ ۔

"اب تم منو کو مردہ سمجھو" ۔

صفدر یک بیک اچھل پڑا اور پھر آہستہ سے پوچھا ۔ " کیوں "؟ ۔

"بس وہ آج کل ہی میں کہیں نہ کہیں مردہ پایا جائے گا۔جس سے ڈیڈی متنفر ہو جائیں اس کا یہی انجام ہوتا ہے ایسے کئی واقعات میری یاداشت کے لیے جہنم بن کر رہ گئے ہیں" ۔

"میں بالکل نہیں سمجھا مسی "؟ ۔۔۔صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں ۔

" کاش میں ہی سمجھ سکی ہوتی " ۔لڑکی نے بے بسی سے کہا۔

" مگر ایسے لوگوں کی موت کی وجہ کیا ہوتی ہے "؟۔

"بس راہ چلتے گرتے ہیں اور مر جاتے ہیں ۔خوابگاہوں سے لاشیں برآمد ہوتی ہیں ۔۔۔ابھی تم سے کھڑا گفتگو کر رہا ہے بس اچانک گرے گا اور چشم زدن میں مر جائے گا۔

"بڑی عجیب بات ہے" ۔صفدر نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

--------*----*

اُردو ویب پر خوش آمدید
www.urduweb.com
پروائیڈیو پروڈکشن

عمران کمرے میں ٹہل رہا تھا۔۔۔۔ اور اس کی پیشانی پر گہرے تفکر کی وجہ سے سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔۔۔۔۔۔ وہ اس وقت صرف سوچنا چاہتا تھا۔۔۔۔ اور ذہن تو کئی دنوں سے جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا کیونکہ ابھی تک اسے کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مگر وہ کرتا بھی کیا۔۔۔۔ بحیثیت انور چوہان تو اسے شالی سے صرف شادی ہی کرنا باقی رہ گیا تھا کیونکہ اس کے بغیر وہ اسکیم مکمل نہ ہوتی جس کے لیے وہ لڑکیاں اسے یہاں بھگا لائی تھیں۔

آج صبح ناشتے کی میز پر یہی فیصلہ درپیش تھا اور عمران دانتوں میں انگلی دبائے شرم سے دہرا ہوا جا رہا تھا۔ اس وقت وہ رات کے کھانے کا منتظر تھا۔ میز پر فیصلہ کن باتوں کی توقع تھی۔ آج کل وکیل بھی ہر وقت کے کھانے پر ضرور شریک ہوتا تھا اور وہ زیادہ تر "پرنس" کی باتیں کرتے تھے۔

کچھ دیر بعد گانگ بجا اور عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈرائینگ روم کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈرائینگ روم میں آج وکیل کے ساتھ دو آدمی اور نظر آ رہے ہے۔ عمران کو دیکھ کر شالی کے علاوہ اور سب کھڑے ہو گئے۔

"بھئی کیا ضروری ہے کہ ہم فوراً ہی کھانے کی میز پر چلے جائیں"؟ عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ ڈیر۔۔۔۔ " شالی جلدی سے بولی۔ "یہ تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ کیوں وکیل صاحب"؟۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے محترمہ۔ ہم بھی ابھی بھوک نہیں محسوس کر رہے"۔ پھر اس نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔

"یہ دونوں بھی محترمہ شالی اور محترمہ انور کے ہمدردوں میں سے ہے اور بھائیوں کے پرانے نمک خوار۔۔۔۔۔۔ یہ بھی نہیں چاہتے کہ "بھائیوں کی خون پسینے کی کمائی غیر مستحق لوگوں کے حصے میں آئے"۔

"خوب" عمران نے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

"بات یہ ہے جناب کہ اب اگر شادی کی تاریخ کا اعلان کر دیا جاتا تو بہتر تھا"۔

"ہمارے حضور لا۔۔۔۔۔۔۔مم۔۔۔۔مطلب یہ کہ۔۔۔یہ کہ۔۔۔بھی ختم کرو۔۔۔۔مسلہ ہم سب کے سامنے نہیں طے کر سکتے"۔

"ختم بھی کیجئے وکیل صاحب"۔شالی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اعلان بھی کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ہر وقت یہی تذکرہ مجھے گراں گزرتا ہے۔۔۔۔۔ "اور پھر اس نے انگریزی میں کہا۔ "میرا دعوی ہے کہ یہ امام کی بھی شادی نہیں کرے گا"۔

"یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے محترمہ"۔وکیل بولا۔۔۔ "آپ چاہیں تو اسے ہمیشہ کے لیے روک سکتی ہیں"۔

"اتنے ہوائی قلعے نہ بنایئے"۔شالی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک والئی ریاست کا لڑکا ہے اور محض اس بنا پر ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا کہ نا معلوم آدمیوں نے اس کی توہین کی ہے"۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"کسی بے وقوف آدمی کو قابو میں کر لینا کسی خوبصورت لڑکی کے لیے مشکل نہیں ہے"۔

شالی کچھ نہ بولی۔اتنے میں جوزف کمرے میں داخل ہوا۔۔۔۔۔وہ ہر وقت عمران کے ساتھ رہتا تھا۔ خصوصیت سے اس وقت تو عمران کے قریب موجود رہنا ضروری ہو جاتا تھا جب آس پاس کچھ مرد بھی موجود ہوں۔اس کی آمد پر وکیل اور شالی کو چپ لگی اور عمران کو تو اس کی آمد پہلے ہی کھل گئی تھی اس نے سوچا تھا کہ اب وہ لوگ انگریزی میں اپنی بکواس جاری نہ رکھ سکیں گے۔

دفعتاً اس نے محسوس کر لیا کہ وہ دونوں آدمی جوزف کو دیکھ کر بری طرح چونک گئے ہیں۔۔۔۔۔وہ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اچانک انہوں نے وکیل سے ایک ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی جو عمران کے فرشتوں کی سمجھ میں بھی نہ آ سکتی۔۔۔۔۔۔اسے تو ایسی ہی لگ رہی تھی جیسی اس کی چھوٹی اسٹیٹ والی لایعنی زبان تھی۔۔۔

وکیل کے چہرے پر وہ حیرت کے آثار دیکھ رہا تھا۔۔۔دفعتاً جوزف نے عربی میں کہا۔ "باس میں ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا جو نا قابل فہم زبانوں میں گفتگو کریں،کیا یہ انگریزی میں گفتگو نہیں کر سکتے جسے کم از کم میں سمجھ سکوں"۔

"تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ ہم دشمنوں میں سے ہیں" ۔عمران نے مسکرا کر جواب دیا۔ "وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وکیل عربی سمجھتا ہے لیکن اس کا اظہار نہیں کرتا اس وقت بھی وہ اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر جوزف کی بات سننے لگا تھا مگر پھر فوراہی سنبھل کر ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا"۔

جوزف نے عمران کی بات پر سر جھکا کر اسے تسلیم کر لینے کا اعلان کیا تھا۔

"پرنس میرے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ اس حبشی کا میک اپ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔۔۔اس کی ناک میں بھی تھوڑی سی تبدیلی ہونی چاہیے"۔وکیل نے اردو میں کہا۔

"ہم کچھ نہیں جانتے۔۔۔جو تمہارا دل چاہے کرو"۔

"تبدیلی ہی مناسب رہے گی"۔

"اس کے بعد وہ کھانے کے لیے ڈرائنگ روم میں سے چلے گئے۔یہاں عمران کے اصولوں کے مطابق خاموشی ہی رہی۔۔۔۔۔اور پھر شالی نے اعلان کیا کہ اسے نیند آرہی ہے۔لہذا دوبارہ ڈرائنگ روم میں نشست نہیں ہوئی۔

www.urdu.com پروایکٹیوز پروڈکشن

عمران کچھ سر گرانی سے محسوس کر رہا تھا۔۔۔وہ خواب کی کیفیت ہو سکتی تھی۔لیکن جب آنکھ کھلنے پر بھی بستر ہچکولے ہی لیتا رہا تو عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔۔۔۔وہ اندھیرے میں سونے کا عادی تھا۔۔۔۔بستر سے اترا۔۔۔لیکن کمرے کے فرش میں بھی ویسے ہی ہچکولے محسوس ہوئے۔گویا کمرہ کسی چیل کی طرح پھڑ پھڑاتا ہوا اڑا جا رہا ہو۔

وہ بوکھلا کر اندھیرے میں بورڈ کی سوئچ کی طرف بڑھا اور ٹھوکر کھائی ہی نہیں بلکہ گرتے ہی خود کو کسی کی آہنی گرفت میں محسوس کیا۔۔۔۔ساتھ ہی کان کے قریب ہی جوزف کی غراہٹ سنائی دی۔ " کون ہے۔۔۔۔مار ڈالوں گا"؟۔

"مار بھی ڈال۔۔۔۔عمران نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "مگر تو یہاں کہاں"؟۔

"باس۔۔۔ "جوزف کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"ابے یہ کمرہ ہل کیوں رہا ہے"؟۔

"ہائیں تو کیا آج آپ نے بھی پی لی ہے"۔جوزف نے خوش ہو کر قہقہہ لگایا۔

عمران فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔۔۔۔ جوزف کہہ رہا تھا۔ "میں تو۔۔۔۔ میں تو۔۔۔۔ پانچ بوتلیں بیک وقت ختم کرکے سویا تھا۔۔۔۔ باس یہ لوگ بہت مہمان نواز ہیں خدا ان پر اپنی برکتیں نازل کرے۔۔۔۔ مگر یہ شراب کیسی تھی میرا ابھی کمرہ ہل رہا ہے۔ "ارے ہاں۔۔۔۔۔ واقعی ہل رہا ہے۔۔۔۔۔ خدا کی قسم"۔

"مجھے سوچنے دے جوزف۔ یقیناً کوئی گھپلا ہوا ہے" ۔عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ٹھہریئے باس میں بھی ذرا دو تین گھونٹ لے لوں تاکہ کچھ سمجھ میں آئے"۔

آوازوں سے عمران نے اندازہ لگایا کہ جوزف اٹھ کر چل رہا ہے۔ پھر ایسی آواز آئی جیسے وہ لکڑی کی کسی چیز پر متواتر ہاتھ مار رہا ہو۔

"ارے باس۔۔۔" دفعتاً جوزف چیخا۔ "یہ کمرہ نہیں لکڑی کا صندوق ہے۔۔۔۔ واہ کیا پاگل پن ہے۔۔۔۔"

"جوزف۔۔۔۔ واپس آ جاؤ۔۔۔۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

ہم کسی بحری جہاز کے کیبن میں ہیں۔۔۔۔ کھڑکی تلاش کرنے کی کوشش کرو میرا دم گھٹ رہا ہے"۔

"ہائیں، بحری جہاز۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔ باس"۔

"کچھ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں آدمیوں نے تمہیں پہچان لیا تھا"۔

"کون دونوں۔۔۔"؟

"وہی جن کی زبانیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی"۔

"اوہ۔۔۔۔ ان کی شکلیں نفرت انگیز تھیں۔ جوزف پھر کراہ کر بولا۔ "بحری جہاز ہو یا جہنم کا آتشی جہاز ہو۔۔۔۔ اگر شراب نہ ملی تو میں کیا کروں گا۔۔۔۔ وہ مجھ اندھے کی لاٹھی ہے"۔

"نہیں لاٹھی کی بھینس۔۔۔۔ اب خاموش رہو ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ اب تم نے اتنی پی لی تھی کہ وہ تمہیں لادلیں"۔

"مگر باس آپ کا کیا ہوا تھا۔۔۔ آپ تو پیتے۔۔۔۔ بھا آ"۔ جوزف نے غالباً جماہی لی تھی۔ پھر بولا۔ آپ تو پیتے بھی نہیں ہیں"۔

"مجھے کسی دوسری طرح بیہوش کیا ہوگا۔۔۔۔ مگر اب ہم کہاں جا رہے ہیں"؟ عمران نے اپنی ناک ٹٹول کر

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیو پروڈکشن

کہا۔۔۔ناک پر سے کوہان غائب تھا۔۔۔۔اس نے بوکھلا کر کہا۔ "ارے جوزف دیکھنا تو تیری داڑھی موجود ہے یا نہیں"؟۔

"میں اسی لیے تو خوش ہوں باس کہ اب داڑھی نہیں ہے۔۔۔۔ہاہا۔۔ "جوزف نے قہقہہ لگا کر کہا۔" مجھے اس نقلی داڑھی سے کتنی الجھن ہوتی تھی۔۔۔وکیل نے آپ کے جانے کے بعد اسی آدمی کو بلایا تھا جس نے میرا میک اپ کیا تھا۔اس نے کہا تھا کہ میک اپ میں تبدیلی کر دے۔۔۔اس نے داڑھی نکال کر میرا ہونٹ بھی ٹھیک کر دیا تھا، پھر ہم سب پینے لگے تھے۔۔۔وکیل مجھ سے بہت خوش تھا۔اس نے کہا میں تمہیں شراب سے نہلا سکتا ہوں"۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔یقیناً جوزف پہچان لیا گیا ہے۔۔۔مگر آخر یہ کیا چکر تھا۔اتنا ہی تھا جتنا سامنے آیا تھا یا کچھ اور بھی تھا۔۔۔۔اور اب یہ بحری اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔۔۔اسی دلیس میں بیٹھے گا یا ریگستانی اونٹ کی طرح جدھر منہ اٹھ گیا ہے ادھر ہی۔۔۔یا۔۔۔"

"اوہ باس۔۔۔یک بیک جوزف خوش ہو کر بولا۔۔۔"اگر یہ جہاز ہے تو یہاں شراب ضرور ملے گی"۔

"خاموش رہو"۔

عمران۔۔۔بڑبڑاتا ہوا اٹھا اور پھر بستر پر جا کر لیٹ گیا۔

--------*----*

صفدر ترکاریوں کی جھابی پیٹھ پر لادے ہوئے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ دفعتاً جھابی گرفت سے چھوٹ کر زمین پر جا گری۔

کیونکہ اسے مقامی آدمیوں کے مجمع میں ایک جانا پہچانا سا چہرہ نظر آیا تھا اور نظر بھی یوں آیا تھا کہ اس مجمع میں سب سے لمبے آدمی کا چہرہ تھا۔

"جوزف۔۔۔۔۔" اس کی زبان سے بے اختیار نکلا اور ترکاریوں کی جھابی سنبھال کر وہ جھپٹا۔ قریب پہنچ کر اس نے عمران کی آواز سنی جو عربی میں کچھ کہہ رہا تھا اور لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔

"ارے یار۔۔۔" جوزف نے کہا۔ "خالی۔۔۔ خولی ہنسی سے کیا فائدہ۔ تھوڑی سی پلا دو۔ پھر ایسے تماشے دکھاؤں گا کہ طبیعت خوش ہو جائے گی"۔

یہ اس نے انگریزی میں کہا تھا اور پھر گڑبڑا کر عربی میں کچھ کہنے لگا تھا۔

صفدر گھر کی طرف بھاگ آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ترکاری کی جھابی وہاں پھینک کر پھر یہیں واپس آ جائے۔ لڑکی نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں رکا تھا واپسی پر اس نے مجمع کو وہیں پایا۔۔۔ جوزف سر کے بل کھڑا۔۔۔ عربی میں کوئی گیت گا رہا تھا۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور عمران مداری کی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ رہا تھا۔

لوگ ہنستے رہے۔ جوزف الٹے سیدھے کرتب دکھاتا رہا۔ عمران مداریوں کی نقل اتارتا رہا۔۔۔

اور پھر یک بیک چھوٹا متو وہاں آ پہنچا۔ اس کے ساتھ پانچ آدمی تھے۔ جن کے ہاتھوں میں لمبی نالوں والی رائفلیں تھیں اور سینوں پر کارتوسوں کی پٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ متو کو دیکھتے ہی مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔۔۔ عمران اور جوزف سیدھے کھڑے ہو گئے۔ رائفلوں کی نالیں ان کی طرف اٹھ گئی تھیں۔

"تم کون ہو۔۔۔؟" متو نے انگریزی میں پوچھا۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔خاموشی سے کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔لیکن جوزف لہک کر بولا۔ "واہ ایک تو ایسا ملا جو انگریزی بولتا ہے۔۔۔۔۔۔اے پیارے بھائی تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں۔تھوڑی سی پلوا دو۔۔۔تاکہ یہ زبان مزید دعاؤں کے لیے کھل سکے"۔

"تم کہاں سے آئے ہو"؟۔

"ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گوہر جیسے ہم زمین پھاڑ کر نکلے ہوں۔۔۔۔۔اچھے بھلے محل میں سوئے تھے۔۔۔آنکھ کھلی تو ایک ریت کا ٹیلہ ہمیں لوریاں سنا رہا تھا۔۔۔جوزف نے کہا۔

"جواری۔۔۔"؟ مٹو نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں گوہر۔۔۔۔یہ پرنس آف چر وٹی ہیں اور میں ان کا باڈی گارڈ ہوں ابھی ہم سرکس دکھا رہے تھے۔ بس تھوڑی سی پلوا دو طبیعت خوش کر دوں گا۔اور اگر نہ پلوائی تو میں دہریہ ہو جاؤں گا۔۔۔اور وہ جو صلیب پر ہے تمہیں ایک بہت بڑی بددعا دے گا"۔

"بکواس بند کرو۔اور ہمارے ساتھ چلو۔۔۔"مٹو نے کہا اور پھر صفدر کی طرف مڑ کر کہا۔ "کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو"؟۔

"کیوں نہیں یہ میرے باس پرنس آف چر وٹی ہیں۔ہم لوگوں پر پتہ نہیں کون سی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس منحوس جزیرے میں اس طرح پھینکے جا رہے ہیں"۔صفدر نے جواب دیا۔

"اچھا تو تم بھی ساتھ چلو۔میرے ڈیڈی تم سے بھی گفتگو کرنا پسند کریں گے"۔مٹو نے کہا۔اور انہیں رائفلوں کے گھیرے میں لے کر ایک طرف چل پڑا۔۔۔

عمران صفدر کو مخاطب کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے اسے نہایت اطمینان سے اردو میں مخاطب کیا۔ "تم یہاں کیسے"؟۔

"یہی سوال میں آپ سے بھی کرنا چاہتا تھا"؟۔

"اس جگہ کا کیا نام ہے"؟۔

"یہ صرف جزیرہ کہلاتا ہے۔غالباً فرانس کا مقبوضہ ہے"۔

"یقیناً یہی بات ہوگی کیونکہ ہمارا سفر طویل تھا۔۔۔"عمران بولا۔۔۔اور وہ پھر خاموشی سے چلتے رہے۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوو پروڈکشن

بستی کے نشیب میں سرخ منارہ کی ایک عمارت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔انہیں اس میں داخل ہونے کو کہا گیا۔یہ ایک مختصر سا ہال تھا۔۔۔جس میں تین آدمی پہلے ہی سے موجود تھے۔ان میں سے ایک بڑا متو تھا قوی ہیکل اور تنومند اس کا چہرہ گھنی اور گول داڑھی سے ڈھکا ہوا تھا۔۔۔مونچھیں اتنی گھنیری تھیں کہ دہانہ تلاش کرنے کے لیے آنکھوں پر خاصا زور دینا پڑتا۔چھوٹے متو نے اس سے جو کچھ بھی کہا صفدر نہیں سمجھ سکا کیونکہ عربی زبان استعمال کی گئی تھی۔عمران کا چہرہ اسے بالکل سپاٹ نظر آیا۔البتہ جوزف ان لوگوں کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگا تھا۔دفعتاً بڑے متو نے انہیں مخاطب کیا۔ "تم کون ہو"؟۔

"میں فی الحال پروفیسر بوغا کی خدمات انجام دے رہا ہوں"۔صفدر نے کہا۔ "لیکن یہ شخص میرا مالک ہے"۔

صفدر نے یہ بات نہایت اطمینان سے یہاں بھی ظاہر کر دی۔اس نے سوچا تھا کہ اگر یہ چیز عمران کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی تو اس نے راستے ہی میں ٹوکا ہوتا۔

"تو تم یہاں کیوں آئے ہو"؟

صفدر نے چھوٹے متو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ لائے ہیں"۔

بڑا متو اس کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر دہاڑنے لگا۔۔۔شاید وہ اس پر بگڑ رہا تھا۔۔۔زبان عربی تھی اس لیے صفدر کچھ نہ سمجھ سکا۔البتہ اس نے عمران کو متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے دیکھا۔چھوٹا متو گڑ بڑا رہا تھا اور اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔۔۔پھر اس نے یک بیک صفدر سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے دوست۔۔۔تم جا سکتے ہو"۔

پھر سوالیہ انداز میں صفدر کی طرف گھورنے لگا۔

"مگر سردار۔۔۔صفدر نے بڑے متو کو مخاطب کیا۔۔۔"میرے مالک کا کیا ہوگا۔۔۔"یہ ایک معزز آدمی ہے۔ریاست چرونٹی کا شہزادہ"۔

بڑے متو نے جواب میں ایک زوردار قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا پھر بولا"۔یہاں اس جزیرے میں کوئی کسی کا مالک نہیں ہے۔سب غلام ہیں۔یہاں صرف وہی معزز ہے۔شہزادہ ہے۔۔۔جو میرے لیے زیادہ مچھلیاں پکڑ سکے جاؤ"۔

www.oneurdu.com
پرو ایکٹیوز پروڈکشن

بڑے مثو کے تیور برے تھے۔ اور عمران کچھ ایسے انداز میں کھانسا تھا جیسے وہ بھی صفدر کو چلے ہی جانے کا مشورہ دے رہا ہو۔

--------*----*

جولیا کو ایکس ٹو کی طرف سے اطلاع ملی کہ عمران جزیرہ ہموبار سے بھی غائب ہو گیا ہے اور اب اس کا کوئی پتہ نہیں۔۔۔۔ اور یہ حقیقت بھی تھی کہ چوہان اور نعمانی کو قطعی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ اور جوزف اس عمارت سے کب اور کہاں غائب ہو گئے تھے۔ حالانکہ وہ دن رات باری باری اس عمارت کی نگرانی کرتے رہے تھے۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پرو ایکٹیو پروڈکشن

دوسرے ہی دن جولیا خود بھی ہموبار جا پہنچی۔ اس کے ساتھ خاور بھی تھا۔ اور دونوں میک اپ میں تھے۔
وہ جزیرے کے اس ہوٹل میں ٹھہرے۔ جہاں زیادہ تر ٹورسٹ ٹھہرا کرتے تھے۔

"وکیل داراب کے متعلق اچھی رپورٹ نہیں ہے"۔ خاور نے جولی سے کہا۔ "اس کا ماضی تاریک رہا ہے۔ اور وہ آج بھی پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔۔۔۔ اس کا پیشہ صرف بھائیوں کے کاروبار کے قانونی مشیر ہونے تک محدود ہو گیا ہے"۔

"صورت سے ہی برا آدمی معلوم ہوتا ہے"۔

"میری دانست میں اس سے زیادہ اہم انور چوہان ہے جس کا رول ادا کرنے پر عمران کو مجبور کیا گیا تھا"۔

"یہ لڑکی شالی۔۔۔۔" جولیا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کیا میں اس سے ملوں"؟۔

"نہیں۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ آدھے کاروبار کا مالک انور چوہان قتل کر دیا گیا ہے اور اب انہیں کسی ایسے بیوقوف کی تلاش ہے جو انور چوہان کا رول ادا کرے۔ انور چوہان کو یہاں اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا"۔

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے"؟۔ جولیا نے پوچھا۔

"مجھے نعمانی کا انتظار ہے۔اس کی آج کی رپورٹ کے بعد ہی میں کچھ سوچ سکوں گا"۔

"پتہ نہیں یہ کمبخت کہاں کہاں ٹانگ الجھاتا پھرتا ہے"۔

"کون"؟۔

"عمران"۔

"بھئی۔یہ آدمی کبھی میری سمجھ میں نہیں آسکے گا۔میرا خیال ہے کہ آج تک جتنے کیس بھی ہمارے پاس آئے ہیں ان میں یہ کسی نہ کسی طرح ضرور الجھا رہا ہے"۔

"میرا دعوی ہے کہ یہ ایکس ٹو کی شخصیت سے واقف ہے"۔جولیا نے کہا۔

"خدا جانے"۔

آٹھ بجے رات کو نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔وہ بھی کوئی سیاح ہی معلوم ہو رہا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے زیادہ تر پیدل چلتا رہا ہو۔

www.oneurdu.com

"یہ عجیب بات ہے"۔اس نے بیٹھ کر طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔"شالی خود بھی متحیر اور پریشان ہے کہ عمران اور جوزف کہاں غائب ہو گئے۔ان کے ساتھ ہی وکیل داراب بھی غائب تھا۔میں نے اسے دیکھا ہے لیکن شالی نہیں جانتی کہ داراب یہیں اسی جزیرے ہی میں ایک جگہ موجود ہے۔شالی کو شدت سے اس کی تلاش ہے میرا خیال ہے کہ ان دونوں کے غائب ہو جانے سے اب تک وہ شالی سے نہیں ملا"۔

"داراب کہاں ہے"؟خاور نے پوچھا۔

"مشرقی ساحل کے قریب ماہی گیروں کا ایک جدید وضع کا جھونپڑا ہے۔وہیں وہ دو آدمیوں کے ساتھ اس وقت موجود ہے"۔

"وہاں سب کتنے ہیں"؟۔

"تین ہی ہیں داراب سمیت"۔

"داراب"۔جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "میرا خیال ہے کہ ان لوگوں پر بھی کیوں نہ ایسا ہی جال پھینکا جائے جیسا انہوں نے عمران پر پھینکا تھا"۔

"میں نہیں سمجھا"؟۔

"تھوڑا اور سوچ لوں۔۔۔تو بتاؤں۔۔۔" جولیا اٹھ کر برابر والے کمرے میں چلی گئی۔

--------*----*

جوزف ماہی گیروں میں بیٹھا اپنے کارنامے "ہانک" رہا تھا۔قصور اس کا نہیں بلکہ اس شراب کا تھا جو آج کل اسے بہ افراط مل رہی تھی۔

اس وقت ماہی گیروں کا ایک جتھا ساحل کے کنارے ریت پر جشن منا رہا تھا۔ایک جگہ بڑے سے الاؤ میں آگ روشن تھی جس میں مچھلی کے قتلے بھونے جا رہے تھے۔شراب کا دور چل رہا تھا اور عمران ایک طرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔جوزف دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہا تھا۔"تو پھر میں نے نگانہ کے باپ سے کہا کہ تم شوق سے مزونا قبیلے کے سردار کو اپنی پری بیاہ دو۔میرے پاس سفید بیلوں کی جوڑی نہیں ہے۔میری کرائی کی چھت ٹپکتی ہے۔میرے پاس صرف ایک نیزہ ہے جس کا جواب ساری دنیا میں نہیں ملے گا ایک شور مچانے والی سیاہ بندوق ہے جس کی گولی کبھی پلٹ کر واپس نہیں آتی۔تب نگانہ مایوس ہو گئی تھی دہاڑیں مار مار کر روئی تھی اور اسے مزونا قبیلے کے سردار کے ساتھ بیاہ دیا گیا تھا۔۔۔ہاہا۔۔۔میں تو بندوق سے شادی کر چکا تھا اور نیزہ میرا سالا تھا۔۔۔ہاہا۔۔۔اور انڈیلو۔۔۔شیروں کی طرح دہاڑو پھر میں تمہیں فتح کا ناچ دکھاؤں گا۔۔۔۔ہاہا۔۔۔"

عمران پروفیسر بونا کے متعلق سوچ رہا تھا کیونکہ صفدر نے اسے اب تک کی مفصل رپورٹ دی تھی۔خصوصیت سے کتے کے بچے اور بندر کے بچے اس کی الجھن کا باعث بنے ہوئے تھے۔اس وقت بھی صفدر نے ملنے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ کہیں بھی مل سکتے تھے۔ان پر کوئی پابندی نہیں تھی۔عمران اور جوزف دن بھر کھلے سمندر میں مچھلیاں پکڑتے رہتے اور رات کو ایک لکڑی کے کیبن میں سو رہتے انہیں آس پاس ابھی تک کوئی بڑا جہاز یا اسٹیمر نہیں دکھائی دیا تھا۔ماہی گیری بڑی بڑی بادبانی کشتیوں کے ذریعے ہوتی تھی پورے جزیرے میں صرف ایک موٹر لانچ تھی اور وہ بڑے متوہی کی ملکیت تھی یا پھر روزانہ شام کو وہ بڑی دخانی کشتی نظر آتی تھی جو دن بھر شکار کی ہوئی مچھلیاں بار کر کے کسی نامعلوم مقام پر لے جاتی تھی۔۔۔اس کشتی پر کام کرنے والا عملہ

www.oneurdu.com

شائد گونگا تھا کیونکہ عمران نے آج تک نہ تو انہیں آپس میں گفتگو کرتے سنا تھا اور نہ وہ مقامی لوگوں سے مخاطب ہوتے تھے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر اس جزیرے میں پھینکے جانے کا کیا مقصد ہے اگر وہ پہچان لیے گئے تھے تو یہاں ان سے بازپرس ہونی چاہیے تھی لیکن ۔۔۔۔ یہ جزیرہ تو ۔۔۔۔ یہ بھی اس کے لیے عجیب تھا۔ اس کے متعلق عمران نے بھی وہی سنا تھا جو اس سے پہلے جوزف سن چکا تھا اور آج ان دونوں کے متعلق بھی ماہی گیر یہی سمجھتے تھے کہ وہ جواری تھے اور بدمعاش جہاز رانوں نے انہیں لوٹ کر یہاں پھینکا تھا ۔۔۔ مگر عمران اور صفدر کا معاملہ؟۔

وہ اس پر غور کرتا ہی رہ جاتا لیکن واضح جواب نہ ملتا۔ اس پر غور کرتے وقت ایک دوسرا خیال بھی ساتھ ہی ساتھ موجود رہتا۔ یہی کہ ممکن ہے کہ یہاں لا پھینکنے والے انور چوہان کے وہی مخالف ہوں جنہوں نے اسے اٹھالیجانے ہی کی نیت سے حملہ کیا تھا۔

بہرحال اب یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا نہیں تھا۔ یہاں سے نکلنے ہی کی تدبیر کرنی تھی۔ یہ کام بھی مشکل ہی تھا کیونکہ یہاں کے حالات آنکھوں کے سامنے تھے۔ بادبانی کشتیوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا ۔۔۔۔ اور پھر وہ جاتے بھی کہاں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا ملک یہاں سے کس سمت ہے کیونکہ اس جزیرے کا کچھ نام ہی نہیں تھا ورنہ عمران کو اپنی جغرافیہ دانی کا خاصا امتحان کرنے کا موقع نصیب ہوتا۔

صفدر تھوڑی دیر بعد اسے تلاش کرتا ہوا وہاں آ پہنچا اور بیٹھتے ہی ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"خیریت"؟۔ عمران مسکرایا۔ "اس وقت تو تم نے بڑی عاشقانہ قسم کی سانس لی ہے"۔

"عمران بھائی۔ میں بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں بالکل چغد ہو کر رہ گیا ہوں"۔

"بہت دیر میں احساس ہوا۔ پہلے ہی مجھ سے تذکرہ کیا ہوتا تو میں تمہیں آگاہ کر دیتا"۔

"پوری بات بھی سنیئے"۔

"یونا کی لڑکی کے علاوہ اور کہانی نہ ہوگی۔ مائی ڈیر صفدر صاحب"۔

www.oneurdu.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"قسم ہے۔۔۔۔خدا کی۔۔۔۔" صفدر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "آپ ہر رنگ میں بھیانک ہی نظر آتے ہیں"۔

"میں کہتا ہوں ٹھیک ہے"۔عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "وہ لڑکی بہت دلکش اور سیدھی سادی ہے۔وہ یقیناً تم پر اثر انداز ہوئی ہوگی اور تمہارے لیے میری دانست میں بونا ہی باپ کا خسر زیادہ مناسب رہے گا۔بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ صفدر بونا نام بھی خاصا ٹھاٹھ دار رہے گا"۔

"آپ میرا مضحکہ اڑا رہے ہیں"۔

"نہیں۔۔۔تو ہاں۔۔۔۔کتے کے پلوں کی خبر سناؤ"۔

"وہ میرے لیے مستقل دردِ سر ہیں۔ہر وقت دو چار صحن میں ٹیاؤں ٹیاؤں کرتے پھرتے ہیں"۔

"میں اس کے متعلق سننا چاہتا ہوں جس کا گھر لائبریری کی کسی الماری کے پیچھے ہے"۔

"کیا مطلب"؟۔صفدر چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"مارو گولی۔لڑی واقعی اچھی لڑکی ہے لیکن کیا وہ بھی عاشق ہوگئی ہے"؟۔

"جی نہیں"۔صفدر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ یہ تذکرہ نہ چھیڑیں تو بہتر ہے"۔

"یہ کون کہتا ہے"؟۔

"پھر میری باتیں ٹھنڈے دل سے سنو۔جواب طلب کروں گا احتیاط سے جواب دو"۔

"پوچھیے۔لیکن یہاں سے نکل چلنے کا لڑی سے کیا تعلق"؟۔

"میں اپنی پارٹی کے کسی آدمی کی محبوبہ کو یہیں چھوڑ جانا پسند نہیں کروں گا"۔

"اوہ۔تو آپ اسے آلہ کار بنانا چاہتے ہیں۔نہیں مجھ سے نہ ہوگا"۔

"تب پھر تم سے کبھی کچھ بھی نہ ہوگا۔صفدر صاحب۔ہو سکتا ہے کہ۔۔۔۔مگر خیر جانے دو۔ہاں تمہاری محبت کس حد تک بڑھ چکی ہے"۔

"آپ سنجیدگی سے پوچھ رہے ہیں"؟۔

"قطعی۔۔۔۔۔تمہیں اس میں شبہ نہ ہونا چاہیے"۔

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے"۔

www.oneurdu.com
پرو ڈکشن

" گڈ۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن تم یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو "؟۔

صفدر نے پائپ سلگا کر دو تین کش لئے اور بولا۔ " چھوٹے متو کی کہانی تو آپ کو سنا چکا ہوں۔ آج لزی پروفیسر کا ایک فیصلہ سن کر ششدر رہ گئی۔ وہ لزی کی شادی چھوٹے متو سے کرنا چاہتا ہے۔ بوڑھی عورت نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھایا لیکن لزی کو سکتہ ہو گیا تھا۔ پروفیسر نے کہا کہ اب اس جزیرے سے واپسی کے امکانات نہیں ہیں۔ لزی کی شادی پھر کہاں ہو گی چھوٹا متو ہی اس کے لیے ہر طرح مناسب رہے گا کیونکہ وہ بذات خود کرسچن ہے۔ کچھ دیر بعد لزی مجھ سے تنہائی میں ملی اور پروفیسر کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ پھر بولی او ہارا خدا کے لیے مجھے کسی طرح بچاؤ۔ ڈیڈی اپنی بات پر ہمیشہ اٹل رہتے ہیں خواہ وہ غلط ہو یا صحیح۔ میں نے کہا میں کس طرح بچا سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہیں سے زہر لا دو یہی سب سے بڑی مدد ہو گی "۔

" اے جاؤ" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "مرنے کے لیے انتہا سمندر کیا کم ہے "۔

"خدا کی قسم آپ درندوں کی سی باتیں کرتے ہیں" ۔ صفدر جھنجھلا گیا۔

"خیر ۔۔۔۔ خیر ۔۔۔ تم نے کیا کہا"؟۔

" کچھ نہیں "۔

"اچھی بات ہے تو جا کر زہر تلاش کرو اور میں ساری زندگی مچھلیاں پکڑتا رہوں گا۔ جوزف پی پی کر غل غپاڑا مچاتا رہے گا"۔

"تو بتائیے نا میں کیا کروں "؟۔ صفدر نے دانت پیس کر ریت پر ہاتھ مارا۔

"لڑکی کو اپنے اعتماد میں لو۔ اس سے معلوم کرو کہ اسی الماری کے پیچھے بندر کے بچے بھی چیختے ہیں یا نہیں "؟۔

"لاحول ولا قوۃ ۔۔۔۔ آپ کبھی سنجیدگی سے گفتگو نہیں کر سکتے" ۔ اس بار صفدر نے پیشانی پر ہاتھ مار لیا۔

"تم شائد پاگل ہو گئے ہو" ۔ عمران بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر بعد جوزف ہاتھ ہلا ہلا کر کہہ رہا تھا۔ " اسے ہمیشہ یاد رکھنا دوستو کہ عورت بری بلا ہے۔ زگیلا نے جیسے ہی جھاڑیوں سے سر نکالا ایک چمکدار کلہاڑی نے اس کی گردن اڑا دی ۔۔۔۔ اور شیروں کا شیر زگیلا کا گردن اور دھڑ الگ الگ تڑپنے لگا۔ ماینا اس کی لاش پر کھڑی قہقہے لگا رہی تھی اور چھپ کر حملہ کرنے والے اس کے گرد ناچ ناچ کر جنگی ترانہ گا رہے تھے۔ فتح کا گیت۔ اگر اس نے ماینا کی آہوں اور سسکیوں پر اعتبار نہ کیا ہوتا ۔۔۔۔

اردو بوک آیری
www.urdubook.com
پروڈایکٹیوز پروڈکشن

تو اس طرح گیدڑ کی موت نہ مرتا۔۔۔۔اور انڈیلو۔۔۔۔میرا برتن میرے دشمنوں کی کھوپڑیوں کی طرح خالی ہے"۔

"بھئی۔۔۔۔کیا سچ مچ آپ پلوں اور بندروں کے معاملے میں سنجیدہ ہیں"؟۔صفدر نے پوچھا۔

"صرف اسی پلے اور بندر کے معاملے میں جس کی آوازیں لائبریری یا بونا کیجو اب گاہ سے آتی ہوں"۔

"اچھا تو پھر۔۔۔"

"بس یہ معلوم کرو کہ فی الحال اسی الماری کے پیچھے کبھی کسی نے بندر کے بچے کی آواز بھی سنی ہے یا نہیں۔اور یہ بات تمہیں صرف لزی سے ہی معلوم ہو سکے گی"۔

"پھر کیا ہوگا"؟۔

"فی الحال مجھے اسی سوال کا جواب چاہیے۔بقیہ باتیں بعد کی ہیں"۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

--------*----*

اندھیرے میں ایک نسوانی چیخ ابھری اور دور تک سناٹے میں پیوست ہوتی چلی گئی۔پھر متواتر چیخیں۔۔۔۔۔ "بچاؤ۔۔۔۔۔۔بچاؤ"۔زبان انگریزی تھی۔

" کون ہے "؟۔کسی تاریک گوشے سے کوئی دہاڑا۔پھر متعدد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آئیں۔

کسی کے گرنے کی آواز آئی۔کچھ دوڑتے ہوئے قدم رکے۔۔۔۔اور کچھ دوڑتے چلے گئے۔۔۔۔ان کی آوازیں بتدریج دور ہوتی جارہی تھیں"۔

"ٹارچ۔۔۔ٹارچ۔۔۔ " کوئی چیخا۔ " جلدی کرو۔۔۔شائد لاش ہے۔میں نے اسے چھولیا ہے"۔

روشنی کا دائرہ ادھر ادھر گردش کر کے ایک جگہ رک گیا۔یہ کوئی سفید فام عورت تھی۔زمین پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com

" کیا مر گئی"؟۔کسی نے پوچھا۔

"نہیں۔سانس لے رہی ہے"۔وکیل داراب سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

پروایکٹیو پروڈکشن

"زخم۔۔۔خون"؟۔

"نہیں شائد بے ہوش ہے۔چلو اٹھاؤ۔پتہ نہیں کون ہے"؟۔داراب نے اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اوہ۔۔۔چاند کا ٹکڑا۔۔۔ٹھہرو میں ہی اٹھاتا ہوں۔تم روشنی دکھاؤ"۔

داراب نے اسے ہاتھوں پر اٹھالیا۔بیہوش لڑکی کے ہاتھ اور پیر جھولتے رہے۔دو آدمیوں میں سے ایک روشنی دکھا رہا تھا۔انہیں زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ وہ لکڑی اور پیال سے بنائے ہوئے ایک بڑے جھونپڑے میں داخل ہوئے۔یہاں شائد چھوٹے چھوٹے کئی کمرے تھے کیونکہ وہ جس کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ جھونپڑے کی بیرونی جسامت سے چھوٹا تھا۔

زمین پر پیال بچھی ہوئی تھی۔اور ان پر تین گدے نظر آرہے تھے۔شائد انہیں بستروں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔انہوں نے اسے بآہستگی ایک گدے پر لٹادیا اور متحیرانہ نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگے۔داراب نے کہا۔ " کوئی ٹورسٹ معلوم ہوتی ہے۔ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس کوئی بڑی رقم رہی ہو"۔

"اگر ہم یہاں نا ہوتے تو اس کا کیا حشر ہوتا"؟۔ایک نے کہا۔

"ذرا برانڈی لاؤ"۔داراب نے دوسرے سے کہا۔ اور وہ ایک دروازے سے اندر غائب ہو گیا۔پھر وہ اس کی واپسی تک کچھ نہ بولے۔البتہ داراب اس دوران میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا رہا تھا کہ بیہوش لڑکی کے دانت سختی سے تو نہیں جم گئے۔

"ٹھیک ہے"۔اس نے سر ہلا کر کہا۔ "برانڈی بہ آسانی دی جا سکے گی۔جبڑے ڈھیلے ہیں"۔

بے ہوش لڑکی کے حلق میں برانڈی ٹپکائی گئی اور وہ نتیجے کا انتظار کرنے لگا شائد پندرہ منٹ بعد وہ پوری طرح ہوش میں آ گئی تھی اور انہیں بتایا تھا کہ وہ فرانسیسی ہے۔دارالحکومت میں ایک پرائیویٹ فرم میں ملازمت کرتی ہے اور بغرض تفریح یہاں تنہا آئی تھی۔ہالی ڈے کارز کے ایک کمرے میں قیام ہے۔شام کو تفریح کرنے نکلی تھی۔ویران ساحلوں پر اندھیرا ہو گیا اور وہ سمتوں کا تعین نہ کر سکنے کی بنا پر راہ بھول گئی۔بھٹکتی ہوئی ادھر آ نکلی تھی کہ کسی نے حملہ کر دیا۔اس کا اندازہ تھا کہ حملہ آور کم از کم تین تھے۔پھر اس نے اپنے پرس کے متعلق پوچھا۔

www.urduweb.com پروایکٹیوز پروڈکشن

"پرس تو نہیں تھا۔۔۔۔آپ کے پاس بھی نظر نہیں آیا تھا"۔داراب نے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔تب تو۔۔۔۔۔۔تب تو۔۔۔۔" لڑکی کے چہرے پر بدحواسی نظر آنے لگی۔وہ چند لمحے گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔ "میرے پرس میں ساڑھے چار سو روپے تھے اور اب میں اس قابل بھی نہیں رہ گئی کہ ہوٹل کا بل ادا کر سکوں"۔

"اوہ۔۔۔" داراب کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی خاص بات سوچ رہا ہو۔

"مجھے بیحد افسوس ہے محترمہ"۔اس نے غمناک لہجے میں کہا۔ "بہر حال خود کو خوش قسمت سمجھئے کہ آپ ہمارے جھونپڑے کے قریب ہی تھیں اور ہم اس وقت یہاں موجود تھے ورنہ یہاں اس جزیرے میں اکثر ٹورسٹ مرتے اور زخمی ہوتے ہیں مگر یہ بات بڑی تشویش کن ہے کہ آپ بالکل ہی خالی ہاتھ ہو گئی ہیں۔۔۔۔

لیجیے۔۔۔برانڈی اور لیجیے آپ کا یہاں کتنے دن قیام کرنے کا ارادہ تھا"؟۔

"میں پندرہ دن کے لیے آئی تھی اور آج پہلا ہی دن تھا"۔

داراب کے دونوں ساتھی اسے بھوکی نظروں سے دیکھ رہے تھے ایک نے داراب کو آنکھ ماری لیکن داراب کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا"۔

"ہوٹل کے بل۔۔۔واپسی کا کرایہ"۔داراب کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "اور آپ کوئی بری لڑکی بھی معلوم نہیں ہوتیں"۔

" کیا مطلب"؟۔لڑکی نے آنکھیں نکال کر پوچھا اور اس طرح سنبھل کر بیٹھ گئی۔جیسے خطرے کی بو سونگھتے ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگائے گی۔

"مطلب صاف ہے۔آپ اپنی مالی حالت سدھارنے کے لیے کوئی غلط قدم نہیں اٹھائیں گی"۔

"ہرگز نہیں"۔لڑکی نے سخت لہجے میں کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لیے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ کوئی ڈرپوک لڑکی نہیں ہے۔

پروایکٹیوز پروڈکشن

" کیا یار۔۔۔داراب کیا بوریت پھیلا رہے ہو"۔اس کے ساتھی نے اردو میں کہا اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

" بکواس مت کرو"۔داراب نے اسے جھڑک دیا اور لڑکی سے بولا۔ "میں آپ کے لیے کم از کم دس دن کے لیے کام مہیا کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ آپ نہ صرف ہوٹل کا بل ادا کر سکیں بلکہ واپسی کے انتظامات بھی کر سکیں"۔

"میں بیحد ممنون ہوں گی لیکن اسے ضرور یاد رکھیے گا کہ میں اپنی ضمیر کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتی خواہ مجھے زندگی ہی سے کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑے"۔

"میں ایک شریف آدمی ہوں۔۔۔بی۔۔۔۔۔مجھ سے کوئی بری توقع نہ رکھو"۔داراب نے مسکرا کر کہا اور اس کے دونوں ساتھی اسے غصیلی نظروں سے گھورنے لگے تھے۔

"داراب نے کسی کو آواز دی اور ایک بوڑھا آدمی کمرے میں داخل ہوا"۔

"مسی کو بستی تک چھوڑ آؤ۔۔۔ٹارچ لیتے جاو"۔اس نے اس سے کہا اور ایک بار پھر لڑکی سے اس کے پتے کی وضاحت چاہی۔

لڑکی کے جانے کے بعد اس کے دونوں ساتھی اس پر خفا ہونے لگے اور اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں ٹھنڈا آدمی ہوں۔ کام مقدم ہونا چاہئے۔ یہ بس اتفاق ہی ہے کہ وہ ہاتھ آ گئی میں ایک بڑی الجھن سے نجات پا جاوں گا۔ جاو ٹھنڈا پانی پی کر سو رہو۔
ہمیشہ یاد رکھو کہ ایسے موقع پر ٹھنڈا پانی بڑی زحمتوں سے بچا لیتا ہے۔

--------*----*

رات اندھیری تھی بادلوں کی وجہ سے تاروں کی چھاوں بھی نہیں تھی اور سارے جزیرے میں صرف لہروں کا شور سنا جا سکتا تھا۔ مغربی ساحل سے بڑی بڑی پر شور لہریں ہر وقت ٹکراتی رہتی تھیں بقیہ اطراف کے ساحل پر سکون تھے۔

www.oneurdu.com
پرو ایکٹیو پروڈکٹس

عمران اس وقت تنہا تھا اور پروفیسر یونا کے مکان کے آس پاس منڈلا رہا تھا کیونکہ اسے اندر سے اشارہ ملنے کا انتظار تھا۔
ٹھیک دو بجے شرق کی جانب سے مٹی کے برتن کے ٹوٹنے کی آواز آئی اور عمران کسی شکاری کتے کی طرح چاق و چوبند نظر آنے لگا۔۔۔ یہ مٹی کا برتن اندر سے پھینکا گیا تھا۔۔۔ پھینکنے والا صفدر کے علاوہ اور کون ہوتا۔
دیوار پر پہنچنے میں عمران کو تین منٹ سے زیادہ نہ لگے۔۔۔۔ پھر۔۔۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں نیچے تھا۔ کسی گوشے سے صفدر بھی آ نکلا تھا۔۔۔۔ مکان میں کسی طرف روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔
"لائبریری کون سی ہے"؟۔
"میرے ساتھ آیئے"۔ صفدر آگے بڑھ گیا۔ عمران جو کسی بلی کی طرح چوکنا تھا پنجوں کے بل اس کے ساتھ چلتا رہا۔
لائبریری کے دروازے پر صفدر رک کر اس کی طرف مڑا۔۔۔۔ عمران دروازے کا قفل ٹٹولنے لگا۔ دروازہ مقفل تھا۔ اس نے جیب سے ایک نہ مڑنے والے فولادی تار کا ٹکڑا نکالا اور قفل کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔

تیس یا چالیس سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں اسے کامیابی ہوئی۔ پاٹ بہ آہستگی کھولے گئے۔ یہاں بھی گھپ اندھیرا تھا۔ صفدر نے اسے ایک چھوٹی سی ٹارچ تھمادی۔ روشنی کا محدود دائرہ چاروں طرف گردش کرنے لگا۔۔۔ پھر صفدر نے اس الماری کی طرف اشارہ کیا جس کے پیچھے سے کتے کے پلے کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔۔۔ دیوار اور الماری کے درمیان ایک فٹ کا فاصلہ تھا لیکن وہاں انہیں کچھ بھی نہ دکھائی دیا۔

پھر وہ اچانک روشنی میں نہا گئے۔ پشت پر کسی نے ان پر ٹارچ کی روشنی ڈالی گئی تھی۔ وہ تیزی سے مڑے لیکن آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ کوئی غیر معمولی روشنی والی ٹارچ تھی۔۔۔ اس کے بعد انہیں ریوالور کی نال اور پروفیسر بوٹا کی داڑھی بھی نظر آ گئی۔

"بیٹھ جاؤ اجنبی دوست۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "اور اوہارا تم لیمپ روشن کرو۔ تمہاری جیب میں دیا سلائی کی ڈبیہ ضرور ہوگی کیونکہ تم تمباکو پیتے ہو۔۔۔ اوہو، میں نے ریوالور نکالنے کی زحمت ناحق گوارا کی۔۔۔ اوہارا کیا تم نے سنا نہیں۔ میں کہہ رہا ہوں لیمپ روشن کرو۔۔۔ میں سمجھا تھا شاید آج پھر سمندری ڈاکوؤں نے ادھر کا رخ کیا ہے۔۔۔ تم لوگ نہ ڈرو۔ میں ریوالور جیب میں رکھ رہا ہوں۔ یہ دیکھو"۔

انہوں نے اسے ریوالور سلیپنگ گاؤن کی جیب میں ٹھونستے دیکھا۔ صفدر نے تینوں لیمپ روشن کر دیئے۔

"اوہو۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔ اوہارا تم بھی بیٹھ جاؤ۔۔۔" پروفیسر نے کہا۔

"میں کتابوں کے چور کو چور نہیں سمجھتا۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں اس ویران جزیرے میں دل بہلانے کے لیے بھی کچھ ہونا چاہیے۔۔۔ اوہارا، تم نے مجھ سے کہا ہوتا، میں تمہارے پرنس کے لیے کتابیں ضرور بھجواتا"۔ میں نے سنا ہے یہ وہی پرنس ہے جس کی کہانی تم نے مجھے سنائی تھی"؟۔

"جی ہاں۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ یہ وہی ہیں۔۔۔ اور مجھے انہیں کی بدولت آپ سے شرمندہ ہونا پڑا ہے اس فعل میں مجھے اکسانے والے یہی ہیں۔ پہلے انہوں نے مجھ سے کتابیں مانگی تھیں۔ مگر آپ سے کہنے کی ہمت مجھ میں نہیں تھی ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے چرا سکتا تھا۔ آخر ضمیر بھی تو کوئی چیز ہے"۔

"یقیناً۔۔۔ یقیناً۔۔۔ خیر مارو گولی، تمہاری سنائی ہوئی کہانی بہت دلچسپ تھی۔ اب میں اس کا بقیہ حصہ سننا چاہتا ہوں"؟۔

عمران ایک گونگے اور بہرے آدمی کی طرح بے تعلق نظر آ رہا تھا۔۔۔

"پرنس کو انگریزی نہیں آتی۔۔۔" صفدر نے کہا۔ "البتہ آپ ان سے عربی میں گفتگو کر سکیں گے"۔

"میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں پرنس"۔ پروفیسر نے عربی میں کہا۔

"ہم خوش ہوئے۔۔۔۔اور زیادہ خوش ہوتے مگر اس وقت چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

" کتابوں کے چور میری نظروں میں قابل احترام ہیں"۔ بوغا مسکرا کر بولا کیونکہ ان پڑھ یا جاہل کتابیں نہیں چرایا کرتے"۔

"اے عاقل آدمی خدا تمہاری عمر دراز کرے۔۔۔تم نے اس وقت لاکھ روپے کی بات کہی ہے"۔

"اوہارا نے آپ کی کہانی سنائی تھی۔۔۔لیکن میں بقیہ حصے کے لیے مضطرب ہوں۔۔۔"؟ بوغا نے کہا۔

عمران نے صفدر کو گھور کر دیکھا پھر جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ "ہمیں اپنی صحت دماغی پر شبہ ہے اس لیے ہم یہ کہانی کیسے بیان کریں۔۔۔یا تو ہم خود پاگل ہیں یا ہمارے علاوہ ساری دنیا پاگل ہوگئی ہے۔۔۔تم نے ہماری کہانی کہاں تک سنی تھی"؟۔

"تین لڑکیاں آپ کو بھگا لے گئی تھیں"۔

عمران نے اس پر قہقہہ لگایا اور آہستہ سے بولا۔ ہم تو دراصل بہروپیے ہیں"۔

آج پرنس کل بادشاہ اور پرسوں کسی سڑک کے کنارے کہانیاں سنا سنا کر دوائیں بیچتے نظر آئیں گے۔۔۔ اوہارا جیسے پچاسوں گدھے ہمارے لیے کام کرتے ہیں لیکن انہیں علم نہیں کہ ہم حقیقتاً کون ہیں۔۔۔ہم کو خدا نے ایک خاص مشن پر دنیا میں بھیجا ہے۔۔۔وہ یہ کہ ہم ساری دنیا میں حماقتیں پھیلائیں۔۔۔بس وہ لڑکیاں ہمیں غلط سمجھی تھیں۔۔۔مگر اس بار ہم خود ہی چکر میں پھنس گئے"۔

"پہلے ہم سمجھتے تھے کہ لڑکیاں ہمیں الو بنا کر تفریح کرنا چاہتی ہیں مگر پھر ہماری آنکھیں کھل گئیں۔۔۔۔مگر کھلی بھی کہاں۔ اس پر اسرار جزیرے میں"۔

"اوہ۔۔۔" پروفیسر بوغا بے ساختہ ہنس پڑا پھر بولا۔ مگر دوست پھر تم کون ہو اس جزیرے میں کیوں لا پھینکے گئے؟۔ کون لایا تھا تمہیں"؟۔

"خدا جانے ۔۔۔۔جوزف بہت زیادہ پی گیا تھا اس لیے اسے ہوش نہیں تھا ۔۔۔اور ہم نے شائد پلاؤ زیادہ ٹھونس لیا تھا شراب تو پیتے نہیں۔بہر حال آنکھ بھی ایک جہاز پر کھلی تھی ۔۔۔خدا سمجھے"۔

"تمہارا پیشہ کیا ہے"؟۔

"حماقت کو رواج دینا۔اس لیے ہم مضامین لکھتے ہیں ۔۔۔تقریریں کرتے ہیں۔عملاً حماقتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔۔۔۔تاکہ دنیا میں احمقوں کی پیداوار بڑھے اور تیسری جنگ کا خطرہ سر سے ٹل جائے۔ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے ہمیں فنڈ بھی مہیا کرنا پڑتا ہے ۔۔اس کے لیے ہم نے درجنوں جیب کاٹنے والے ملازم رکھے ہیں ۔۔۔وہ تینوں لڑکیاں بھی کثیر رقم ازراہ خدا ترسی ہمارے فنڈ کے لیے عطا کرتیں مگر بیچ میں نہ جانے کیا گھپلا ہو گیا"۔

"ہوں ۔۔۔اوہ ۔۔۔۔۔ٹھہرو ۔۔۔تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ٹھہرو میں تمہارے لیے کافی تیار کراؤں۔تمہاری ہی طرح میں بھی شراب نہیں پیتا لیکن کافی یہاں کی آب و ہوا میں شراب کا بدل ثابت ہوئی ہے ۔۔۔کافی ضرور پیتے رہو ورنہ بیمار مچھلیوں کی طرح سڑ جاؤ گے"۔

پروفیسر بونا تیزی سے نکل گیا۔لیکن لائبریری کا دروازہ بھی اتنی ہی تیزی سے بند ہوا تھا ۔۔۔۔عمران بھی جھپٹا۔لیکن دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔پھر کسی قسم کی بھی آواز نہ سنائی دی۔

"یہ کیا ہوا"؟۔صفدر بڑبڑایا۔

"اب دیکھنا یہ ہے پروفیسر ہمیں پسند کرتا ہے یا تم کو"۔

"کیا مطلب"؟۔

"وہ لڑکی کی شادی کے لیے بہت پریشان ہے"۔عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

صفدر برا سا منہ بنائے ہوئے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

پانچ چھ منٹ گزر گئے ۔۔۔۔لیکن باہر کا سناٹا نہ ٹوٹا۔

پھر یکایک لائبریری کی دیواروں سے عجیب شور بلند ہوا ۔۔۔اس کے بعد بونا کی آواز آئی۔"دوستو اب یہ دیواریں تمہیں سچی کہانی سنائیں گی"۔

پھر ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی۔اور آواز آئی۔"پروفیسر ۔۔۔۔۔۔پروفیسر ۔۔۔۔۔۔چیلو ۔۔۔۔

www.urdudost.com پروایکٹیو پروڈکشن

پروفیسر۔۔۔ہاں۔۔۔احمق شہزادہ ایک خطرناک آدمی ثابت ہوا ہے۔۔۔میرے ساتھیوں میں سے ایک نے حبشی کو پہچان لیا۔۔۔اس کا بیان ہے کہ اس نے اسے ڈاکٹر طارق کے پاس دیکھا تھا۔ڈاکٹر طارق وہی تجوریوں والا۔۔۔اسے ایک شخص عمران نے گرفتار کرلیا تھا جو پولیس کے لیے کام کرتا ہے اور یہ جوزف اسی کا ملازم ہے۔اور یہ احمق شہزادہ عمران ہی ثابت ہوا ہے۔میں اس آدمی کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔۔۔جوزف کے سلسلے میں معلومات حاصل کرتے وقت اسکی ہسٹری بھی سامنے آ گئی۔وہ ایک بے حد خطرناک آدمی ہے۔۔۔اسے اور جوزف کو اب اس جزیرے کے لیے بک کردیا گیا ہے"۔آواز بند ہو گئی۔پھر پہلے ہی کی طرح سناٹا چھا گیا۔صفدر بوکھلا گیا تھا۔لیکن عمران کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ تھی۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

----------*-----*

خاور نعمانی کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔وہ لوگ رپورٹ کے لیے فون نہیں استعمال کر رہے تھے اب کچھ دیر پہلے نعمانی آ گیا۔وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"سارے کام۔۔۔توقع کے مطابق ہو رہے ہیں"۔اس نے کہا۔

"کیوں"؟۔

"جولیا انہیں الو بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔۔۔پچھلی رات میں چوہان کو ساتھ لے کر اس کے پیچھے گیا تھا۔اوداراب کے جھونپڑے کے قریب وہ چیخی تھی اور ہم بھاگ نکلے تھے۔اس نے انہیں ایک بے سہارا ٹورسٹ کی کہانی سنائی۔داراب شرافت سے پیش آیا اور دس دن کے لیے کام مہیا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

اب آج اسے جو کام سونپا گیا ہے وہ بھی سو فیصد ہمارے ہی کام کا ہے۔

"یعنی"؟۔

اسے شالی کے محل میں جگہ دلائی گئی ہے۔۔۔وہ داراب کا ایک خط لے کر شالی کے پاس گئی تھی جس میں تحریر تھا کہ داراب۔۔۔فی الحال اس سے نہیں مل سکتا کیونکہ وہ ان لوگوں کے پیچھے ہے جو پرنس اور کالے آدمی کو

لے گئے ہیں۔۔۔۔۔یہ لڑکی جولیا۔۔۔اس کی واپسی تک ہی شالی کے ساتھ رہے گی۔۔۔۔۔خط میں اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔لیکن داراب نے جولیا کو سمجھایا ہے کہ وہ تینوں لڑکیوں پر گہری نظر رکھے اور ان کے متعلق داراب کو رپورٹ پہنچاتی رہے"۔

"واہ۔۔۔یہ تو بہت اچھا رہا۔۔۔۔۔۔۔" خاور نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اس طرح ہم ان کے اندرونی معاملات سے بھی واقف ہو سکیں گے۔جولیا ان معاملات میں بے حد چالاک ہے"۔

" مگر وہ جولیا کے متعلق اب بھی اس ہوٹل میں پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہیں"۔نعمانی نے کہا۔

"اس کی فکر نہیں ہے"۔خاور لاپروائی سے بولا۔ "وہ اس ہوٹل میں تنہا ہی داخل ہوئی تھی۔کوئی نہیں بتا سکے گا کہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا"۔

اردو پر خوش آمدید

"رپورٹ دے کر نعمانی چلا گیا"۔

شام کو وہ پھر آیا۔۔۔۔اس وقت بھی اس کے پاس رپورٹ تھی۔

www.oneurdu.com

"شالی پرنس کے لیے بہت پریشان ہے۔لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ انور چوہان کہاں گیا۔وہ کہتی ہے کہ وہ اندرون ملک کی سیر کو گیا ہے۔لیکن وہ تینوں لڑکیاں آپس میں کچھ ایسے انداز میں گفتگو کرتی ہیں جیسے انہیں پرنس اور اس کے ملازم کی بازیافت کی امید نہ ہو۔۔۔۔بحیثیت انور چوہان وہ ضرور قتل کر دیا جائے گا۔

"عجیب بات ہے۔داراب اسے مطلع کرتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے پیچھے ہے جو پرنس کو لے گئے ہیں۔یہ کیا چکر ہے یار۔اغوا اور اغوا۔عمران ہے یا تماشا"۔

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شالی کو سنبھالوں یا داراب پر نظر رکھوں"؟۔

"چوہان سے کہو کہ وہ جولیا سے رابطہ قائم کرے اور تم داراب کو دیکھو"۔

--------*----*

لائبریری کی دیواریں بہت سخت ثابت ہوئیں اور وہ ان کے لیے جیل بن کر رہ گئیں۔کھڑکیاں سلاخ دار تھیں لیکن یہ کھڑکیاں ایسی نہیں تھیں جن پر صفدر جیسے لوگ زور آزمائی کر سکتے۔اس کمرے کی بناوٹ ہی غیر معمولی تھی۔

بوڑھی عورت سلاخوں سے انہیں کھانا اور ناشتہ دیتی تھی اور وہاں ایک غسل خانہ تو موجود ہی تھا۔ دو تین کمبل رات کو چین سے سونے کے لیے کافی تھے۔

پروفیسر ان کی طرف رخ بھی نہ کرتا۔ وہ تو ان دیواروں کی سنائی ہوئی کہانی کا ردعمل دیکھنے بھی نہیں آیا تھا۔

آج دوسرا دن تھا۔ دوپہر کا کھانا لزی لائی۔ وہ پہلی بار سلاخوں کے پاس آئی تھی۔

"ہوشیار"۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔

صفدر ہی کھانا لینے کے لیے اٹھا تھا لیکن لزی منہ پھیرے کھڑی تھی۔ کھانا دے دینے کے بعد بھی وہ سلاخیں پکڑے کھڑی رہی لیکن اس کا رخ صفدر کی طرف نہیں تھا۔

"لزی۔۔۔۔ ادھر دیکھو"۔ صفدر نے آہستہ سے کہا۔ لزی نے سر گھمایا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور پلکیں متورم نظر آ رہی تھیں۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔

"دیکھو تم پریشان کیوں ہو۔ مجھ سے تو جو کچھ ہو سکا تھا کر گزرا"۔ صفدر نے کہا۔

عمران بھی قریب آ گیا۔ اس نے عربی میں کہا۔ "اوہارا نے ہمیں تمہاری دکھ بھری زندگی کے بارے میں بتایا تھا۔ ہمیں بڑا افسوس ہوا۔ ہم نے سوچا کہ پروفیسر کو سمجھانا چاہیے۔ ہم بھی بڑے عالم و فاضل ہیں۔ اس لیے ہمیں اطمینان تھا کہ پروفیسر کو سمجھا لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔۔۔۔ ہم نے ان سے کہا کہ یہ بڑی زیادتی ہے۔ لزی جیسی مہذب اور نرم و نازک خاتون ہرگز اس سزا کی مستحق نہیں ہیں کہ انہیں چھوٹے متو جیسے گنوار سے بیاہ دیا جائے۔۔۔۔ اس پر پروفیسر خفا ہو کر ہمیں یہاں قید کر دیا"۔

"پھر بتاؤ۔۔۔۔ میں کیا کروں۔ اس وقت ڈیڈی باہر گئے ہوئے ہیں۔ اسی لیے میں تم لوگوں تک آ سکی ہوں ورنہ انہوں نے مجھے تاکید کر دی تھی کہ لائبریری کے قریب بھی نہ جاؤں۔ بتاؤ، میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں"؟۔

"اوہ۔۔۔ یہ موقع تو بہت اچھا ہے"۔ عمران نے کہا۔ "کھول دو قفل"۔

"میرے فرشتوں سے بھی نہیں کھلے گا کیونکہ کنجی ڈیڈی کے پاس ہے۔

"پھر تم ہمیں شام کے کھانے میں زہر دے دینا"۔ عمران نے بڑے خلوص سے کہا اور بیچاری لزی رو پڑی۔ کسی ننھی سی بچی کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔

"بھئی عمران صاحب اب میں خودکشی کر لوں گا"۔صفدر نے دانت پیس کر اردو میں کہا۔

"کیوں"؟۔

"اس بھولی بھالی لڑکی کو دھوکا دیتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیے"۔

"بکواس مت کرو"۔عمران غرایا۔میں فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اپنے باپ کو بھی گولی مار سکتا ہوں۔ ملک اور قوم نے یہی خدمت میری سپرد کی ہے کہ میں لوگوں کو دھوکے میں رکھ کر خود جاگتا رہوں اور ملک وقوم کی حفاظت کروں۔۔۔اگر تم اتنے ہی نرم دل ہو تو اس محکمے میں ناحق آئے۔کسی مکتب کی مدرسی کر لی ہوتی"۔صفدر خاموش ہو گیا اور لزی کچھ کہے بغیر سسکیاں لیتی ہوئی چلی گئی۔

شائد عمران کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔صفدر بھی منہ پھلا کر ایک طرف بیٹھا رہا۔۔۔آخر کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔"یہ عشق سالا پھانسی کے تختے پر بھی ہوتا رہے گا۔۔۔اب تم یہاں ٹھنڈی آہیں بھرنے کے لیے لائے گئے تھے"؟۔

www.oneurdu.com
پرووائیکٹیوز پروڈکشن

صفدر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہوتا گیا۔پروفیسر ابھی واپس نہیں آیا تھا۔

"اچھا اس سلسلے میں آپ کی تھیوری کیا ہے"؟۔صفدر نے پوچھا۔

"پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ شالی کے مخالفین کا چکر ہے۔۔۔مگر وہ آواز جس نے ہماری کہانی سنائی تھی یقینی طور پر وکیل داراب کی تھی"۔

"مگر آواز آئی کہاں سے تھی"؟۔

"یار کھوپڑی استعمال کرو۔یہ آواز کسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے ریکارڈ کی گئی ہے تم نے محسوس نہیں کیا کہ اس کے ساتھ ہی ہمیں ہوا کی لہروں کا شور بھی سنائی دیتا رہا تھا۔غالباً یہ پیغام پروفیسر کی موجودگی میں آیا تھا اور خودکار ریکارڈر پر ریکارڈ ہو گیا تھا"۔

"مگر مجھے یہاں تو کہیں بھی ریکارڈیا ٹرانسمیٹر قسم کی کوئی چیز نہیں دکھائی دی"؟۔

"اگر وہ دکھادینے والی چیزیں ہوتیں تو پروفیسر کتے بلوں اور بندر کے بچوں سے دل نہ بہلاتا"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں"؟۔

"یہ صرف لاسلکی پیغام رسانی کے اشارے ہیں۔ان آوازوں سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے

ٹرانسمیٹر پر کوئی پیغام ہے۔تم نے بتایا تھا کہ ایک بار لائبریری میں تمہاری موجودگی ہی میں الماری کے پیچھے پلا چیخنے لگا تھا اور پروفیسر نے تمہیں کمرے سے نکال کر دروازہ بند کر لیا تھا۔لڑکی بھی یہی کہتی ہے کہ وہ ایک آدھ کتے کا پلا یا بندر کا بچہ سوتے وقت خواب گاہ میں بھی رکھتا ہے اور وہ درجنوں پورے مکان میں پریڈ کرتے پھرتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔میں سمجھ گیا۔یہ ڈھونگ اس نے اس لیے رچایا ہے کہ گھر والوں کو بھی اس کی اصل مصروفیات کا علم نہ ہو سکے۔مگر۔۔۔ٹرانسمیٹر۔۔۔۔۔"؟

"یہ کمرہ۔۔۔۔۔مجھے غیر معمولی ساخت کا معلوم ہوتا ہے۔ہو سکتا ہے اس کے نیچے کوئی تہہ خانہ بھی ہو"۔

"مگر یہ لوگ ہیں کون۔۔۔۔۔کیا کر رہے ہیں؟۔ہمارے ملک کے کسی کا فرانس کے مقبوضہ کسی جزیرے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے"؟۔

"یہ اب دیکھنا۔۔۔۔۔سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ انور چوہان کا کیا چکر تھا وہ مجھے انور چوہان کیوں بنانا چاہتے تھے۔۔۔۔" "یہ تو ظاہر ہی ہو گیا کہ وکیل داراب والا اصل وہ نہیں ہے جو خود کو شالی پر ظاہر کرتا رہا ہے۔وہ یقینی طور پر دہرا رول ادا کر رہا ہے"۔

صفدر کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ صحن میں پروفیسر نظر آیا اس کے ساتھ نورانی شکلوں والے تین پادری بھی تھے جنہوں نے بے داغ سفید چوغے پہن رکھے تھے پروفیسر پادریوں سمیت کھڑکی کے قریب آ گیا۔

"اے مقدس ترین لوگو"۔اس نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔ "ان گنہگاروں کو شیطان نے بہکایا ہے۔میں انہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں"۔

عمران اٹھ کر کھڑکی کے قریب آ گیا۔چونکہ پروفیسر نے ان پادریوں کو انگریزی میں مخاطب کیا تھا اس لیے اسے تو یہی ظاہر کرنا تھا کہ وہ کچھ نہیں سمجھا تھا۔

"پروفیسر"۔اس نے عربی میں کہا۔ "ہم آسمان دیکھنا چاہتے ہیں اب یہ مذاق ختم کرو۔ظاہر ہے کہ ہم سمندر میں چھلانگیں لگانے سے تو رہے"۔

"گھبراؤ نہیں کالے شہزادے ہمیں تمہارے مستقبل کا بڑا خیال ہے۔ہم تمہیں مچھلیاں پکڑنے پر نہیں لگانا چاہتے۔ہم تمہیں تمہارے شایان شان کام سونپیں گے۔پرواہ مت کرو۔"پروفیسر نے جیب سے ریوالور

نکالتے ہوئے کہا۔ "اپنے ہاتھ باہر نکالو"۔

عمران نے چپ چاپ ہاتھ باہر نکال دیئے اور ایک پادری نے اس کے ہاتھوں میں وزنی قسم کے ہتھکڑیوں کا جوڑا ڈال دیا۔ عمران سمجھ گیا کہ اب شائد اسے اس جزیرے سے بھی سفر کرنا پڑے گا۔

صفدر نے سلاخوں سے ہاتھ نکالنے میں ہچکچاہٹ ظاہر کی تھی لیکن عمران کے اشارے پر چپ چاپ ہاتھ باہر نکال دیئے تھے۔ یک بیک صفدر کی نظر سامنے اٹھ گئی۔

لڑکی صحن میں کھڑی بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ بس ہنسے جا رہی تھی۔ پھر اس کی آواز بھی بلند ہونے لگی اور پروفیسر نے اسے ڈانٹا اور صفدر نے اسے ایک کمرے میں جاتے دیکھا اور عمران نے گنگنا کر تان ماری۔

محبوب کی چال میں جو لنگڑا پن ہے

دل لینے کا یہ بھی ایک چلن ہے

اردو ورلڈ پر خوش آمدید
www.urduworld.com
پروڈیکشن

صفدر کا کلیجہ خون ہو گیا۔ تو پھر کیا یہ کچھ دیر پہلے رونا دھونا محض ڈھونگ تھا یا پھر وہ پاگل ہی تھی۔

"اب آپ دونوں براہ کرم گھاٹ پر تشریف لے چلئے"۔ پروفیسر نے جھک کر نہایت ادب سے کہا۔

--------*----*

شالی کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا اور وہ کچھ ناقابل برداشت ہی قسم کا غصہ تھا اسی لیے اس کا سارا جسم کانپنے لگا تھا اور جولیا سہمی کھڑی تھی۔

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ دراب کہاں ہے"؟۔ وہ پھر دہاڑی۔

"مادام"۔ جولیا نے آہستہ سے کہا۔ "میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ وہ مجھے صرف ایک ہی بار ملے تھے اور یہ ملاقات دارالحکومت میں ہوئی تھی۔ اسی وقت انہوں نے مجھے آپ کے نام خط دیا تھا۔۔۔۔اب میں آپ کو پورا واقعہ ہی بتا دوں۔ مجھے ملازمت کی تلاش تھی۔ میں جمیس اینڈ بارٹلے کی فرم میں گئی تھی۔ اطلاع ملی تھی کہ وہاں جلد ہی ایک اسٹینو ٹائپسٹ کی جگہ خالی ہونے والی ہے لیکن یہ اطلاع غلط تھی۔ میں نے پریشانی ظاہر کی۔ مسٹر دراب منیجر کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ میں تمہارے لیے کام مہیا کروں گا۔

پھر الگ لے جا کر آپ کا پتہ بتایا۔ خط دیا۔ اس کے بعد سے اب تک میں یہیں ہوں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔۔۔۔اور وہ اس فرم کے دفتر میں کیا کر رہے تھے۔

"اور کیا کہا تھا اس نے"؟۔

"انہوں نے کہا تھا کہ واپسی پر میں تمہیں محترمہ شالی ہی کے یہاں ملوں گا۔ پھر مستقل طور پر تمہارے لیے کوئی راہ نکالی جائے گی"۔

شالی نے اپنی ساتھیوں کی طرف مڑ کر اردو میں کہا۔ " کیا تم اس عورت پر اعتماد کر سکتی ہو"؟۔

"نہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی"۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے داراب مجھے بے وقوف بنا رہا ہو"۔ شالی نے کہا۔

" کیوں؟۔ یہ آپ کیوں سوچ رہی ہیں"؟۔

"وہ مجھ سے ملا کیوں نہیں۔ پھر چولی اور اس کے ساتھی کا اس طرح غائب ہو جانا بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں سوئے تھے لیکن صبح غائب پائے گئے تھے۔ اس بار تو رات بھر پہرے دار بھی جاگ رہے تھے پچھلی بار نہیں کافی میں کوئی خواب آور دوا دی گئی تھی مگر اس رات ان کی پلکیں بھی نہیں جھپکی تھیں۔

"پھر کیا سوچ رہی ہیں"؟۔

"سازش۔۔۔۔۔۔ یہ پہرے دار ہی نے مہیا کئے تھے۔ کیا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا بیان درست ہی ہو"؟۔

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا"۔ لڑکی نے کہا۔

جولیا اردو بولنے پر قادر نہیں تھی لیکن وہ ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سمجھی تھی اور اسے اس کی تحریری رپورٹ داراب کو بھجوانی تھی۔۔۔ ان دنوں اسے دو رپورٹیں تیار کرنی پڑتی تھیں ایک خاور کے لیے اور دوسری داراب کے لیے۔ داراب کا ایک آدمی جو شالی کے محل میں متعارف نہیں تھا۔ رپورٹ یہیں سے لے جاتا تھا۔ اور دوسری رپورٹ کے لیے اب چوہان نے نعمانی کی جگہ لی تھی۔

شالی کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ پھر خوابگاہ میں چلی گئی۔

--------*----*

عمران اور صفدر کے جسموں پر جہازی قیدیوں کے سے لباس تھے اور انہیں ایک ایسے کیبن میں رکھا گیا تھا جس میں شائد اس سے پہلے کتوں کو جگہ دی گئی تھی فرش بے حد گندہ تھا اور دیواروں پر تیل کے دھبے تھے۔ کہیں کہیں گوشت کے خشک چھیچھڑے بھی لپٹے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اس جزیرے کے ایک ساحل سے وہ اسٹیمر پر سوار کیے گئے تھے اور جب اسٹیمر چل پڑا تھا تب ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال دی گئی تھیں اور ان کے ساتھ کوئی نامناسب برتاؤ نہیں کیا گیا تھا مگر ان پر نیند زیادہ تر غالب رہتی تھی۔ عمران کا خیال تھا کہ انہیں کھانے پینے کی چیزوں میں منشیات دی جا رہی ہیں چونکہ وہ زیادہ تر سوتے ہی رہتے تھے اس لیے سفر کی طوالت کا صحیح اندازہ مشکل تھا۔

بہر حال ایک دن کسی جزیرے ہی کے ساحل پر ان کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اتارے گئے لیکن اب ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ڈالی گئی تھیں۔ اور اپنے ساتھ جوزف کو بھی دیکھ کر انہیں خوشی ہوئی کیونکہ وہ تو یہی سمجھے تھے کہ شائد وہ بوغا ہی کے جزیرے میں رہ گیا۔ وہ انہیں مگن ہی نظر آیا شائد اسے شراب ملتی رہتی تھی۔ عمران کو دیکھ کر اس نے خوشی کا نعرہ لگایا۔

"یہ لوگ بھی بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں باس۔ خدا انہیں بلند مرتبے پر فائز کرے۔ انہوں نے مجھے ایسی کوٹھی میں بند کیا تھا جہاں شراب کے درجنوں پیرل تھے بس پیو اور خوش رہو" عمران یا صفدر نے اس قسم کی باتوں کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔۔۔ وہ رات انہوں نے ایک جھونپڑے میں گزاری اور پھر دوسرے دن تین یا چار میل پیدل چلنے کے بعد ایک ایسی بستی میں پہنچے جس کی تعمیر کا کام شائد ابھی حال ہی میں شروع ہوا تھا۔ یہاں بھی زیادہ تر عربی ہی بولنے والے نظر آئے مگر یہ سب کسی افریقی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ جوزف نے انہیں بتایا کہ مخلوط النسل نیگرو تھے۔ پھر جوزف ہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ افریقہ کے مشرقی کنارے والے کسی جزیرے میں ہیں۔

وہاں بیشمار عمارتیں بن رہی تھیں لیکن معماروں یا مزدوروں میں ایک بھی مقامی نہ دکھائی دیا۔ یہ سب غیر ملکی تھے۔ کچھ سفید فام اور کچھ ایشیا کے دوسرے ممالک کے باشندے۔ انہوں نے ان تینوں پر کچھ ایسے ہی

نظریں ڈالی تھیں جیسے انہیں جزیرے میں نووارد ہی سمجھتے ہوں۔پھر ان میں سے کسی نے کہا تھا۔ "کام کرو۔۔۔کام۔۔۔ورنہ رات بھر پیٹ میں ریاح کے گولے ہی دوڑتے رہیں گے"۔

اور پھر جب اس نے اس جملے کی وضاحت کی تب کہیں جا کر انہیں معلوم ہوسکا کہ کھانا کام کرنے والوں ہی کو ملتا ہے۔ورنہ اجنبیوں کی طرف کتے بھی منہ اٹھا کر نہیں بھونکتے بس پھر انہیں بھی معمولی مزدوروں کی طرح کام پر لگ جانا پڑا۔

دفعتاً شام کو ایک جانی پہچانی صورت نظر آ گئی لیکن عمران ہی اس شخصیت سے واقف تھا۔یہ کیپٹن فیاض کے محکمے کا ایک سراغ رساں انسپکٹر خالد تھا جیسے ہی اس کی نظر عمران پر پڑیں اس کے ہاتھ سے وہ اینٹ چھوٹ پڑی جسے وہ اٹھا کر سر پر رکھنے جا رہا تھا۔عمران نے اسے آنکھ ماری لیکن خالد اتنا بدحواس ہوگیا تھا کہ عمران کی طرف دوڑ ہی پڑا۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"آہا۔۔تو آپ بھی عمران صاحب۔۔۔مجھے آپ ہی کی ذات سے توقع تھی"۔اس نے عمران کے گرد وحشیانہ انداز میں اچھلتے ہوئے کہا۔

"مگر تم تو پچھلے دو سال سے غائب تھے"۔عمران نے پلکیں جھپکائیں۔ "اور محکمہ تمہیں مردہ تصور کر چکا تھا"۔

"میں خود کو مردہ ہی تصور کر چکا ہوں عمران صاحب۔آپ یہاں کیسے پہنچے ہیں"؟۔

"خود کو کنٹرول میں رکھو۔۔۔۔یہ باتیں پھر ہوں گی،میں نہیں جانتا کہ آج رات کہاں بسر ہوگی۔یہاں سے چھوٹ کر ساتھ ہی چلیں گے"۔

"خالد بےڈھنگے پن سے ہنسا اور عمران اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا پھر بولا۔ "تم تو بے حد شائستہ آدمی تھے خالد"؟۔

"اوہ۔۔۔میں دو سال سے جانوروں کی سی زندگی بسر کر رہا ہوں۔۔۔اس لیے شائستگی تہذیب،انسانیت،سب پر لعنت بھیج چکا ہوں۔۔۔اور اگر آپ کو شائستگی کا دعویٰ ہو تو آپ پر بھی لعنت،میں یہیں مر جاؤں گا"۔

عمران نے ایک بار پھر اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔اس کے بال داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔

آنکھوں میں عجیب وحشیانہ سی چمک تھی۔

"تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔۔۔۔۔ڈائریکٹر جنرل کے بیٹے"؟۔خالد نے بر اسامنہ بنا کر کہا۔" کیا میں وحشی نہیں معلوم ہوتا۔۔۔ادھر دیکھو، کیا تمہیں میری آنکھوں میں دیوانگی نظر نہیں آتی۔میں جانتا ہوں کہ تم بھی میری ہی طرح اپنی فرض ادا کرنے نکلے ہوں۔۔۔۔۔لیکن یار تم تو جانوروں کی طرح زندگی بسر کرو گے۔۔۔۔یا فخر سے سینہ تان کر واپس جانے کی توقع رکھتے ہو گے۔۔۔۔یہاں تمہاری موجودگی اس پر دلالت کرتی ہے کہ تم ابھی تہہ تک پہنچو گے تو تمہارا دل چاہے گا کہ خودکشی کر لو۔۔۔۔مگر نہیں۔۔۔۔۔ تم میری طرح کمزور دماغ کے آدمی نہیں ہو۔۔۔۔۔تم یہ صدمہ سہہ جاؤ گے لیکن اپنی شکست تو تمہیں تسلیم کرنی ہوگی۔۔۔۔تمہارے ہونٹوں پر مہریں لگ جائیں گی۔۔۔۔لیکن کاش تم۔۔۔۔۔کاش تم"۔

"شائیں۔۔۔۔" اچانک اس پر ایک سیاہ فام سپر وائزر کا کوڑا پڑا اور وہ چیخ کر اچھل پڑا۔۔۔اور کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح ایک زیرِ تعمیر عمارت میں جا گھسا۔

پھر یہ تینوں بھی ایک جگہ کام پر لگ گئے جوزف کا حال پتلا تھا۔اس نے سیاہ فام سپر وائزروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی فکر کی تھی۔۔۔وہ اس کی باتیں سن کر ہنستے تھے اور اس کی پیٹھ ٹھونکتے تھے۔

دن بھر عمران نے لوگوں کو مخاطب کرنے کی کوشش کی۔لیکن کام کرنے والوں میں سے کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہ دیا۔البتہ مسکراتے ضرور تھے اور ان کی مسکراہٹیں مغموم سی ہوتیں۔خالد پھر کہیں نہ دکھائی دیا۔

" مگر شام ہوتے ہی جب وہ جانوروں کی طرح ایک طرف ہانکے گئے تو اس بھیڑ میں خالد پھر ان سے آملا۔ اب وہ بیحد خاموش تھا۔ "اب میرے ساتھ ہی رہے گا"۔

بیشمار سہمے ہوئے آدمیوں کی یہ بھیڑ خاموشی سے ایک سمت چل رہی تھی۔۔۔صرف ان کے قدموں کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں۔۔۔اس وقت اس ریوڑ کی رکھوالی کرنے والے سیاہ فام سپر وائزر ساتھ نہیں تھے۔۔۔لیکن ان کے چہروں سے صاف ظاہر تھا جیسے وہ مڑ کر کسی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہیں رکھتے جیسے انہیں ڈر ہو کہ ان کے کان "شراپ شراپ شائیں شائیں کی آوازوں سے نہ گونج اٹھیں۔

وہ ٹین کے ایک بہت بڑے شیڈ میں آئے جہاں فرش پر بیشمار پھٹے پرانے گدے پڑے ہوئے تھے۔۔۔

خالد عمران کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف لایا اور ایک گدے کی طرف اشارہ کر کے مضمحل آواز میں کہا بیٹھیے۔ وہ تینوں اسی گدے پر بیٹھ گئے۔ خالد تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر بولا۔ "مجھے اپنی حرکت پر ندامت ہے عمران صاحب۔ اس زندگی نے مجھے ذہنی طور پر غیر متوازن کر دیا ہے"۔

"اوہ۔۔۔ تم اس کی پرواہ نہ کرو" عمران اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "تم مجھے جانتے ہی ہو کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں"؟۔

"ہاں آپ صحیح معنوں میں آدمی ہیں"۔ خالد نے ٹھنڈی سانس لی۔ "کیونکہ آپ میں ثابت قدم رہنے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں۔۔۔ لیکن آپ یہاں کیسے پہنچے؟۔۔۔۔۔۔ حالات تو یہ کہتے ہیں کہ آپ پکڑ کر لائے گئے ہیں"؟۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے آواز دی۔ "اے۔۔ اے۔۔ جوزف۔۔۔۔ آؤ"۔ اور جوزف حلق سے کچھ اس قسم کی آوازیں نکالتا ہوا اٹھ گیا جیسے کوئی گھوڑا ہنہناہٹ شروع کر کے پھر ارادہ ملتوی کر دے۔۔۔ ایک سفید فام سپروائزر ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اپنی طرف بلا رہا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے"؟ عمران نے جوزف کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ملے گی۔ بس یقیناً ملے گی"۔ وہ خوش ہو کر بولا۔ "انہیں مجھ پر رحم آگیا ہے۔ وہ ہر حال میں اچھے ہی ہیں"۔

"دفع ہو جاؤ" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ اور جوزف چھلانگیں مارتا ہوا سپروائزر کی طرف دوڑ گیا"۔

"یہ حبشی۔۔۔ خالد کچھ کہتے کہتے رک گیا"۔

"میرا ملازم ہے۔۔۔۔۔ ہاں تم نے پوچھا تھا ہم پکڑ کر ہی لائے گئے ہیں"۔

"تب تو۔۔۔ " خالد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم بقیہ زندگی یہیں بسر کریں گے"۔

"آخر تم ان لوگوں کے ہاتھ کیسے لگے تھے"؟۔

"میں ایک ایسی لانچ کا تعاقب کر رہا تھا جس پر مجھے اسمگلروں کے ہونے کا شبہ تھا۔۔۔۔۔ آج سے دو سال پہلے کی ایک شام کا تذکرہ ہے۔۔۔۔۔ میں بحری پولیس کی اس لانچ پر تنہا تھا۔۔۔ دوسری لانچ سے کسی قسم کے اشارے برابر ہو رہے تھے جس سے میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ کوئی ایسے اسمگلر ہیں

جن کا علم بحری پولیس کو بھی ہے۔لیکن یہ اشارے بحری پولیس کی لانچ کا رخ دوسری طرف پھیر سکتے ہیں۔ اس خیال نے مجھ پر جنون سا طاری کر دیا اور میں نے تعاقب جاری رکھا۔۔۔میں عرصہ سے قانون کے ان محافظوں کی تاک میں تھا جن کی نگرانی میں اعلیٰ پیمانے پر اسمگلنگ ہو رہی تھی۔۔۔۔ہم کھلے سمندر میں نکل آئے۔۔۔ساحل بہت پیچھے رہ گیا تھا آخر میں نے ایک جگہ اگلی لانچ کی رفتار کم ہوتی دیکھی میں سمجھ گیا اب وہ مجھ سے بھڑنا چاہتے ہیں۔لہذا میں پھر لانچ کی رفتار کم کر کے ریوالور سنبھال لیا۔یک بیک لانچ چکر لگا کر میری طرف مڑی اور تیر کی طرح سر پر چڑھتی چلی آئی۔۔۔اور ایک خوبصورت سی لڑکی نے ایک سوراخ سے سر نکال کر کہا۔ "تم کون ہو۔۔۔کیوں ہمارا پیچھا کر رہے ہو۔۔۔"؟ دونوں لانچیں برابر چلنے لگیں۔میں خفیف ہو گیا تھا۔۔۔میں سمجھا کہ وہ کوئی پرائیویٹ لانچ تھی جس کی مالکہ سیر کے لیے نکلی تھی۔ لیکن اس خیال کی تردید فوراً ہی ہو گئی کیونکہ تین آدمیوں نے بیک وقت میری لانچ پر چھلانگیں لگائی تھیں۔ بس پھر ایک ہی گولی چلانے کی حسرت بھی دل میں ہی گھٹ کر رہ گئی تھی۔انہوں نے مجھے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔۔۔باندھ لیا اور پھر بحری پولیس کی لانچ کسی کٹے ہوئے پتنگ کی طرح آوارہ ہو گئی۔وہ مجھے اپنی لانچ پر کھینچ لے گئے۔۔۔اور وہاں میں نے ملک کے ایک بہت بڑے آدمی کے پرائیویٹ سیکرٹری کو دیکھا۔وہ مجھے نہیں پہچانتا تھا لیکن میں تو اسے اچھی طرح جانتا تھا۔۔۔اس نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھ سے ایک زبردست غلطی سرزد ہوئی۔میں نے یہ ظاہر کر دیا کہ میں اسے پہچانتا ہوں۔۔۔بس دوسروں نے کہا کہ مجھے وہیں سمندر میں غرق کر دینا چاہیے۔لیکن سیکرٹری نے اس تجویز کی موافقت نہیں کی۔اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ آیا میں نے اتفاقاً پیچھا کیا تھا یا مجھے اس لانچ کی موجودگی کا علم تھا۔میں نے سوچا جان اسی صورت میں بچے گی کہ میں اپنی زبان بند کر لوں۔میں نے یہی کیا۔پھر وہ مجھے ایک اسٹیمر کے ذریعے یہاں لائے اور کئی دنوں تک پوچھ گچھ کرتے رہے۔۔۔پھر خاموش ہو رہے لیکن پوچھ گچھ کا سلسلہ تو آج تک جاری ہے۔۔۔ابھی دو ڈھائی ماہ پہلے بھی انہوں نے یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ میرے محکمے کے کن لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ ہمارا ایک قومی سرپرست ایک بہت بڑا اسمگلر بھی ہے۔۔۔۔کیا میں گدھا ہوں کہ اس سلسلے میں زبان کھولوں گا، زبان کھلنے کے بعد کیا وہ مجھے زندہ رہنے دیں گے۔۔۔۔"؟

خالد خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا۔

www.urduinpage.com پروائیڈ یور پروڈکشن

"اوہ۔۔۔۔۔۔میرے خدا تو یہ اسمگلروں کا چکر ہے" ۔صفدر نے حیرت سے کہا۔

"میرا بھی یہی اندازہ تھا۔۔۔۔۔۔عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "یہ اسمگلروں کی کوئی بین الاقوامی تنظیم ہے" ۔

دفعتاً قریب ہی کوئی کراہ کر رونے لگا۔۔۔۔یہ ایک سیاہ فام تھا۔۔۔۔وہ روتا رہا اور پھر دیوانوں کی طرح چیخنے لگا۔ "میری بچی۔۔۔۔میری بچی یورشیا۔۔۔۔۔۔۔میں تیرے لیے کھلونے خرید رہا ہوں" ۔

وہ خاموش ہو گئے۔۔۔۔۔۔سفید فام منہ پر ہاتھ رکھ کر سسکیاں لینے لگا تھا۔

"تم سن رہے ہو۔۔۔۔۔۔ "یک بیک خالد نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ "تم سن رہے ہو۔میں نہیں جانتا کہ میرے بچے کس حال میں ہوں گے" ۔

"میرا خیال ہے۔۔۔۔۔۔انہیں پنشن دی گئی ہے" ۔عمران نے کہا۔ "یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ وہ خالی لانچ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تھی جس پر تم تھے اور تمہیں مردہ تصور کر لیا گیا تھا" ۔

"خالد نے قہقہہ لگایا۔۔۔۔۔ "ہاہا۔۔۔۔۔۔تو پھر ملک کے سارے یتیم بچوں کو پنشن دلوا دیکیوں کہ ان کے باپ مر گئے ہیں۔ان کے باپ۔۔۔۔۔۔"

www.enowurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

اس کی آواز مضمحل ہو گئی اور اس نے سسکی لے کر کہا۔ "ملک کی ماوں سے کہہ دینا ایسے نطفوں کا اپنا خون پلانا بند کریں جو ان کی اوڑھنیاں تک چھین کر اسمگل کر دیں گے۔ان کے ہاتھوں سے نوالے چھین کر اپنی دیوانگی کی بھینٹ چڑھا دیں گے اپنی ہوس پر ان کے چہروں کی تازگی قربان کر دیں گے۔آنکھوں سے ماتا کی چمک چھین کر اپنی تجوریوں میں جمع کر لیں گے۔جاو۔۔۔۔۔۔میرے بھائی۔۔۔۔۔۔میرا پیغام پہنچا دو۔۔۔۔۔۔اور اب تو میں یہیں رہ جاوں گا۔۔۔۔۔یہیں مر جاوں گا۔۔۔۔۔۔میں ان باپوں کی شکلیں نہیں دیکھنا چاہتا جو خود اپنے بچوں کو یتیم کر رہے ہیں" ۔

"خالد۔۔۔۔۔۔حالات بدل چکے ہیں" ۔ عمران نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ "کیا تمہیں ان کا علم نہیں کہ اب قوم کی قیادت ایسے انسانوں کے سپرد کر دی گئی ہے جو ذہین اور خدا ترس ہیں" ؟۔

"مت چاٹو۔۔۔ خالد نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "آدمی خدا ترس نہیں ہے۔۔۔۔بکواس ہے۔ "بس وہ ایک ایسا درندہ ہے جو ننگا رہنا پسند نہیں کرتا۔۔۔۔اپنی درندگی پر نت نئے غلاف چڑھاتا رہتا ہے۔انہیں غلافوں میں سے ایک انسانیت بھی ہے" ۔

تب پھر عمران نے آہستہ آہستہ اسے نئی زندگی کی روداد سنائی۔۔۔۔۔بتایا کہ ملک وقوم کو کس طرح آزادی نصیب ہوئی ہے۔۔۔۔اور کس طرح برائیوں کا خاتمہ کیا جا رہا ہے۔

خالد پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو دیکھتا رہا پھر یک بیک اچھل کر پوری قوت سے چیخا۔۔۔۔

ہرا۔۔۔۔۔۔"

اور پر اس پر سچ مچ دیوانگی ہی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ کسی پرجوش مقرر کی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "سنو، سنو، دنیا کے سارے ازموں کو دفن کر دو۔ سب بکواس ہیں۔ ملک وقوم کی قیادت کا حق صرف انہیں حاصل ہونا چاہیے جو اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔۔۔۔جو ماؤں کا سہاگ بچانے کے لیے چھاتی پر گولیاں کھاتے ہیں انہیں اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ ان کی زندگیاں تو ہوتی ہی اس لیے ہیں کہ وہ ملک کی بنیادوں کو اپنے خون سے سینچیں۔۔۔ہاہا۔۔۔میں بہت خوش ہوں دوستو۔۔۔۔۔بوڑھے ایڈگر اٹھو تمہاری بیٹی پرشیا اب کھلونوں کے لیے نہ روئے گی"۔

www.oneurdu.com

پھر وہ بے تحاشا ہنستا رہا اور کچھ دیر بعد بے سدھ ہو کر گر گیا۔ غالباً وہ غشی ہی تھی۔ عمران نے اس کا شانہ ہلایا اور اسے محسوس ہوا کہ اسے بہت تیز بخار ہو گیا ہے۔

جوزف رات گئے واپس آیا وہ نشے میں دھت تھا۔ ان حالات میں عمران کو اس کی بھی فکر نہیں تھی کہ کسی نے اس سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ وہ تو اب ان تینوں پادریوں کی فکر میں تھا جو جہاز سے اس کے ساتھ ہی اترے تھے اور اسی بستی تک ساتھ آئے تھے وہ جانتا تھا کہ قانونی طور پر ان جزیروں میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا کیونکہ یہ دوسری مملکتوں کی مقبوضات میں سے تھے یہاں تو اس کی حکمت عملی ہی کچھ کر سکتی تھی اور وہ بھی صرف اس لیے ہوتی تھی کہ وہ کسی طرح یہاں سے نکل سکیں کیونکہ کام حقیقتاً جزیرہ ہوبارہ میں ہوتا۔

جوزف نشے میں ضرور تھا لیکن باتیں ہوش میں کر رہا تھا۔

"اوہو۔ مسٹر صفدر۔ میں نے ابھی ابھی مسی کو ہولی فادر کے ساتھ دیکھا ہے"۔

" کونسی مسی؟۔ کیا بک رہے ہو"؟۔ صفدر نے جھنجلا کر کہا۔

"وہی جو تمہارے ساتھ ساحل پر ٹہلا کرتی تھی"۔

"جہنم میں جھونکو۔۔۔۔" صفدر نے منہ بنا کر کہا۔

لیکن عمران تفصیل سے پوچھنے لگا۔ مگر تفصیل کیسی۔ بس اس نے اسی دونوں میں سے کسی پادری کے ساتھ دیکھا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ آئی کب تھی۔ بستی تک وہ سب ساتھ ہی آئے تھے مگر لڑکی تو ان میں نہیں تھی۔

جوزف نے بتایا کہ کالے سپروائزر اسے پسند کرنے لگے ہیں اور وہ ایسی جگہوں پر لے گئے تھے جہاں آج تک کسی قیدی نے قدم نہیں رکھا۔ قیدی تو صرف اسی ٹین کے سائبان تک ہی محدود رہتے تھے۔

خالد دوسرے دن بھی وہیں سائبان ہی کے نیچے پڑا رہ گیا تھا کیونکہ اسے اب بھی تیز بخار تھا اور وہ ہوش کی باتیں نہیں کر رہا تھا۔

آج عمران نے کالے سپروائزروں کو اپنے جال میں پھانس ہی لیا کیونکہ وہ انگریزی بھی سمجھتے تھے اور عربی تو خیر بولتے ہی تھے۔ بہرحال اس نے ان پر پامسٹری کا جال پھینکا جس میں اس کو کافی دخل تھا۔ مستقبل کا حال جان لینے کے سلسلے میں وہ اپنی طرف کے عالم آدمی سے بھی مضطرب اور مشتاق ثابت ہوئے۔ عمران نے سب سے پہلے انہیں ان کے ماضی حالات بتا کر ان پر اپنی غیب دانی کا سکہ بٹھایا۔ پھر مستقبل ہانکنا شروع کر دیا۔ اس نے پچھلی رات ہی کو اس کی اسکیم بنائی تھی اور جوزف نے پہلے ہی سے اس کے پہنچے ہوئے دانی کامل ہونے کا کافی پروپیگنڈا کیا تھا۔ اس نے تو یہاں تک کہا تھا کہ کالے سپروائزروں سے کہ اس نوعمر بزرگ کو غصہ نہ دلانا۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔ پھر مشکل ہوگا اسے سنبھالنا۔ اس سلسلے میں اس نے ایک قصہ بھی دہرایا تھا۔ ایک ایسے بدنصیب آدمی کی کہانی جس نے فقیر کو غصہ دلا دیا تھا اور وہیں کھڑے کھڑے جل کر بھسم بھی ہو گیا تھا۔ اس کا تذکرہ کرتے وقت کالے مکار پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

بس پھر کیا تھا۔ کام بن گیا اور عمران اسی دن ان سپروائزروں کا چوہدری بن بیٹھا۔

لیکن رات تو اسی سائبان تلے گزارنی پڑی۔ یہ اور بات ہے کہ اس رات عمران کے نیچے ایک کے بجائے تین گدے رہے تھے اور کالے سپروائزروں کے رخصت ہو جانے کے بعد اس نے فالتو دو گدے بیمار خالد کے نیچے بچھا دیے ہوں۔

اس رات سپروائزروں نے صرف عمران کے لیے رات کا کھانا مہیا کیا تھا اور جوزف کو ساتھ لے جا کر بے تحاشا پلائی تھی۔ واپسی پر جوزف نے چپکے سے کاغذ کا ایک تہہ کیا ہوا ٹکڑا صفدر کے ہاتھ پر رکھ دیا اور صفدر نے

حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ وہ دراصل لزی کا خط اسی کے نام تھا۔ "او ہارا۔۔۔ مجھے معاف کردو۔ میں تم پر ہنسی تھی۔ کیونکہ مجھے خود بھی وہاں سے نکل آنا تھا اس لیے میں ایسی حرکت کر رہی تھی کہ ڈیڈی کو کسی قسم کا شبہہ نہ ہونے پائے۔ میں کیسے آئی ہوں۔ یہ ایک لمبی داستان ہے لیکن اب پھر مشکلات میں پڑ گئی ہوں۔ میں نے تو گویا دلدل سے بچنے کے لیے سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ خدا مجھ پر رحم کرے بس تم مجھے معاف کردو۔ لزی"۔

"اب کوئی نیا فراڈ"۔ صفدر نے بڑبڑاتے ہوئے خط عمران کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن پندرہ بیس منٹ گزر جانے کے بعد بھی عمران نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ویسے اس نے اسے پڑھ کر پرزے پرزے ضرور کر دیا تھا سونے سے پہلے صفدر کا شانہ تھپک کر کہا تھا۔ "تم مجھے بتائے بغیر ٹھنڈی آہیں بھی نہیں بھرو گے۔۔۔ سمجھے۔ اگر میں مناسب سمجھوں گا تو اجازت دے دوں گا کہ اب تم عشق کر سکتے ہو۔ کوئی قدم اپنی ذمہ داری پر ہرگز نہ اٹھانا"۔

www.oneurdu.com

صفدر کو اس پر بیحد تاؤ آیا تھا اور اس نے کہا تھا۔ "آپ غلط سمجھے ہیں۔ مجھے اس سے صرف ہمدردی تھی۔ اب وہ بھی باقی نہیں رہی"۔

پرو ایکٹیو پروڈکشن

" گڈ۔۔۔ اچھے بچے وہ ہیں جو کہنا مان لیں۔ اچھا اب سو جاؤ"۔

لیکن وہ سو نہ پائے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد تین سیاہ فام سپروائزر وہاں آئے۔ اور انہوں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ ایک پادری عمران سے تنہائی میں ملنا چاہتا ہے۔ عمران نے اس پر اس احمق کو دو چار صلواتیں سنائی اور بولا۔ ہم نے اس کے سر پر پہلے ہی چیل کا سایہ دیکھ لیا تھا"۔

"چیل کا سایہ"؟۔ تینوں نے بیک وقت خوف زدہ آواز میں دہرایا۔

"ہاں چیل کا سایہ۔ اس کے ستارے گردش میں ہیں اور کئی طرح کی بلائیں اس کی طرف اسی طرح جھپٹتی ہیں جس طرح چیل مرغی کے چوزے پر جھپٹتی ہے۔ خیر ہم چلیں گے اور اسے اس مصیبت سے بچائیں گے"۔

عمران تنہا ان کے ساتھ ہو لیا اس نے صفدر اور جوزف کو وہیں ٹھہرنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ ایک ویران سی جگہ پر پہنچ کر رک گئے کسی جانب سے ایک دھندلا سایہ ان کے سامنے آیا۔

اور وہ سیاہ فام تیزی سے دوسرے جانب مڑ گئے۔ اب وہ سایہ عمران کا ہاتھ پکڑے اسے ایک طرف لے جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راستہ دشوار گزار ہو گیا کیونکہ وہ اب کھلے میدان میں نہیں تھے۔ سائے نے ٹارچ روشن کی اور اس کی روشنی میں وہ چٹانوں سے گزرنے لگے تھوڑے ہی فاصلے پر اونچے پہاڑوں کا سلسلہ تھا جس کا پھیلاؤ دور تک نظر آ رہا تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں گردوپیش کا ماحول کچھ ڈراونا سا منظر پیش کر رہا تھا۔

پھر وہ ایک تنگ سے درے سے گزر کر ایک غار میں داخل ہوئے۔ پادری آگے تھا اور ٹارچ اسی کے ہاتھ میں تھی اچانک بائیں جانب سے کسی نے اس پر چھلانگ لگائی اور ٹارچ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر ایک جانب لڑھکتی چلی گئی۔ عمران جہاں تھا وہیں دبک کر رہ گیا۔ وہ دھینگا مشتی اور گالی گلوچ کی آوازیں سن رہا تھا۔

زمین پر گری ہوئی ٹارچ کا رخ غیر متعلق سمت تھا اور مارنے والے اندھیرے میں تھے۔ ٹارچ بھی بجھی نہیں تھی۔ عمران نے چپ چاپ ٹارچ پر قبضہ کر لیا اور اسے بجھا بھی دیا لڑنے والے کو شائد اس کی پرواہ بھی نہیں

وہ انگریزی میں ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے اور ان کی غراہٹوں میں درندگی تھی جیسے وہ ایک

دوسرے کو ختم کر دینا چاہتے ہوں۔

www.oneurdu.com

پھر یک بیک ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے آواز بند ہوتے ہوئے حلق سے نکل رہی ہوں۔ اس کے بعد والی چیخ بڑی بھیانک تھی جو شائد بھنچے ہوئے حلق سے نکلی تھی پھر سناٹا چھا گیا۔

اور تھوڑی دیر بعد غار کی بند فضا میں ایک بھرائی ہوئی آواز گونجی۔ "تم کہاں ہو دوست میں نے اس سور کو ختم کر دیا۔ میں تم سے مخاطب ہوں جو میرے ساتھ آئے تھے"؟۔

عمران آہستہ سے بڑھ کر زیادہ کشادہ جگہ پر آ گیا۔ پھر اس نے وہیں اپنی موجودگی کا اعلان کیا اور تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ کیونکہ اسے یقین نہیں تھا کہ حملہ آور مارا گیا ہو۔

" کہاں ہو بھئی "؟۔ تھوڑی دیر بعد پھر انگریزی میں کہا گیا۔

"تمہارے سر پر اب بھی چیل کا سایہ موجود ہے" عمران گونجیلی اور پر رعب آواز میں بولا۔ "چیل کی پیاس ابھی نہیں بجھی وہ اور خون چاہتی ہے۔ کیا تم قتل کرو گے"۔

"وہ پھر دیکھا جائے گا"۔ جواب ملا۔ "اس وقت تو کام ہی کی بات کرو۔ بونا نے بتایا کہ تم ایک ذہین سراغ رساں ہو"؟۔

"اس نے غلط نہیں بتایا تھا بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں"؟۔ عمران نے کہا۔

"مجھے تمہاری مدد درکار ہے"؟۔

عمران ٹارچ روشن کر کے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اب اس نے دیکھا ایک پادری جس کے سینے میں خنجر پیوست تھا زمین پر دم توڑ چکا تھا اور دوسرا اس کے قریب ہی کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ غالباً یہی عمران کو یہاں تک لایا تھا۔

"تیسرا کہاں ہے"؟ عمران نے پوچھا۔

"وہ دوسری جگہ کا تھا واپس چلا گیا۔ یہاں ہم دونوں ہی تھے ٹھہرو یہ بتاؤ۔ کیا تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے"؟۔

"یقیناً" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو میرا ایک بہت معمولی سا کھیل ہے"۔

"تم اس آدمی کی نقل بن سکو گے"؟ اس نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر تم میرے سینے میں خنجر اتارنے کی قوت رکھتے ہو تو یقیناً بن جاؤں گا"۔

"تم غلط سمجھے۔" پادری ہنسنے لگا۔ "میرا مطلب تھا اس کا میک اپ"؟

عمران نے اسے یقین دلایا کہ وہ ایسا کر سکے گا۔ پادری اسے غار کے دوسرے حصے میں لایا اور یہاں ایک ٹ پٹرومیکس لیمپ روشن کرنے لگا۔ عمران ٹارچ روشن کئے قریب ہی کھڑا رہا۔

پٹرومیکس روشن کر چکنے کے بعد وہ اٹھا اور عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا میں تمہیں اپنا دوست سمجھوں"؟ اس نے پوچھا۔

"تم چاہتے کیا ہو"؟ عمران نے کہا۔ "میں تمہارا ہاتھ دیکھ کر تمہیں مستقبل کی خبر دینے آیا تھا"۔

"چلو ختم کرو"۔ وہ مسکرایا۔ "تم بہت چالاک ہو۔ تم نے محض آرام حاصل کرنے کے لیے یہ جال بچھایا ہے تم جانتے ہو کہ کالے لوگ ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں"۔

"نہیں۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عنقریب اس گروہ کا قلع قمع ہو جائے گا اس پر چیل کا منحوس سایہ منڈلا رہا ہے"۔

"خیر۔۔۔۔ختم کرو۔ بوتا کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے"؟ ۔پادری نے پوچھا۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔۔اس سے ڈرو۔ وہ ایک سفاک درندہ ہے میں جانتا ہوں اس تنظیم کا سربراہ وہی ہے۔

اردو فورم آموید
www.oururdu.com
پروایکٹیو پروڈکشن

اس کے مکان کے نیچے ایک بڑا تہ خانہ ہے جہاں بہت زیادہ قوت والے ٹرانسمیٹر موجود ہیں۔ٹیپ ریکارڈر ہیں جن میں اس کی عدم موجودگی میں پیغامات ریکارڈ ہوتے ہیں اور وہ اس بین الاقوامی تنظیم کو کنٹرول کرتا ہے۔

"خوب سمجھے تم۔ہمارے دلوں میں بھی یہی شبہات موجود ہیں کہ وہی اس تنظیم کا سرغنہ ہے مگر یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔

"بوغا اور صرف بوغا"۔عمران ہاتھ جھٹک کر پر رعب آواز میں بولا۔ "ستارے یہی خبر دیتے ہیں۔سنہرا الو اس کے سر پر سوار ہے۔میں دیکھ رہا ہوں"۔

"خیر تو یہ بوغا ہی کا قصہ ہے"۔پادری نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اس کی لڑکی ہمارے ساتھ بھاگ آئی تھی۔اس کے بعد ہم دونوں میں اس کے متعلق جھگڑا ہو گیا ہم دونوں ہی اسے پسند کرتے تھے۔میں نے سوچا تھا کہ اسے دھوکا دوں گا اور اس نے بھی یہی سوچا ہوگا۔کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ دنیا میں جہاں جہاں ہمارا کاروبار ہے وہاں دو ہی کاروبار کے ہیڈ ہوتے ہیں اور وہ دونوں ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں۔یہی وجہ ہے کہ آج تک ہماری تنظیم برقرار ہے۔دونوں ایک دوسرے پر کڑی نظر رکھتے ہیں"۔

"لیکن تم بوغا کی لڑکی کو لائے کیسے تھے؟ ہمیں تو وہ تمہارے ساتھ نہیں دکھائی دی تھی"؟۔

"اسے ہم ایک بڑے صندوق میں لائے تھے اس نے گیس ماسک پہن لیا تھا اور صندوق میں آکسیجن کی تھیلیوں کا ذخیرہ تھا۔بہر حال وہ بہت بڑی قوت برداشت رکھتی ہے۔مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ کم از کم میں تو اتنی دیر صندوق میں نہیں رہ سکتا۔اس نے خود ہی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ چلنا چاہتی ہے ہم سمجھے تھے کہ وہ ہم میں مشترک رہے گی اور اس نے بھی اشارۃً و کنایۃً ہم سے یہی کہا تھا مگر یہاں آ کر اڑ گئی کہ یہ تو بہت بری بات ہے۔ہم میں سے کوئی ایک ہی اسے حاصل کر سکے گا اور اسے اس سے شادی کرنی پڑے گی مگر وہ مجھ پر زیادہ اعتماد کرتی تھی اور شائد مجھے چاہتی تھی"۔

"لاؤ۔۔۔داہنا ہاتھ بڑھاؤ۔میں بتاؤں"۔عمران کی حکمت عملی اسٹارٹ ہو گئی۔

اس نے چپ چاپ ہاتھ بڑھا دیا۔عمران بڑے غور سے اس کے ہاتھ کی لکیروں کا جائزہ لیتا رہا پھر اسے اس

کے ماضی کے متعلق دو چار باتیں بتائیں۔

"واہ۔۔۔۔دوست تم تو کامل ہو"۔پادری ہنس کر بولا۔ "گمرلزی کے متعلق بتاؤ"۔

"اس کے معاملے میں تم واقعی خوش قسمت ہو۔وہ تمہیں اس بری طرح چاہتی ہے کہ تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہے۔۔۔۔۔اور وہ ایک موقع پر تمہاری جان بچائے گی۔صرف وہی بچا سکے گی اور کوئی نہیں۔لیکن اسے بھی یاد رکھو کہ تم اس سے ناجائز تعلق نہ قائم کر سکو گے۔اگر کوشش کرو گے تو وہ خودکشی کر لے گی۔لیکن شادی کے لیے تیار ہو جائے گی۔اس کے مستقبل میں محتاط رہنا"۔

"بلاشبہ وہ ایک باوفا لڑکی ہے۔میں دراصل اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔چاہتا ہوں کہ میرا بھی ایک گھر ہو، بیوی، بچے ہوں۔اطمینان کی زندگی بسر کروں۔آج میں نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ اسے ساتھ لے کر یہاں سے نکل چلیں گے اور مدد کے لیے تم پر نظر پڑی تھی مگر شاید اسے علم ہو گیا تھا"۔وہ خاموش ہو کر لاش کی طرف دیکھنے لگا۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"میں نہیں سمجھا"؟۔

"میں تمہارا جزیرہ نہیں چھوڑ سکتا۔ہم جہاں بھی جاتے تھے ساتھ ہی جاتے تھے یہی ہمارا قانون ہے ہماری عدم موجودگی میں ایک مقامی آدمی ہمارا قائم مقام ہوتا ہے یہی حیثیت اس جزیرے میں بڑے منو کو حاصل ہے جس میں بونا کا قیام ہے مگر بونا وہاں تنہا ہے۔اسی بنا پر ہم یہی سوچتے ہیں کہ وہی تنظیم کا سربراہ ہے۔حالانکہ وہ یہی کہتا ہے کہ اس کی حیثیت جنرل منیجر کی سی ہے کیا یہ دیوانگی نہیں ہے۔پاگل پن نہیں ہے۔وہ اربوں روپے کا مالک ہونے کے باوجود بھی ایسی گھٹیا زندگی بسر کر رہا ہے۔آخر یہ کیسی ہوس ہے دولت آخر کس لیے ہوتی ہے"؟۔

"اس مسئلے پر پھر بات کریں گے۔فی الحال کام کی بات کرو"؟۔

"تم اس آدمی کے میک اپ میں اب میرے ساتھ چلو گے۔اسٹیمر آئے گا اور وہ ہمیں بونا کے جزیرے کی طرف سے لے جائیگا۔صرف اس کا کیپٹن ہی اصل معاملات سے آگاہ ہو گا یعنی وہ ہماری حیثیت سے واقف ہو گا اگر ہم کسی طرح اسے ختم کر کے اس کی جگہ لے سکے تو وہ اسٹیمر بونا کے جزیرے کی طرف جانے کے بجائے تمہارے ملک کا رخ کرے گا میں نے کیپٹن کو اطلاع بھجوائی ہے کہ وہ آج رات تین بجے اس

جزیرے کے ساحل پر آ ئیگا کیونکہ ہمیں کچھ قیدی بوغا کے پاس پہنچانے ہیں۔تم اس کا میک اپ کرو۔میں تمہارے ساتھیوں کو قیدی بنا لوں گا"۔

" مگر لڑکی کا کیا کرو گے"؟۔

"وہ بھی پھر صندوق میں"۔

"نہیں، میں اسے مرد بنا دوں گا،تم اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دینا ہمارا ایک آدمی یہاں اور بھی ہے جو پہلے کبھی لایا گیا تھا۔وہ بیمار ہو گیا ہے"۔

"اوہ۔۔۔۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔میں کیپٹن کو بتاؤں گا کہ یہ آدمی انہیں قیدیوں کی وجہ سے بیمار ہوا ہے۔لہذا ان سبھوں کو بوغا کے پاس پہنچایا جا رہا ہے"۔پادری نے کہا۔

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

حالات کا رخ قطعی غیر متوقع تھا جو کچھ بھی ہوا اس میں عمران کی عقل کا دخل نہیں تھا۔ جتنا کہ مقدرات کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی گلو خاصی کی کوئی صورت نکل آئے گی۔ویسے اس نے جو اسکیم مرتب کی تھی اس کا بار آور ہونا دیر طلب تھا وہ اسکیم جس کی شروعات پامسٹری کے مظاہرے سے ہوئی تھی۔

بہر حال وہ تین بجے اس گھاٹ پر تھے جہاں اسٹیمر لنگر انداز ہونے والا تھا۔عمران مقتول پادری کے میک اپ میں اسی کی سی شان سے کھڑا تھا۔خالد اسٹریچر پر پڑا تھا جسے دو سیاہ فام اٹھائے ہوئے تھے۔صفدر، جوزف اور لزی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔

اور وہ کوئی نو عمر اور زخمی لڑکا معلوم ہو رہی تھی۔زخمی لڑکا یوں معلوم ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے بال کٹوانے پسند نہیں کیا تھا۔اس لیے عمران کو اس انداز میں اس کے سر پر ڈریسنگ کرنی پڑی کہ بال نہ ظاہر ہو سکیں اور سر زخموں سے چور چور معلوم ہو۔دوسرا پادری جس نے اپنا نام رابرٹو بتایا تھا بالکل مطمئن نظر آ رہا تھا۔

اسٹیمر تین بجے لنگر انداز ہو سکا اور ان کے اوپر پہنچتے ہی لنگر اٹھا بھی دیا گیا۔اسٹیمر میں بھی قیدیوں کا کیبن موجود تھا۔جس میں وہ بند کر دیئے گئے لیکن ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نہ نکالی گئیں۔

رابرٹو نے تھوڑی دیر تک جہاز کے کپتان سے گفتگو کی تھی اور پھر اس بڑے کیبن کی طرف روانہ ہو گیا جس میں دونوں کو قیام کرنا تھا۔

رابرٹو نے عمران کو بتایا کہ بوغا کے جزیرے تک پہنچنے میں ڈھائی دن لگیں گے۔ لیکن اگر صبح نو بجے سے پہلے پہلے ہی جہاز کا رخ بدل دیا جائے تو پھر موبار تک پہنچنے میں تعاقب کا خدشہ خارج نہیں ہو سکتا۔ اس نے بتایا کہ جہاز رانوں کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔۔۔ کپتان وائرلیس کے ذریعے آئی ہوئی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ وہ اسٹیمر دراصل اس تنظیم کا گشتی اسٹیمر تھا۔۔۔ جس کا کام ہی یہی تھا کہ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے تک دوڑتا رہے اور ان کی ضروریات پوری کرے۔

رابرٹو بھی وائرلیس کے ذریعہ ہی کیپٹن کو پیغام بھیج کر اسے وہاں طلب کیا تھا۔

"کام بن گیا۔۔۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ اسکیم پہلے ہی سے میرے ذہن میں تھی اس لیے میک اپ کا سامان بھی لایا ہوں"۔

www.oneurdu.com

"گڈ۔۔۔ تب تو۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ ویسے میری دانست میں صبح ہونے سے پہلے یہ کام بھی ہونا چاہیے"۔ عمران نے کہا۔

اور اسٹیمر کا کپتان بآسانی قابو میں آ گیا۔ کیونکہ وہ عموماً رات بھر شراب نوشی کیا کرتا تھا اور دن کو سونے کا عادی تھا۔۔۔ پھر بڑی تیزی سے انہوں نے سارے انتظامات مکمل کیے۔ صفدر کو عمران نے اپنی جگہ دی اور خود کیپٹن کی جگہ سنبھالی اور اس کی جگہ سنبھالتے ہی بیمار بھی ہو گیا۔ بیماری بھی ایسی کہ حلق بند ہو کر رہ گیا۔۔۔ اب اس کے علاوہ اور کیا صورت رہ گئی تھی کہ وہ ماتحت عملے کو اپنی آواز سنائے بغیر ہی احکامات صادر کرتا وہ رعشہ زدہ ہاتھوں سے احکامات لکھتا تھا تاکہ رائٹنگ پہچان لئے جانے کا بھی امکان نہ رہے۔ بہر حال ساڑھے آٹھ بجے دن کو ایک مخصوص جگہ پر جہاز کا رخ موڑ دیا گیا اور اب ان کی منزل جزیرہ موبار ہی تھا۔

موبار پہنچنے میں چار دن لگ گئے۔۔۔ آہستہ آہستہ عمران کا حلق کھلتا گیا تھا اور اب وہ بھرائی ہوئی ناقابل شناخت آواز میں گفتگو کر سکتا تھا۔ موبار کے ساحل پر اسٹیمر اس وقت لگا جب اندھیرا اچھی طرح پھیل چکا تھا۔

دونوں پادری قیدیوں کو لے کر اتر گئے لیکن اب ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں تھیں۔ بیمار خالد کو دو خلاصیوں نے اسٹریچر پر ڈال کر اٹھایا تھا۔۔۔۔ خالد کی حالت اب بہتر تھی اور اچھا خاصا تندرست نظر آنے لگا تھا مگر عمران کی ہدایت تھی کہ وہ لیٹا ہی رہے۔۔۔۔ جہازرانوں کی دانست میں ابھی جہاز کو لنگر انداز ہی رہنا تھا کیونکہ اسی وقت دونوں پادریوں کی واپسی بھی ہوئی۔

صفدر کو عمران نے سب کچھ سمجھا دیا تھا۔۔۔ تین گھنٹوں کے اندر ہی اندر اسٹیمر کے گرد بحری پولیس اور فوج نے گھیرا ڈال دیا۔۔۔ ان پارٹیوں کی قیادت انسپکٹر خالد کر رہا تھا۔۔۔۔ کپتان پہلے ہی حراست میں لے لیا گیا۔۔۔۔ اور پھر کچھ دور لے جا کر چھوڑ دیا گیا کیونکہ اسے شالی کی خبر لینی تھی۔۔۔ وکیل داراب اور بلیک میلر مفتی سے نبٹنا تھا۔۔۔۔ رابرٹو نے اسے بتایا کہ جزیرے موبار کے کاروبار کے منتظم مفتی اور داراب ہی تھے۔ اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی تھے لیکن شالی کا مسئلہ وہ بھی نہ حل کر سکا۔ رابرٹو انور چوہان کے متعلق بھی کچھ نہ بتا سکا۔

www.oneurdu.com

عمران ابھی تک کپتان ہی کے بھیس میں تھا۔ وہ سیدھا شالی کے محل کی طرف چلا گیا۔۔۔ صفدر وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔۔۔ اس نے کہا کہ جولیا محل کے اندر موجود ہے۔ اور معمولی قسم کے میک اپ میں ہے۔ اس لیے اسے پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی۔ پھر صفدر نے معمولی سی پوچھ گچھ کے بعد پتہ لگایا کہ محل میں آئی ہوئی نئی لڑکی کا نام جولیا ہی ہے۔۔۔ بس پھر عمران نے اندر جولیا کے لیے پیغام بھجوایا۔ ہو سکتا ہے کہ جولیا یہی سمجھی ہو کہ وہ داراب کا کوئی آدمی ہوگا۔ اسے ڈرائنگ روم میں طلب کر لیا گیا۔

لیکن جولیا سے پہلے شالی اس سے ٹکرائی اور اس نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں داراب نے بھیجا ہے"؟۔

عمران نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اثبات میں جواب دیا۔ "اور شالی داراب کا نام لیکر برس پڑی۔ "آخر وہ ملتا کیوں نہیں مجھے الجھن میں کیوں ڈال رکھا ہے"؟۔

"ملے گا۔۔۔۔ ملے گا۔۔۔۔ بہت جلد" عمران نے کہا۔ "میں جولیا کو ذرا باہر لے جانا چاہتا ہوں"۔

اتنے میں جولیا باہر آگئی اور وہ بھی یہی سمجھی کہ وہ داراب کا بھیجا ہوا کوئی آدمی ہے اس لیے وہ فوراً تیار ہوگئی۔۔۔۔ دونوں باہر آئے۔

جولیا کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ عمران ہے تو اس نے برس پڑنے کے لیے اسٹارٹ لینا چاہا لیکن عمران نے اسے موقع کی نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے کہا۔ "وقت کم ہے۔کھیل بگڑ جائے گا۔اگر داراب نکل گیا"۔

"داراب کے متعلق تمہیں خاور ہی سے صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گے کیونکہ وہ اس کی نگرانی برابر کرتا رہا ہے"۔پھر جولیا نے اسے خاور کا پتہ بتایا۔

خاور کے پاس یہی اطلاع تھی کہ داراب اب بھی اسی ساحلی جھونپڑے میں تنہا موجود ہے۔وہ بھی تفصیل معلوم کرنے کے لیے بے چین نظر آیا مگر عمران کے پاس اتنا وقت کہاں تھا۔۔۔۔جالیا جھونپڑے کی جانب اس کی رہنمائی کرنے کو موجود تھی اور دل میں سوچ رہی تھی کہ یہ بھوت صحیح معنوں میں ناقابل تسخیر ہے۔۔۔۔

جھونپڑے کے قریب پہنچ کر وہ رک گئی اور آہستہ سے بولی۔ "ابھی کوئی داخل ہوا ہے"۔

"میں نے بھی دیکھا ہے"۔۔۔۔عمران نے جواب دیا۔۔۔اور پھر وہ جھونپڑے کی ایک دیوار سے جا لگے۔۔۔۔اندر سے روشنی چھن رہی تھی۔

دفعتاً عمران نے ایک جانی پہچانی سی آواز سنی۔۔۔ "داراب غضب ہو گیا۔ڈی وکی ہا نے کچھ دیر پہلے لینڈ کیا تھا۔اب وہ پولیس کے گھیرے میں ہے۔اور رابرٹو تمہارے گھر پر تمہارا منتظر ہے"۔یہ آواز سو فیصد مفتی کی تھی اس آدمی کی جس نے شالی کی گارڈن پارٹی میں بلیک میل کرنے کی دھمکی دی تھی۔

"اوہ۔۔۔۔تب تو ہمیں چپ چاپ کھسک ہی جانا چاہیے۔اف فوہ۔۔۔۔حالات کتنے خراب ہو گئے ہیں تو جانتا ہی تھا کہ جب بھی ہماری باری آ جائے۔۔۔۔مگر خیر کوئی نہیں جانتا کہ ہم دونوں حقیقتاً کیا ہیں۔۔۔۔چلو جلدی کرو۔۔۔۔اپنی لانچ مغربی ساحل پر موجود ہو گی یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔" یہ دوسری آواز داراب کی تھی۔

"تم یہیں ٹھہرو"۔عمران نے جولیا سے کہا اور تیزی سے اندر داخل ہوا۔وہ دونوں اس طرح اچھل پڑے جیسے بم گرا ہو۔

"اوہ۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔" داراب ہنسا۔ "ہیلو کیپٹن ڈی گیروا۔۔۔۔تم کہاں۔۔۔۔بغیر اطلاع دیئے آ گئے۔۔۔۔کیا بات ہے"؟۔

"مجھے بونا نے بھیجا ہے"۔

" کیوں "؟۔داراب نے حیرت سے پوچھا۔

"تا کہ تم دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے جاؤں"۔

"اول تو۔۔۔۔۔ہم سے ایسی خطا نہیں ہوئی"۔داراب نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا اور اگر ہوئی بھی تو تم اس سے لاعلم ہو کہ اس وقت ہمارا جہاز بحری پولیس کے نرغے میں ہے تم نے کتنی دیر ہوئے اسے چھوڑا تھا"؟۔

"ہمیں وقت کا اندازہ نہیں ہے"۔عمران نے اردو میں کہا۔ " کیونکہ عینک جہازی پر بھول آئے ہیں"۔

" کیا"؟۔داراب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اب اس نے پرنس آف چرروٹی کی آواز پہچان لی تھی۔ اور مفتی بھی پلکیں جھپکانے لگا تھا۔۔۔۔دفعتاً وہ دونوں ہی اس پر ٹوٹ پڑے۔۔۔۔

عمران تو پہلے ہی سے تیار تھا اس لیے کہ ان دونوں کے سر آپس میں کم از کم اتنے زور سے ضرور ٹکرائے کہ اس کے بعد ہی عمران کو سنبھلنے کا مزید موقع مل سکتا۔پھر جولیا بھی اندر آئی۔

"اوہ۔۔۔تم بھاگو۔۔۔۔یہاں سے"۔داراب چیخا۔۔۔مفتی بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمران ان دونوں پر چھا گیا۔مفتی کے پیٹ پر پوری قوت سے اس کا گھٹنا لگا تھا اور وہ پیٹ دبائے ایک طرف ڈھیر ہو گیا تھا۔پھر اٹھنے نہیں پایا تھا کہ عمران نے داراب کو بھی اسی جگہ گرا دیا۔۔۔۔اور اب دونوں پر بیک وقت سوار تھا۔۔۔۔۔وہ دونوں کچھ ایسے زیادہ طاقتور نہیں ثابت ہوئے۔

----------*-----*

دوسری صبح عمران پرنس آف چرروٹی کی حیثیت سے شالی کے محل کے قریب پہنچا۔وہ تنہا تھا۔پولیس نے اس عمارت کے گرد بھی حصار کر رکھا تھا۔۔۔انسپکٹر خالد کے اسسٹنٹ کے اشارے پر اسے اندر جانے دیا گیا۔

"پرنس۔۔۔۔" شالی اسے دیکھ کر چیخ پڑی۔پھر تیزی سے اس کے قریب آ کر آہستہ سے بولی۔" جاؤ۔۔۔خدا کے لیے چلے جاؤ۔۔۔ورنہ اب تم سچ مچ میرے لیے پریشانیوں کا باعث ہو گے۔میں کچھ

بھی نہیں جانتی میں نے یہ سب کچھ داراب کے کہنے پر کیا تھا۔ وہ میرا قانونی مشیر تھا اور بس اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔ اس نے جو کچھ کہا کرتی رہی۔۔۔

"ہم نہیں سمجھے آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ ہاں باہر پولیس بھی موجود ہیں۔ اس نے ہمیں روکنے کی کوشش کی تھی مگر ہمیں کون روک سکتا ہے"۔

"داراب کو انہوں نے پکڑ لیا ہے۔ سنا ہے کہ وہ اسمگلنگ کے الزام میں پکڑا گیا ہے۔ مگر مجھ اس سے کیا۔ میں بھائیوں کے کاروبار کی مالک ہوں اور وہ کاروبار صاف ہے"۔

"تمہیں بھائیوں کے کاروبار کے بارے میں کیا معلوم ہے"؟۔

"دفتر جا کر ملازموں سے پوچھئے۔ میں کیا جانوں"۔ شالی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے"؟۔

"ہائیں۔۔۔ ہم کوئی بھی نہیں ہیں۔۔۔ یعنی کہ انور چوہان۔۔۔ یعنی کے آدھے حق دار۔۔۔"

"میں نہیں جانتی۔۔۔ داراب سے جا کر پوچھئے۔۔۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی بیوقوف نوجوان کو پھانس کر انور چوہان بناؤ ورنہ آدھا کاروبار ہاتھ سے نکل جائے گا"۔

"اچھا تو ہم بے وقوف تھے۔۔۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"خدا بہتر جانتا ہے۔ مگر تم کہاں غائب ہو گئے تھے"؟۔

"انور چوہان کے بھتیجوں کے سالے ہمیں پکڑ لے گئے تھے" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "مگر تم اپنے متعلق کیا جانتی ہو"؟۔

"کیا مطلب"؟۔

"بھائیوں کے کاروبار میں بہنیں کہاں سے آ چکیں"؟۔

"مجھ اپنے باپ کا ترکہ ملا ہے"۔

"کبھی باپ کی شکل بھی دیکھی ہے"؟۔

"کیوں۔۔۔؟ میں نہیں سمجھی"؟۔

"نہ سمجھو۔۔۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پھر بولا۔ "اچھا ہم خود کو انور چوہان

ون اردو پر خوش آمدید
www.oneurdu.com
پروفیشنل پروڈکشن

ڈکلیر کیے دیتے ہیں ۔۔۔۔۔ پھر کب ہو گی شادی وادی"؟۔

"خدا کے لیے مجھے پریشان نہ کیجئے ۔۔۔۔۔ جائیے"۔

"اسی شرط پر کہ تم مجھے اصلیت سے آگاہ کر دو۔ اور اسے بھول جاؤ کہ میں شہزادہ ہوں ۔فرض کرو تم سے غلطی ہوئی ہو یعنی تم کسی ایسے آدمی کو بیوقوف سمجھ بیٹھی جو حقیقتاً قانون کا محافظ رہا ہو"۔

"شالی نے اس طرح چونک کر اس کی طرف دیکھا جیسے پہلی بار اس کی آواز سنی ہو اور سچ مچ اسے کوئی اجنبی معلوم ہوا۔ کیونکہ اب عمران کے چہرے پر حماقت کی بجائے دل ہلا دینے والی سنجیدگی تھی ۔

"آپ ۔۔۔ آپ ۔۔۔ "وہ ہکلائی۔

اس بحث میں نہ پڑو کہ میں کون ہوں ۔ ویسے تم اسی سے میری پوزیشن کا اندازہ کر سکتی ہو کہ میں پولیس کے گھیرے سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں"۔

شالی چند لمحے ساکت رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "آپ کوئی بھی ہوں لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے اپنے باپ کو آج تک نہیں دیکھا لیکن ہوش اسی محل میں سنبھالا ہے اور مجھے میری آیا ئیں ہی بتاتی رہی ہیں کہ میں ایک بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہوں جو افریقہ کے کسی نواحی جزیرے میں رہتا ہے ۔۔۔ اور وہ کہانی جو میں آپ کو سنا چکی ہوں اس کا علم بھی مجھے انہیں ذرائع سے ہوا تھا وکیل داراب نے بھی اس کہانی کی تصدیق کی تھی"۔

"مجھے یقین ہے کہ تم سچ کہہ رہی ہوں ۔ داراب نے سب کچھ اگل دیا ہے اور یہ خبر سناتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ اب تم بالکل مفلس ہو ۔ مگر پڑھی لکھی ہو اس لیے تمہیں مفلسی کی بھی پرواہ نہیں ہونی چاہئے ۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہارے والدین کا پتہ لگایا جائے ۔۔۔۔ اوہو ۔۔۔۔ تم متحیر ہو ۔۔۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ تمہیں والدین کا پتہ لگانا پڑے گا ۔۔۔ تم اب تک اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ کا آلہ کار بنی رہیں جو بچوں کو اغوا کر کے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں بردہ فروشی کرتا ہے اور تمہیں بھی صغر سنی ہی میں کہیں سے اغوا کر کے لایا گیا تھا۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ یہ مختلف جزیروں میں فرضی ناموں سے کاروبار کرتے ہیں اور ایسے آدمیوں کو کاروبار کا مالک بناتے ہیں جنہیں کاروبار کی اصلیت کا علم نہ ہو ۔۔۔ اس لیے وہ بچپن سے اغوا کیے ہوئے بچوں کو خود پالتے ہیں تا کہ وہ زندگی بھر ان کی انگلی پکڑے چلتے رہیں۔ کبھی ان کے دلوں

میں اس کا خیال نہ پیدا ہو سکے کہ انہیں خود بھی کاروبار کو سمجھنا چاہیے۔ موبار میں بھائیوں کے کاروبار کے نام سے سالہا سال سے یہ گندے کاروبار جاری رہے ہیں۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم نے چیکوں پر اپنے دستخط بھی کیے ہیں"۔

"جی نہیں داراب کہتا تھا کہ وصیت کے مطابق تاوقتیکہ دونوں شادی نہ کرلیں داراب ہی کو اس کا اختیار رہے گا کہ کاروبار یا دولت پر متصرف رہے۔ ویسے خود اس کا حصہ اپنا حق الگ ہی ہوتا تھا۔ فرضی انور چوہان کی تلاش اسی لیے تھی کہ شادی کے بعد ہم دونوں دولت پر متصرف ہو سکیں"۔

"ہوں، بڑی چالاکی سے کام ہو رہا تھا" عمران نے کہا۔ "بہر حال کسی احمق نوجوان کی تلاش اس لیے تھی کہ کوئی لڑکا انہیں نہیں مل سکا تھا۔ ہاں تو اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کبھی قانون اس گندے کاروبار کی بو سونگھ بھی لے تو وہ لوگ محفوظ رہیں۔۔۔ ظاہر ہے کہ پولیس سراغ کی کڑیاں ملاتی ہوئی۔۔۔ کاروبار کے مالکان تک جا پہنچے گی اور اصل مجرموں کو اس دوران روپوش ہو جانے کا موقع مل جائے گا۔ پولیس کے ہتھے صرف وہ لوگ چڑھیں گے جو ان کے مالک تھے۔ اوہو۔۔۔ ڈیڈی کی بات ہوئی۔۔۔ ان لوگوں کا ستارہ ہی گردش ہی میں آ گیا تھا ورنہ تمہاری نظر انتخاب مجھ پر ہی کیوں پڑتی"۔

شالی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔۔۔۔ اور وہ بہت دنوں کی بیمار معلوم ہونے لگی تھی یا پھر ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی موجودہ عمر میں کم از کم دس سال یک بیک بڑھ گئے ہوں۔

"تم۔۔۔ مگر۔۔۔۔ پھر آپ پر اس رات حملہ کیوں ہوا تھا اور وہ لوگ کون تھے"؟۔ اس نے کانپتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"وہ بھی محض فریب تھا۔۔۔۔ دکھاوا تھا۔ داراب اس طرح اپنے بیان کی تصدیق کرانا چاہتا تھا۔۔۔۔ چاہتا تھا کہ مجھے انور چوہان والی کہانی پر یقین آ جائے۔ اور میں اپنی زبان بند کر لوں"۔

"اب میرا کیا ہوگا"؟۔

"مقدمے کے اختتام تک تمہیں غالباً یہیں ٹھہرنا پڑے گا اور حالات کی بنا پر حکومت تمہاری کفالت کرے گی۔ اگر تم پر جرم ثابت نہ ہو سکا تو تم آزاد ہو گی"۔

----------*-----*

" مگر عمران صاحب ۔۔۔ مفتی اپ سے خواہ مخواہ کیوں الجھا تھا "؟۔ اسی شام کو صفدر نے پوچھا۔ " آپ کو انور چوہان کے سلسلے میں بلیک میل کرنے کی دھمکی کیوں دی تھی "۔

محض لغویت ۔۔۔۔۔ وہ بھی داراب کے بیان کی تصدیق کرنا چاہتا تھا یہ جتانا چاہتا تھا کہ انور چوہان کوئی خیالی تخلیق نہیں ہے بلکہ حقیقتاً وجود رکھتا ہے "۔ مگر بھی کمال ہے ۔۔۔ صفدر صاحب ۔۔۔۔ ہم نے سفر کے سوا اور کیا ہی کیا ہے ۔۔۔ ایک بارے تین لڑکیاں بھگا لے گئیں پھر بونا کے جزیرے میں پہنچا اور مکھیاں مارتا رہا پھر رابرٹو کے جزیرے میں بھی مکھیاں ہی مارنے کا ارادہ تھا ۔۔ مگر خود بخود ساری راہیں کھل گئیں ۔ بس یہ سمجھ لو کہ اس بین الاقوامی گروہ کو بے نقاب ہونا ہی تھا ۔۔۔ اس طرح ہو گیا ؟۔ خود بخود سامنے آگیا ۔۔۔ ہمیں تو کام اب شروع کرنا ہے ۔۔۔ "۔

کیا مطلب "؟۔

"بونا ۔۔۔ "عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ " لیکن یہ کام بے حد دشوار ہو گا۔ بونا پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہ ہو گا، کیونکہ وہ فی الحال فرانس کا شہری ہے۔ لیکن میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا ۔۔۔ وہ ساری دنیا کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے "۔

"اور بونا کی لڑکی "؟۔ صفدر مسکرایا۔

"بھوت نہیں اترا ۔۔۔۔۔ ابھی تک ۔۔۔۔ کل وہ دونوں حوالات میں ہی شادی کر رہے ہیں۔ چونکہ سرکاری گواہ ہیں اس لیے انہیں رعایت دے گی۔

"آہا ۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔ اس بڑے آدمی کا کیا ہوا جس کا تذکرہ خالد نے کیا تھا "؟۔

" گڑے ہوئے مردے نہیں اکھاڑے جائیں گے ۔۔۔ اسے چھوڑ کر بونا کے متعلق سوچو۔ ایکس ٹو اسے ہر حال میں اپنا قیدی دیکھنا چاہتا ہے ۔۔۔ "

عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے کہا۔

www.oneurdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن